مہربان کیوں ہوگئی ہوں۔ یہ جگہ ایک قلعہ ہے جس کا نام عصیات ہے۔ یہ فدائیوں کا قلعہ ہے۔ یہاں فدائیوں کا پیغمبر شیخ سنان رہتا ہے۔ فدائیوں کو تم جانتے ہو؟"

"ہاں جانتا ہوں۔" الناصر نے جواب دیا۔ "بہت اچھی طرح جانتا ہوں، اور اب یہ بھی جان گیا ہوں کہ تم کون ہو۔ تم بھی فدائی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ فدائیوں کے پاس تم جیسی خوبصورت لڑکیاں ہوتی ہیں۔"

"میرا ان لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "میرا نام لزا ہے۔"

"تمہارے ساتھ ایک اور لڑکی تھی۔"

"اس کا نام تھیر پسیا ہے۔" لزا نے جواب دیا۔ "وہ یہیں ہے۔ تمہیں یہاں تک حشیش کے نشے میں لایا گیا ہے۔"

وہ اس سے زیادہ نہ بول سکی کیونکہ کمرے کے دروازے میں اچانک تھیر پسیا آن کھڑی ہوئی تھی۔ تھیر پسیا نے لزا کو سر کے اشارے سے باہر بلایا۔ لزا باہر نکل گئی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟" تھیر پسیا نے پوچھا۔ "اس شخص کے اتنی قریب بیٹھ کر تمہیں خیال نہ آیا کہ مسلمان قابلِ نفرت ہوتے ہیں؛ کیا تم غداری کے جرم کا ارتکاب کرنا چاہتی ہو؟"

لزا کا ذہن خالی ہوگیا۔ اس کی زبان پر کوئی جواب نہ آیا۔ وہ جذباتی لحاظ سے اپنے پیشے یعنی مسلمان امراء کی کردار کشی سے متنفر ہوگئی تھی۔ یہ نفرت اس حد تک پہنچ گئی تھی جہاں انسان اپنے ردِعمل میں بے قابو ہو جاتا ہے اور وہ انتقام کی راہ اختیار کر لیتا ہے یا فرار کی۔

"میں بھی جوان لڑکی ہوں۔" تھیر پسیا نے اسے کہا۔ "مجھے بھی یہ مسلمان چھاپہ مار جس کا نام الناصر ہے اچھا لگتا ہے۔ یہ دلکش جوان ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ تمہارے دل میں اتر گیا ہے تو میں حیران نہیں ہوں گی۔ مجھے یہ احساس بھی ہے کہ تمہارے دل میں ان بوڑھے مسلمان امراء اور ان کے سالاروں کے خلاف نفرت بھر گئی ہے جن کے ہاتھوں میں تم کھلونا بنی رہی ہو، مگر اپنے فرض کو سامنے رکھو، صلیب کی عظمت کو سامنے رکھو۔ یہ مسلمان تمہارے دشمن ہیں۔"

"نہیں تھیر پسیا۔" لزا نے پریشان لہجے میں کہا۔ "مجھے اس کے ساتھ وہ دلچسپی نہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔"

"پھر اس کے پاس کیوں آ بیٹھی تھیں؟"

"میں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتی۔" لزا نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "معلوم نہیں ذہن میں کیا آیا تھا کہ میں اس کے پاس آ بیٹھی۔"

"اس کے ساتھ کیا باتیں ہوئی ہیں؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔" لزا نے کہا۔

"تم اپنے فرض میں کوتاہی کر رہی ہو۔" تھیر پسیا نے کہا۔ "یہ غداری بھی ہے جس کی سزا موت ہے۔"

"لیکن سن لو تھیر پسیا!" لزا نے کہا۔ "میں اس بڈھے شیخ سنان کے پاس اکیلی نہیں جاؤں گی۔ اگر اس نے زبردستی کی تو اسے یا اپنے آپ کو ختم کر لوں گی۔"

تھیر پسیا تو پتھر بن چکی تھی۔ وہ خوبصورت پتھر تھی جس کا رنگ اور جس کی چمک ہر کسی کے دل کو بھاتی ہے اور جسے ہر کوئی اپنی ملکیت میں رکھنا چاہتا ہے لیکن پتھر کی اپنی کوئی پسند ناپسند نہیں ہوتی۔ لزا ابھی اس مقام سے بہت دور تھی جہاں عورت اپنے جذبات اور اپنی محبت اور نفرت سے دستبردار ہو جایا کرتی ہے۔

تھیر پسیا نے اسے کہا۔ "مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی زیادہ جذباتی ہو جاؤ گی ورنہ ہم یہاں نہ آتیں۔ مگر یہی ایک قلعہ تھا جو قریب تھا۔ تریپولی تک ہمارا پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ شیخ سنان سے تمہیں بچانے کی پوری کوشش کروں گی اور یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی صورت پیدا کروں گی۔ تم اپنے قیدی میں اتنی دلچسپی کا مظاہرہ نہ کرو۔"

"سچ بتا دوں تھیر پسیا۔" لزا نے کہا۔ "میں ان چھاپہ ماروں کو یہاں سے فرار کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہوں۔ تم نہ خود یہاں سے نکل سکو گی نہ مجھے نکال سکو گی۔ یہ چھاپہ مار ہیں جن کی بہادری کی میں نے حیران کن کہانیاں سن رکھی ہیں۔ انہیں اگر ذرا سا بھی موقعہ فراہم کیا گیا تو یہ فرار ہو جائیں گے اور مجھے اور تمہیں بھی ساتھ لے جائیں گے۔ اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں۔"

"میں ان کی انتظامی اور بہادری کو مانتی ہوں۔" تھیر پسیا نے کہا۔ "لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ ہم دونوں یا تم اکیلی ان کے ساتھ نکل گئی تو یہ تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ ہمیں ہماری منزل پر نہیں پہنچائیں گے۔ جھوٹے سہارے تلاش کرنے کی کوشش نہ کرو۔۔۔۔ اور سنو!" تھیر پسیا نے کہا۔ "نہا لو اور کپڑے بدل لو۔ آج رات کے کھانے پر شیخ سنان نے ہمیں مدعو کیا ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ اس کے ساتھ تمہارا سلوک اور رویہ کیسا ہوگا۔ اس پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ تم اسے ناپسند نہیں کرتیں اور اس سے بھاگنے کی بھی نہیں سوچو گی۔ مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ حرن کا خود مختار مسلمان حاکم گشتگین بھی آیا ہوا ہے۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ گشتگین صلاح الدین ایوبی کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اسے اپنا دوست سمجھنا۔ ہم نے بڑی مشکل سے ان مسلمان حکمرانوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور انہیں صلاح الدین ایوبی کے خلاف لڑ رہے ہیں۔"

☆

لزا کو جب تھیر پسیا اپنے ساتھ لے گئی تو الناصر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے کسی حد تک یقین آ گیا تھا کہ لڑکیاں جنات نہیں لیکن لزا کا اس پر مہربان ہو جانا اسے پریشان کرنے لگا۔ لزا نے اسے بتا دیا تھا کہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو حشیش کے نشے میں یہاں تک لایا گیا ہے۔ اس سے وہ سمجھ گیا کہ یہ لڑکیاں فدائیوں کے گروہ کی ہو سکتی ہیں۔ اسے یہ شک بھی ہونے لگا کہ اسے حشیش کے علاوہ اس نوجوان اور خوبصورت لڑکی کے ذریعے اپنے ہاتھ میں لینے اور اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہ چونکہ چھاپہ مار تھا جسے دشمن کے علاقوں میں جانا ہوتا تھا اس لیے اسے فدائیوں اور ان کے طور طریقوں کے متعلق بھی حشیش

کے اثرات کے متعلق خاص طور پر بتایا گیا اور خبردار کیا گیا تھا۔

اُس نے اپنے ساتھیوں کو جگایا۔ جاگ کر وہ بھی اسی طرح حیران ہوئے جس طرح الناصر ہُوا تھا۔ وہ تینوں الناصر کے منہ کی طرف دیکھنے لگے۔

"دوستو!" الناصر نے انہیں کہا۔ "ہم فدائیوں کے جال میں آ گئے ہیں۔ اس قلعے کا نام عصیات ہے۔ یہاں فدائی اور اُن کی فوج رہتی ہے۔ یہ لڑکیاں جنات نہیں ہیں۔ میں ابھی بتا نہیں سکتا کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ ہمیں احتیاط کرنی پڑے گی۔ تم سب جانتے ہو کہ فدائی کیا کیا طریقے اختیار کرتے ہیں۔ اگر مجھے اس کمرے سے باہر نکلنے کا موقع ملا تو قلعے سے فرار کی کوئی ترکیب سوچ لوں گا۔ تم خاموش رہنا۔ یہ لوگ کچھ پوچھیں تو انہیں بہت تھوڑا جواب دینا۔ ان شیطانوں سے بچنا آسان نہیں ہوتا۔"

"کیا یہ ہمیں قید میں ڈال دیں گے؟" الناصر کے ایک ساتھی نے پوچھا۔

"اگر قید میں ڈال دیں تو ہمیں خوش ہونا چاہیئے۔" الناصر نے جواب دیا۔ "مگر یہ لوگ حشیش اور لڑکیوں کے ذریعے ہمارے ذہن اس طرح بدل دیں گے کہ ہمیں یاد ہی نہیں رہے گا کہ ہم کون تھے اور ہمارا مذہب کیا تھا۔"

"مجھے فرار کے سوا کوئی اور ذریعۂ نجات نظر نہیں آتا"۔ الناصر کے ایک ساتھی نے کہا۔

"ہم مرجانا پسند کریں گے ایمان خراب نہیں ہونے دیں گے۔" ایک اور نے کہا۔

"ہوشیار رہنا۔" الناصر نے کہا۔ "اللہ پر چھوڑ دو۔ ہم اتنی جلدی اُن کے قبضے میں نہیں آئیں گے۔"

شام گہری ہونے لگی تھی۔ ایک آدمی دو جلتی قندیلیں کمرے میں رکھ گیا۔ اُس نے اِن کے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ انہیں بھوک نے پریشان کر رکھا تھا۔ ان کے کمرے سے دُور قلعے کے ایک حصّے میں سنان کا محل تھا جہاں عورت اور شراب کی رونق تھی۔ سنان کے خصوصی کمرے میں کھانے چنے ہوئے تھے۔ شراب کی صراحیاں رکھی تھیں۔ رنگا رنگ کھانوں کی مہک سے در و دیوار مخمور ہوئے جا رہے تھے۔ کھانے پر شیخ سنان بیٹھا تھا۔ اُس کے ایک طرف تھیر پسیا اور دوسری طرف لیزا بیٹھی تھی اور اُن کے سامنے گشتگین بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

گشتگین کے متعلق کئی بار بتایا جا چکا ہے کہ وہ حران نام کے ایک قلعے کا گورنر (قلعہ دار) تھا۔ نورالدین زنگی کی وفات کے بعد اُس نے خود مختاری کا اعلان کر کے حران قلعے اور گرد و نواح کے علاقے کو اپنی ریاست بنا لیا تھا۔ وہ سلطان ایوبی کے مسلمان دشمنوں (الملک الصالح اور سیف الدین) کا اتحادی تھا۔ اُس نے بھی اپنی فوج متحدہ فوج میں شامل کی تھی جسے سلطان ایوبی نے شکست فاش دی تھی۔ گشتگین خود اپنی فوج کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ تینوں افواج کا سپریم کمانڈر سیف الدین تھا۔ گشتگین نے اپنے اتحادیوں کی طرح صلیبیوں کے ساتھ دوستانہ گانٹھ رکھا تھا۔ صلیبیوں نے انہیں فوج کی صورت میں تو ابھی کوئی مدد نہیں دی تھی۔ اپنے شیراسباسوس اور تخریب کار دے رکھے تھے اور انہیں اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لیے اعلیٰ قسم کی شراب، حسین لڑکیاں اور رقم دیتے رہتے تھے۔

گشتگین کو خبر ملی تھی کہ سازشی [illegible] اپنے دشمن پر وہ زہر کے نیچے سے وار کرتا تھا اور اپنے دوستوں

کے خلاف بھی دل میں دشمنی رکھتا تھا۔ اُسے پیار صرف اقتدار سے تھا۔ وہ اپنی ریاست کا مطلق العنان بادشاہ بن کر ریاست میں توسیع کرنے کے خواب دیکھتا رہتا تھا۔ اُسے جو کوئی دوستانہ مدد دیتا تھا، اُسے بھی شکی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے قتل کی کوششوں میں گہری دلچسپی لیتا تھا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اقتدار پسند حکمران کا تختہ صرف فوج اُلٹ سکتی ہے۔ سلطان ایوبی ہی ایک سالار تھا جس کے دل میں قومی جذبہ موجزن تھا۔ اُس کی جنگی قابلیت کے ساتھ اُس کا ایمان اُس کی قوت تھا۔ گشتگین اُس کی اسی قوت سے ڈرتا تھا۔ اب جبکہ اُس نے اپنی فوج سیف الدین کی کمان میں دے کر ترکمان روانہ کر دی تھی، وہ کسی کو بتائے بغیر شیخ سنان کے پاس قلعہ عصیات میں آ گیا تھا۔ وہ یہی مشن لے کے آیا تھا کہ سلطان ایوبی کے قتل کا کوئی ایسا انتظام کیا جائے جو پہلی قاتلانہ کوششوں کی طرح ناکام نہ ہو۔

عصیات میں وہ الناصر اور تھیر پسیا کے پہنچنے سے ایک روز پہلے آیا تھا۔ اُسے ابھی معلوم نہیں تھا کہ سیف الدین کی زیرِ کمان اُس کی فوج کا سلطان ایوبی کے ہاتھوں کیا حشر ہُوا ہے۔ وہ افواج کو روانہ کر کے اپنے سازشی دورے پر نکل گیا اور عصیات جا پہنچا تھا۔

☆

"گشتگین بھائی!" شیخ سنان نے اُسے کھانے کے دوران کہا۔ "تمہارے دوست تو ترکمان سے بھاگ گئے ہیں۔" اُس نے تھیر پسیا سے کہا۔ "انہیں میدانِ جنگ کی تفصیل سناؤ۔"

گشتگین کو اس خبر سے اتنا صدمہ ہُوا کہ وہ کچھ بھی نہ بولا۔ اُس کا رنگ اُڑ گیا اور وہ صدمے اور حیرت سے تھیر پسیا کی طرف دیکھنے لگا۔ تھیر پسیا نے اُسے بتایا کہ سلطان ایوبی نے قلیل سی نفری سے کس طرح متحدہ افواج پر حملہ کیا اور بھگا دیا ہے۔ سیف الدین کے متعلق تھیر پسیا نے بتایا کہ اُس کے وہاں سے روانہ ہونے تک سیف الدین میدانِ جنگ سے لاپتہ تھا۔ گشتگین خاموشی سے سنتا رہا۔

"مجھے میرے دوستوں نے ذلیل کیا ہے۔" گشتگین نے غصّے سے کہا۔ "میں سیف الدین کو تین فوجوں کی کمان دینے کے حق میں نہیں تھا۔ مگر میری کسی نے نہ سنی۔ معلوم نہیں میری فوج کس حالت میں ہوگی۔"

"بہت بُری حالت میں۔" تھیر پسیا نے کہا۔ "صلاح الدین ایوبی کے چھاپہ ماروں نے آپ کی فوجوں کو اطمینان اور خیریت سے پسپا بھی نہیں ہونے دیا۔"

"سنان بھائی، تم جانتے ہو میں یہاں کیوں آیا ہوں۔" گشتگین نے کہا۔

"صلاح الدین ایوبی کے قتل کے لیے۔" سنان نے کہا۔

"ہاں!" گشتگین نے کہا۔ "آپ جو مانگیں گے پیش کروں گا۔ ایوبی کو قتل کراؤ۔"

"میں نے صلیبیوں اور سیف الدین کے کہنے پر ایوبی کے قتل کے لیے چار فدائی بھیج رکھے ہیں۔" سنان نے کہا۔ "لیکن مجھے امید نہیں کہ وہ اُسے قتل کر سکیں۔"

"مجھ سے الگ اپنا انعام لو۔" گشتگین نے کہا۔ "نئے آدمی دو لیکن یہ آدمی مجھے دے دو۔ یہ

کام میں خود کراؤں گا۔"

"یہ آخری چار فدائی ہیں جو میں نے بھیجے ہیں۔" شیخ سنان نے کہا۔ "میرے پاس فدائیوں کی کمی نہیں سنین میں صلاح الدین ایوبی کے قتل سے دستبردار ہوتا ہوں۔"

"کیوں؟" گمشتگین نے حیران ہو کر پوچھا۔ "ایوبی نے تمہیں کوئی تحفہ دے دیا ہے؟"

"نہیں۔" سنان نے جواب دیا۔ "اس شخص کے قتل کے لیے میں اپنے بڑے ہی قیمتی فدائی ضائع کر چکا ہوں۔ میرے فدائیوں نے اس پر سونے میں خنجروں سے حملہ کیا مگر وہ خود قتل ہو گئے۔ ایک بار اس پر تیر چلائے گئے، وہ بھی خطا گئے۔ میں تو اب یہ سمجھ بیٹھا ہوں کہ صلاح الدین پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اس میں کوئی ایسی قوت ہے کہ اس پر نہ خنجر اثر کرتا ہے نہ تیر۔ میرے جاسوسوں نے مجھے بتایا ہے کہ ایوبی پر جب قاتلانہ حملہ ہوتا ہے تو حملے کو ناکام کر کے وہ گھبرانے یا غصے میں آنے کی بجائے مسکراتا ہے اور فوراً بھول جاتا ہے کہ کیا ہوا تھا۔"

"مجھے اپنی اجرت بتاؤ سنان!" گمشتگین نے جھنجھلا کر کہا۔ "میں ایوبی کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتا تم نے ناڑی قاتل بھیجے ہوں گے۔"

"وہ سب استاد تھے۔" شیخ سنان نے کہا۔ "ان سے کبھی کوئی بچ کر نہیں گیا تھا۔ وہ موت سے ڈرنے والے نہیں تھے۔ میرے پاس ان کے بھی استاد موجود ہیں۔ یہ ایسے طریقوں سے قتل کرتے ہیں کہ ان کا کوئی سراغ ملتا، لیکن گمشتگین! میں اپنے قیمتی فدائیوں کو یوں ضائع نہیں کروں گا.... تم تین فوجوں سے ایوبی کو نہیں مار سکتے، میرے تین چار آدمی اسے کس طرح قتل کر سکتے ہیں؟"

"تم ایوبی کے قتل سے جو ڈر گئے ہو، اس کی وجہ کچھ اور ہو گی۔"

"اور وجہ یہ ہے کہ صلاح الدین ایوبی کے ساتھ میری کوئی ذاتی دشمنی نہیں۔" سنان نے کہا۔ "حسن بن صباح نے تو پیغمبر بننا چاہا تھا لیکن اس کے مرنے کے بعد ہمارا فرقہ پیشہ ور قاتل بن گیا۔ میں پیشہ ور قاتل ہوں گمشتگین! ایوبی مجھے تمہارے قتل کے لیے اجرت دے گا تو میں تمہیں بھی قتل کرا دوں گا۔"

"لیکن صلاح الدین بزدلوں کی طرح کسی کو قتل نہیں کراتا۔" ہزا نے کہا۔ "یہی وجہ ہے، کہ وہ بزدلوں کے ہاتھوں قتل نہیں ہوتا۔"

"اوہ!" سنان نے ہزا کو اپنے بازو کے گھیرے میں لے کر پیار سے کہا۔ "تم نے اسی عمر میں جان لیا ہے کہ جو بزدل نہیں ہوتے ان کا بزدل کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" اس نے گمشتگین سے کہا۔ "تم سیف الدین اور الملک الصالح اور صلیبی صرف اس لیے ایک دوسرے کے دوست بنے ہوئے ہو کہ صلاح الدین کے دشمن ہو، ورنہ تمہاری آپس میں کوئی دوستی نہیں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ ایوبی کو قتل کر کے تم کیا حاصل کر سکو گے؟ وہ مر گیا تو آپس میں لڑو گے.... غور سے سنو گمشتگین! ایوبی کے قتل کے بعد تمہیں اس سلطنت سے بالشت بھر زمین بھی نہیں ملے گی جو ایوبی نے قائم کر لی ہے۔ اس کے بھائی اور اس کے سالار متحد ہیں۔ تم اگر کسی کو قتل کرانا ہی چاہتے ہو تو سیف الدین کو قتل کرا دو اور اس کے وصل پر قبضہ کر لو۔ اسے تم خود قتل کر سکتے ہو۔ تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہے۔ اسے زہر دلا سکتے ہو۔ اس پر حملہ کر سکتے ہو۔"

گمشتگین گہری سوچ میں کھو گیا، پھر بولا۔ "ہاں، سیف الدین کو قتل کرا دینا [illegible]"

"جن کا قتلہ؟" شیخ سنان نے کہا۔

"تمہارا دماغ ٹھکانے ہے سنان؟" گمشتگین نے کہا۔ [illegible]

"زر و جواہرات کے عوض تمہیں چار آدمی دیتا ہوں۔" سنان نے کہا۔ "یہ لڑکیاں جو میرے ساتھ ہیں، صلاح الدین ایوبی کے چچا زاد ہیں۔ انہیں یہ دونوں لڑکیاں حشیش کے نشے میں ساتھ لائی تھیں کسی کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایسے تجربہ کار آدمی ملتے ہی کہاں ہیں۔ اتفاق سے مل گئے ہیں۔ تم ہو کہ حشیش اور میری پریاں انہیں اپنے رنگ میں رنگ کر ایسا قاتل بنا لیں گی کہ اپنے باپ کو بھی قتل کر آئیں گے۔ میں تمہیں مایوس نہیں کرنا چاہتا۔ ان کو لے جاؤ۔ غور سے دیکھ انہیں اپنی جنت دکھاؤ۔ انہیں اپنے حرم کے شہزادے بنا دو۔ انہیں بنا کے بلیر حشیش دو، پھر انہیں شاہ عادی بنا دو۔ اشاروں پر ناچیں گے۔"

"صلاح الدین ایوبی کے چچا زاد اتنے کچے نہیں ہوتے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔" گمشتگین نے کہا۔

"تم جانتے ہو گمشتگین، ہم فدائی کہلاتے ہیں انسان کے ذہن کے ساتھ کھیلتے ہیں۔" شیخ سنان نے کہا۔ "ہم اپنے شکار کے ذہن میں دلفریب تصور ڈال کر اس کی یہ حالت کر دیتے ہیں کہ وہ تصور کو حقیقت سمجھنے لگتا ہے۔ کسی انسان کے ذہن میں عورت کا حسین تصور پیدا کر دو اور اس کے ساتھ اسے نشہ دینے جاؤ تو وہ اس تصور کا غلام ہو جاتا ہے۔ انسان کو عورت کے تصوروں میں کھوئے رہنے کا عادی بنا دو۔ پھر تم اس کا کردار اور اس کا ایمان بڑے ہی کم داموں خرید سکتے ہو.... تم ان چاروں کو لے جاؤ۔ یہ نہ سوچو کہ انہیں تم اپنے مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکو گے۔" سنان نے مسکرا کر کہا۔ "اپنے آپ پر تفر ڈالو۔ عورت، شراب اور عیش پرستی تمہیں کہاں سے کہاں لے آئی ہے۔ مسلمان ہو کر تم مسلمانوں کے دشمن بنے ہوئے ہو۔"

شیخ سنان نے اسے اپنی قیمت بتائی۔ سودا طے ہو گیا کہ گمشتگین الناصر اور اس کے ساتھی کو اپنے ساتھ حرن لے جائے گا۔ سنان نے اسے بتایا کہ وہ ان چاروں کو قید خانے میں نہ ڈال دے بلکہ انہیں شہزادے بنا کر رکھے۔ گمشتگین نے یہ ہدایات سنیں اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ ایک دو دنوں میں وہ ان چاروں کو لے جائے گا۔

☆

گمشتگین وہاں سے نکلا تو شیخ سنان کا ایک آدمی اندر آیا۔ اس نے پوچھا کہ آج جو چار آدمی لائے گئے ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے۔

"حران کا والی گشتگین آیا ہوا ہے۔" سنان نے کہا۔ "وہ انہیں ساتھ لے جا رہا ہے۔ اُن کے کھانے اور آرام وغیرہ کا انتظام کردو۔ ہم اُنہیں نہیں رکھنا چاہتے۔ انہیں یہ نہ بتانا کہ انہیں کہاں بھیجا جا رہا ہے۔"

یہ آدمی چلا گیا۔ اُس نے الناصر اور اُس کے ساتھیوں کے لیے کھانا بھجوایا۔ الناصر نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اُسے شک تھا کہ کھانے میں حشیش ڈالی گئی ہے۔ بہت ہی مشکل سے اُسے یقین دلایا گیا کہ کھانے میں کچھ نہیں ملایا گیا۔ الناصر اور اُس کے ساتھی بھوک سے بے حال ہوئے جا رہے تھے۔ اپنے سامنے اتنا اچھا کھانا دیکھ کر انہوں نے کھانے کا خطرہ مول لے لیا۔

شیخ سنان نے تھیریسیا سے کہا کہ وہ چلی جائے اور لزا کو اُس کے پاس چھوڑ جائے۔ تھیریسیا نے کہا کہ وہ تین چار دن مسلسل سفر میں رہی ہیں اس لیے آرام کریں گی۔ سنان میں انسانیت کم اور درندگی زیادہ تھی۔ اُس نے لزا کے ساتھ پہلے تو چھیڑ چھاڑ کی جو لزا تھیریسیا کے کہنے کے مطابق برداشت کرتی رہی اور اُس سے گلوخلاصی کرانے کے لیے بہانے بھی تراشتی رہی۔ سنان نے دست درازی شروع کر دی۔ لزا کا مزاج بگڑنے لگا۔ اچانک دروازہ کھلا۔ دربان نے کسی کی آمد کی اطلاع دی۔ سنان نے غصّے سے کہا۔ "اس وقت کوئی اندر نہیں آسکتا" — مگر اندر آنے والے نے اُس کے حکم کی پرواہ نہ کی۔ وہ دربان کو ایک طرف کر کے اندر آگیا۔

وہ ایک صلیبی تھا جو اُسی وقت قلعے میں پہنچا تھا۔ سنان اُسے جانتا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی سنان نے اُس کا نام لیا اور خوشی کا اظہار کیا لیکن یہ بھی کہا۔ "تم آرام کرو۔ صبح ملیں گے۔"

"میں شاید صبح ہی آپ کے پاس آجاتا۔" صلیبی نے کہا۔ "لیکن یہاں آتے ہی پتہ چلا ہے کہ یہ لڑکیاں آئی ہیں، مجھے اِن سے بہت کچھ پوچھنا ہے۔ میں انہیں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

سنان نے تھیریسیا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اسے لے جاؤ" — اور اُس نے لزا کو اپنی طرف گھسیٹ کر کہا۔ "اِسے میں یہیں رکھوں گا۔"

"شیخ سنان!" صلیبی نے قدرے دبدبے سے کہا۔ "میں دونوں کو لے جا رہا ہوں۔ تم جانتے ہو میں کس کام سے آیا ہوں، اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ان لڑکیوں کے کیا فرائض ہیں۔ تمہاری نقل میں بیٹھنا اِن کے فرائض میں شامل نہیں۔" اس نے لڑکیوں سے کہا۔ "دونو میرے ساتھ آؤ۔"

دونوں اُچک کر اُٹھیں اور صلیبی کے پاس جا کھڑی ہوئیں۔

"کیا تم میرے ساتھ دشمنی کا خطرہ مول لینا چاہتے ہو؟" شیخ سنان نے کہا۔ "تم میرے قلعے میں ہو۔ میں تمہیں مہمان سے قیدی بھی بنا سکتا ہوں اور تم کوشش کر رہے ہو کہ تمہیں مہمان سے قیدی بنا دیا جائے۔" اُس نے گرج کر کہا۔ "اِس لڑکی کو میرے پاس چھوڑ کر باہر نکل جاؤ۔"

"سنان!" صلیبی نے لہجہ بدل کر کہا۔ "کیا تم بھول گئے ہو کہ یہ قلعہ تمہیں ہم نے دیا ہے؟ کیا

تمہارے ذہن سے یہ حقیقت بھی اُتر گئی ہے کہ ہم تمہاری پیٹھ پر ہاتھ نہ رکھیں تو تم اور تمہارے فدائی کرائے کے قاتلوں کے سوا کچھ بھی نہیں رہیں گے؟"

شیخ سنان پر صرف شراب کا نشہ طاری نہیں تھا وہ اس قلعے کا بادشاہ تھا اور وہ کسی بھی بادشاہ کو کسی بھی وقت ایسے طریقے سے قتل کرا سکتا تھا کہ کسی کو شک تک نہ ہوتا کہ قاتل سنان یا اس کا کوئی فدائی ہے۔ اُس نے صلیبی افسر بھی قتل کرائے تھے۔ یہ صلیبیوں کی آپس کی عداوت کا نتیجہ تھا۔ اُن کا کوئی جرنیل یا کوئی اور فوجی یا غیر فوجی افسر اپنے کسی حریف افسر کو قتل کرانے کی ضرورت کبھی محسوس کرتا تو اس مقصد کے لیے وہ سنان کی خدمات حاصل کیا کرتا تھا۔ عصیات کے قلعے میں رہتے تو انسان تھے لیکن یہ جزیرہ حول کا قلعہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے تہہ خانوں میں انسان گم ہو جاتے تھے۔ فدائی پاگل بنتے تھے۔ کسی کو قتل کرنا اُن کے لیے منہ کا نوالہ ڈال لینے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اُس کے محل کا یہ حُسن تھا کہ چھتوں اور دیواروں میں رنگارنگ شیشوں کے ٹکڑے جڑے ہوئے تھے۔ فانوسوں کی روشنی سے ان سے رنگارنگ شعاعیں نکلتی تھیں۔ یہاں انسان بھول جاتا تھا کہ اس جنت کے اِرد گرد بے رحم صحرا اور تپتے ہوئے ٹیلے ہیں۔

اس ماحول اور اس حیثیت میں شیخ سنان اپنے آپ کو دیوتا سمجھتا تھا۔ اُس میں حیوانیت اور درندگی زیادہ تھی۔ لزا جیسی لڑکی سے وہ دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اُس نے صلیبی سے کہا۔ "میں تمہیں سوچنے کی مہلت دوں گا۔ اس قلعے میں خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے بھی گم کر دیئے جاتے ہیں۔ خدا کو بھی پتہ نہیں چلتا۔ میں اس لڑکی کو قلعے سے باہر نہیں جانے دوں گا۔ تم نے مزاحمت کی تو تم بھی قلعے سے باہر نہیں جا سکو گے۔"

"میرا ایک ساتھی آگے چلا گیا ہے۔" صلیبی نے کہا۔ "وہ وہاں بتا دے گا کہ میں یہاں ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میں یہاں دو تین روز کے قیام کے لیے آیا ہوں، پھر مجھے کہیں اور جانا ہے۔ ہم اُس معاہدے کے تحت تمہارے ہاں قیام کرتے ہیں جس کے تحت تمہیں یہ قلعہ دیا گیا تھا۔ یہ ہماری پناہ گاہ ہے اور ہمارا عارضی پڑاؤ بھی۔ تم ہماری ہڈیاں غائب کر دو تو بھی تم سے پوچھا جائے گا کہ ہمارا ایک آدمی اور دو لڑکیاں کہاں ہیں۔" صلیبی نے کچھ سوچا اور کہا۔ "اگر تم صلاح الدین ایوبی کو قتل کر دو تو اس جیسی ایک درجن لڑکیاں تمہارے حوالے کر دیں گے مگر تم ہماری رقم اور سونا ہضم کرتے رہے ایوبی کو قتل نہ کر سکے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے چار فدائی ایوبی کے قتل کے لیے بھیج رکھے ہیں لیکن یہ صرف افواہ معلوم ہوتی ہے۔ ایوبی ابھی تک زندہ ہے اور فاتح ہے۔"

"یہ افواہ نہیں۔" سنان نے نشے اور غصّے سے لرزتے ہوئے کہا۔ "میں نے چار آدمی بھیج رکھے ہیں۔ چند دنوں میں تم خبر سنو گے کہ صلاح الدین ایوبی قتل ہو گیا ہے۔"

"پھر میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں ہمارے حکمرانوں سے جو انعام و اکرام ملا ہے اس کے علاوہ میں تمہیں اس (لزا) جیسی دو لڑکیاں اپنی طرف سے دوں گا۔"

"وہ دیکھا جائے گا۔" سنان نے کہا۔ "میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ اس لڑکی کو تم میری خواب گاہ سے باہر لے

جاسکتے ہو، اسے قلعے سے باہر نہیں لے جاسکو گے۔ جاؤ، انہیں لے جاؤ۔ میں نے قلعے میں صلیبیوں کے لیے جو کمرے الگ کر رکھے ہیں وہاں چلے جاؤ۔ کھاؤ پیو، عیش کرو اور مجھے سوچ کر جواب دو کہ یہ لڑکی میرے حوالے کرو گے یا نہیں۔"

صلیبی دونوں لڑکیوں کو ساتھ لیے باہر نکل گیا۔ یہ صلیبی جاسوسی اور تخریب کاری کے محکمے کا افسر تھا۔ وہ سلاجقہ کے علاقوں میں گھومتا پھرتا رہا تھا اور اب واپس اپنے علاقے میں جا رہا تھا۔ عصیات کے قلعے میں صلیبیوں کے لیے عارضی قیام کا انتظام کیا گیا تھا جو صلیبی جب چاہتا اس قلعے میں آسکتا تھا۔ تھیریسیا بھی اسی سہولت کے تحت لزا اور الناصر کے ساتھیوں کو یہاں لائی تھی اور یہ صلیبی بھی ذرا آرام کے لیے یہاں آیا تھا۔ ایک دو روز بعد اُسے آگے چلے جانا تھا۔ قلعے میں آتے ہی اُسے کسی نے بتایا کہ دو صلیبی لڑکیاں آئی ہیں جو اِس وقت شیخ سنان کے پاس ہیں۔ وہ انہیں دیکھنے کے لیے اندر چلا گیا اور سنان کے ساتھ گرما گرمی کے بعد دونوں لڑکیوں کو وہاں سے لے آیا۔

اُس کے جانے کے بعد شیخ سنان نے اپنے خاص آدمی کو بلا کر کہا — "یہ صلیبی اور یہ دونوں لڑکیاں ہماری قیدی نہیں ہیں لیکن انہیں ان کی مرضی سے قلعے سے نکلنے نہ دیا جائے۔ انہیں اس حق سے محروم کر دیا جائے کہ جب چاہیں قلعے میں آجائیں جب چاہیں نکل جائیں۔ ان پر نظر بھی رکھنا.... اور گشتگین جب چاہے اُن چار قیدیوں کو اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے جنہیں آج یہ لڑکیاں باہر سے لائی ہیں۔"

صلیبی کو بتایا گیا کہ حرن کا والی، گشتگین بھی آیا ہوا ہے اور وہ صلاح الدین ایوبی کے قتل کا انتظام کرتا پھر رہا ہے۔ اُسے الناصر اور اُس کے ساتھیوں کے متعلق بتلایا گیا۔ صلیبی لڑکیوں کو قلعے کے اُس حصے میں لے گیا، جہاں عارضی طور پر آنے والے صلیبیوں کے لیے کمرے مخصوص کیے گئے تھے۔

☆

سلطان صلاح الدین ایوبی نے سیف الدین کے سالار مظفر الدین کا حملہ جس طرح پسپا اور اس کی فوج کو جس طرح تہس نہس کیا تھا وہ پوری تفصیل سے سنایا جا چکا ہے۔ مظفر الدین میدانِ جنگ سے غائب ہو گیا تھا۔ سلطان ایوبی کی فوج نے جو قیدی پکڑے ان میں سیف الدین کا ایک مشیر فخر الدین بھی تھا جو موصل میں اُس کا زیرِ بار رہ چکا تھا۔ سلطان ایوبی فخر الدین کو جنگی قیدیوں سے الگ کر کے اپنے خیمے میں لے گیا اور اُسے اُسی عزت و احترام سے رکھا جس کا وہ حقدار تھا۔ مالِ غنیمت تقسیم کر کے سلطان ایوبی نے پہلا فیصلہ یہ کیا کہ پیش قدمی یعنی بھاگتے دشمن کا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔ بعض مؤرخین نے سلطان ایوبی کے اس فیصلے کو اس کی جنگی لغزش کہا ہے لیکن تاریخِ اسلام کا یہ مجاہد بہت دُور کی سوچا کرتا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ وہ دشمن کی فوج کا تعاقب کرتا تو اُس کی فوج کو وہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ سلطان ایوبی کے مسلمان دشمن اُس کے قدموں میں گر پڑتے۔

تعاقب نہ کرنے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مظفر الدین کے ساتھ اس نے جو معرکہ لڑا تھا اس میں اُسے فتح

بہت مہنگی پڑی تھی۔ اُس کی فوج کا جانی نقصان بہت ہوا تھا۔ زخمیوں کی تعداد زیادہ تھی، اس لیے وہ پیش قدمی کے قابل نہیں تھا۔ اگر وہ پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کرتا تو وہ اپنے محفوظہ کو استعمال کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا فیصلہ نہ کیا جس کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا اور زیادہ خون بہے۔ وہ اپنی قوم کو مزید خونریزی سے بچانا چاہتا تھا۔

سلطان ایوبی اُس جگہ کھڑا تھا جہاں سیف الدین کی ذاتی خیمہ گاہ تھی۔ اس میں سے جو کچھ برآمد ہوا وہ بیان کیا جا چکا ہے۔ سیف الدین کا اپنا خیمہ بجائے خود بہت قیمتی تھا۔ یہ ریشمی کپڑوں کا محل تھا۔ قناتیں اور شامیانے ریشمی تھے۔ پردے ریشمی تھے۔ اس کے اندر کھڑے ہو کر شیش محل کا گمان ہوتا تھا۔ سیف الدین کا ایک بھتیجا، عزالدین فرخ شاہ سلطان ایوبی کی فوج میں سالار تھا۔ یہ عجیب جنگ تھی اور عجیب دشمنی کہ بھتیجا چچا کے خلاف لڑ رہا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی ایک فوجی تھے جو اپنے خون کے رشتوں کے خلاف لڑ رہے تھے۔ سلطان ایوبی نے سیف الدین کی یہ خیمہ گاہ دیکھی تو اُس نے اس کے بھتیجے عزالدین کو بلایا، اور مسکرا کر کہا — "اپنے چچا کی جائداد کے وارث تم ہو۔ میں اس کا خیمہ تمہیں پیش کرتا ہوں۔ یہ سمیٹ لو۔"

سلطان نے مسکرا کر اُسے خیمہ پیش کیا تھا مگر عزالدین کے آنسو نکل آئے۔ قاضی بہاؤالدین شدّاد نے اپنی یادداشتوں میں اس واقعہ کا ذکر جذباتی انداز میں کیا ہے۔ اس کے مطابق، سلطان ایوبی نے عزالدین کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہا — "عزالدین! تمہارے جذبات کو میں اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن قرآن کا حکم مانو۔ اگر میرا بیٹا شرک کا اور جہاد کے راستے میں فسق و فجور کا مرتکب ہوگا تو میری تلوار اس کا سر قلم کرنے سے گریز نہیں کرے گی۔ تم اپنے شکست خوردہ چچا کا خیمہ دیکھ کر آنکھوں میں آنسو لے آئے ہو۔ میں اپنے شکست خوردہ بیٹے کا کٹا ہوا سر دیکھ کر بھی آنسو نہیں بہاؤں گا۔"

سلطان ایوبی نے اس مقام سے ذرا آگے جا کر لمبے عرصے کے لیے پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ پہاڑی علاقہ تھا۔ اس کا نام "کوہِ سلطان" مشہور ہو گیا۔ تاریخ میں بھی کوہِ سلطان آیا ہے۔ وہاں سے حلب پندرہ میل دُور تھا۔ حلب کے متعلق پہلے تفصیل سے سنایا جا چکا ہے۔ الملک الصالح نے اس شہر کو اپنا دارالحکومت اور مستقر بنا لیا تھا اور اب یہ متحدہ افواج کا ہیڈ کوارٹر بن گیا تھا۔ یہ بھی سنایا جا چکا ہے کہ اس شہر کا دفاع اتنا مضبوط اور یہاں کے لوگ (جو سب مسلمان تھے) اتنے دلیر اور جنگجو تھے کہ سلطان ایوبی کا محاصرہ ناکام ہو گیا تھا۔ اب سلطان ایوبی ایک بار پھر اس اہم شہر کو محاصرے میں لینا اور اُس پر قبضہ کرنا چاہتا تھا لیکن اب کے وہ اپنا اڈہ مضبوط کر کے آگے بڑھنے کی سکیم بنا رہا تھا۔

راستے میں دو قلعے تھے۔ ایک کا نام منبج اور دوسرے کا بُزنا تھا۔ بعض تاریخوں میں منبج کو منبس بھی لکھا گیا ہے۔ ان دونوں قلعوں کے امراء خود مختار مسلمان تھے۔ ایسے کئی اور قلعے اور کئی جاگیریں تھیں جن پر مسلمانوں کی حکمرانی تھی۔ اس طرح سلطنتِ اسلامیہ قلعوں، جاگیروں اور ریاستوں میں بٹی ہوئی تھی۔ سلطان ایوبی بکھرے ہوئے ان ذرّوں کو یکجا کر کے ایک سلطنت بنانا اور اسے ایک خلافت کے تحت لانا چاہتا تھا۔ دشواری یہ

تھی کہ یہ امراء اور جاگیردار اپنی الگ الگ حیثیت قائم رکھنے کے خواہش مند تھے۔ وہ اپنی بقا کے لیے صلیبیوں تک سے مدد لے لیا کرتے تھے۔

سلطان ایوبی نے ایک پیغام بُزا کے امیر کے نام لکھا اور دوسرا منبج کے امیر کے نام۔ بزا کو عزالدین کو روانہ کیا اور منبج کو سیف الدین کے مشیر فخرالدین کو۔ فخرالدین جنگی قیدی تھا لیکن سلطان ایوبی نے عزت و احترام سے اُس کا دل جیت لیا تھا اور فخرالدین نے سلطان ایوبی کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ سلطان ایوبی نے جب اُسے اپنا خاص ایلچی بنا کر منبج جانے کو کہا اور اسے یہ اختیارات بھی دیئے کہ وہ اس کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ قلعہ حاصل کرنے کی بات چیت کرے تو فخرالدین نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔

"کیا آپ مسلمان نہیں ہیں؟"۔۔۔ سلطان ایوبی نے اُسے کہا۔۔۔ "آپ نے مجھے یوں حیرت سے دیکھا ہے جیسے میں کسی کافر کو اپنا ایلچی اور نمائندہ بنا کر بھیج رہا ہوں۔ کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں یا اپنے ایمان پر اعتماد نہیں؟.... میں منبج کا قلعہ لینا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے امیر کو میرا پیغام پہنچا دیں اور اسے قائل کریں کہ خون خرابے کے بغیر قلعہ ہمیں دے دے اور اپنی فوج ہماری فوج میں شامل کردے۔"

عزالدین اور فخرالدین روانہ ہوگئے۔

☆

بزا کے امیر نے عزالدین کا استقبال تپاک سے کیا۔ سلطان ایوبی کا پیغام پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔۔۔

"میرے عزیز بھائی! ہم ایک خدا ایک رسولؐ اور ایک قرآن کے پرستار ہیں مگر ہم سب اس طرح بکھر گئے ہیں جس طرح ایک جسم کے اعضا ریگزار کی ریت پر بکھرے پڑے ہوں۔ کیا یہ جسم حرکت کرسکتا ہے؟ کسی کام آسکتا ہے؟ اس جسم کا فائدہ صلیبیوں کو پہنچ رہا ہے جو کٹے ہوئے اعضا کو گدھوں کی طرح کھا رہے ہیں۔ ہمیں ایک اُمت کی صورت متحد ہونا ہے ورنہ ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہ سکے گا۔ میں آپ کو ایک اُمت کی صورت میں متحد ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ اپنی موجودہ حیثیت پر غور کریں۔ آپ اپنی امارت کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے دشمن کے آگے بھی ہاتھ پھیلا دیتے ہیں۔ میں آپ تک قرآن کا فرمان پہنچا رہا ہوں۔ اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ پہلی ضرورت یہ ہے کہ اپنا قلعہ سلطنتِ اسلامیہ کی ملکیت میں دے دیں اور میری اطاعت قبول کرلیں۔ اس صورت میں آپ کی فوج میری فوج میں مدغم ہوجائے گی۔ آپ قلعہ دار ہوں گے اور قلعے پر سلطنتِ اسلامیہ کا جھنڈا لہرائے گا۔ اگر آپ کو یہ صورت قبول نہ ہو تو میری فوج کے محاصرے میں لڑنے کی تیاری کریں اور اپنے سامنے حلب، موصل اور حران کی متحدہ فوج کی بربادی اور پسپائی کو دیکھیں، آپ کو فیصلہ کرنے میں سہولت ہوگی۔ میری پیش کش قبول کریں اور مجھ سے بہتر سلوک کی توقع رکھیں۔ میری آپ کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں۔ میں جو کچھ کررہا ہوں، احکامِ خداوندی کے تحت کررہا ہوں۔"

بُزا کے امیر نے یہ پیغام پڑھا تو عزالدین کی طرف دیکھا۔ عزالدین نے کہا۔ "آپ کا قلعہ مضبوط نہیں اور آپ کی فوج بہت تھوڑی ہے۔ اس فوج کو ہمارے ہاتھوں نہ مروائیں۔"

بُزا کے امیر نے پیش کش قبول کرلی اور سلطان ایوبی کے نام تحریری پیغام دیا کہ وہ آئے اور قلعہ لے لے۔

منبج کے امیر نے بھی اطاعت قبول کرلی۔ فخرالدین نے اس سے پیغام لکھوا لیا اور واپس چلا گیا۔

سلطان ایوبی خود دونوں قلعوں میں گیا۔ وہاں جو فوجیں تھیں انہیں قلعے سے نکال کر اپنی فوج میں شامل کرلیا اور اپنے دستے قلعوں میں بھیج دیئے۔ دونوں قلعوں میں اس نے رسد وغیرہ رکھوا دی۔ یوں فوج کو قلعہ بند نہ کیا۔ حلب کے قریب اعزاز نام کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس قلعے کے دفاعی انتظامات حلب والوں نے اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ اس کے قلعہ دار یا امیر نے اپنی وفاداری حلب کے الملک الصالح کو دے رکھی تھی۔ سلطان ایوبی حلب کا محاصرہ کرنے سے پہلے اس قلعے کو بھی لڑے بغیر لینا چاہتا تھا۔ اُس نے اپنے ایک سالار الحمیری کو تحریری پیغام کے ساتھ اعزاز روانہ کیا۔

اعزاز کے امیر نے سلطان ایوبی کا پیغام پڑھا۔ اس پیغام کے بھی الفاظ وہی تھے جو بزا اور منبج کے امراء کو لکھے گئے تھے۔ اعزاز کے امیر نے پیغام الحمیری کی طرف پھینک کر کہا۔ "ہمارا سلطان خدا اور رسولؐ کے نام پر ساری دنیا کا بادشاہ بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اُسے کہنا کہ تم نے حلب کا محاصرہ کرکے دیکھ لیا تھا۔ اب اعزاز کا محاصرہ کرکے دیکھو۔"

"کیا آپ مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا خون بہانا پسند کریں گے؟"۔۔۔ الحمیری نے کہا۔۔۔ "کیا آپ پسند کریں گے کہ ہم آپس میں لڑیں اور صلیبی ہمارا تماشہ دیکھیں؟"

"اپنے سلطان سے کہو کہ جاکر صلیبیوں سے لڑے"۔ اعزاز کے امیر نے کہا۔

"کیا آپ صلیبیوں سے نہیں لڑیں گے؟"۔۔۔ الحمیری نے پوچھا۔۔۔ "کیا آپ انہیں اپنا دشمن نہیں سمجھتے؟"

"اس وقت ہم سلطان صلاح الدین ایوبی کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جس نے ہمیں للکارا ہے"۔ امیر نے کہا۔۔۔ "وہ ہم سے یہ قلعہ بزورِ شمشیر لینا چاہتا ہے۔"

الحمیری اسے قائل نہ کرسکا۔ اُس نے الحمیری کی ذرہ بھر عزت نہ کی اور اسے چلے جانے کو کہا۔

☆

عصیات کے قلعے میں صلیبی گشتگین کے پاس بیٹھا تھا۔ تخمیر پیسا اور لزا بھی اس کے ساتھ تھیں۔ گشتگین اور صلیبی کی پہلے سے جان پہچان تھی۔۔۔ صلیبی نے کہا۔۔۔ "سنا ہے آپ صلاح الدین ایوبی کو قتل کراتے کراتے سیف الدین کے قتل کا ارادہ کر بیٹھے ہیں۔"

"کیا آپ نے سنا نہیں کہ سیف الدین نے کیسی بزدلی اور جنگی نااہلی کا مظاہرہ کیا ہے؟"۔۔۔ گشتگین نے کہا۔۔۔ "یہ لڑکیاں بتاتی ہیں کہ اس نے ہماری تینوں فوجوں کا ایسا بُرا حال کرلیا ہے کہ اب ہم بڑے لمبے عرصے کے لیے لڑنے کے قابل نہیں رہے۔ میں بکھری ہوئی فوجوں کو اکٹھا کرکے ایوبی کو حلب سے دُور روکنا چاہتا ہوں۔ اگر سیف الدین زندہ رہا تو وہ خفت مٹانے کے لیے ایک بار پھر کمان لینے کی ضد کرے گا اور ہمیں ایک اور شکست ہوگی۔ کیوں نہ اُسے ٹھکانے لگا دیا جائے۔"

"سیف الدین اتنی اہم شخصیت نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں"۔ صلیبی نے کہا۔ "جو ہم جانتے ہیں وہ آپ نہیں جانتے۔ ہم آپ کے ہر ایک دوست اور ہر ایک دشمن کو آپ سے زیادہ جانتے ہیں، اسی لیے ہم نے اپنے آپ کو اپنے مشیر اور اپنے جاسوس دے رکھے ہیں۔ میں جو ایوبی کے علاقے میں بھیس بدل بدل کر اور اپنے آپ کو خطروں میں ڈال کر مارا مارا پھر رہا ہوں وہ صرف آپ کی بقا اور آپ کی ریاست کی توسیع کے لیے ہے۔ میں جو حالات دیکھ آیا ہوں اُن کا تقاضا صرف یہ ہے کہ صلاح الدین ایوبی کو قتل کیا جائے۔ نورالدین زنگی مر گیا تو آپ سب آزاد ہو گئے۔ آپ قلعہ دار سے خود مختار حکمران بن گئے۔ ایوبی مر گیا تو آپ اس سے دگنے علاقے کے حکمران بن جائیں گے جو آپ کے پاس ہے۔ جنگ و جدل کا خطرہ ہمیشہ کے لیے ٹل جائے گا۔ میں ترپولی جا رہا ہوں۔ آپ کی فوج نے گھوڑوں اور اونٹوں کا جو نقصان اٹھایا ہے وہ میں بہت جلدی پورا کر دوں گا۔ ہتھیار بھی بھجواؤں گا۔ ہمت نہ ہاریں۔ ایوبی مر گیا تو ہم آپ کو اتنی مدد دیں گے کہ آپ سیف الدین، الملک الصالح اور دوسرے تمام خود مختار مسلمان امراء پر چھا جائیں گے اور آپ کو وہی حیثیت حاصل ہو جائے گی جو آج صلاح الدین ایوبی کو حاصل ہے"۔

اقتدار کی ہوس اور عیش پرستی نے گمشتگین کی عقل پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ اُس کی عقل میں اتنی سی بات نہیں آ رہی تھی کہ یہ صلیبی اپنی قوم کا نمائندہ ہے اور وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اور کر رہا ہے وہ اپنے قومی مقاصد کی خاطر کر رہا ہے۔ یہ بہت بڑا جاسوس اور تخریب کار تھا جو یہ دیکھتا پھر رہا تھا کہ سلطان ایوبی کے طوفان کو کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ ہر میدان میں شکست کھا کر صلیبیوں نے یہی طریقہ بہتر جانا تھا کہ سلطان ایوبی کو قتل کرا دیا جائے اور مسلمان حکمرانوں کو ایک دوسرے کا بھی دوست نہ رہنے دیا جائے تاکہ سلطان ایوبی کے مرنے کے بعد یہ آپس میں لڑتے لڑتے ختم ہو جائیں اور صلیبیوں کو جنگ و جدل کے بعد دنیائے عرب کی حکمرانی مل جائے۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لیے انہوں نے مسلمان امراء کے دماغوں میں زر پرستی اور بادشاہی کا کیڑا ڈال دیا تھا۔

"صلاح الدین ایوبی کے قتل سے تو شیخ سنان بھی دست بردار ہو گیا ہے"۔ گمشتگین نے کہا۔ "وہ کہتا ہے کہ اُس نے چار اور فدائی بھیج رکھے ہیں لیکن وہ پُرامید نظر نہیں آتا"۔

"اتنے زیادہ قاتلانہ حملے ناکام ہونے کے بعد سنان کو ایوبی کے قتل سے دست بردار ہی ہو جانا چاہیے"۔ صلیبی نے کہا۔ "ان حملوں کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ فدائی حشیش کے نشے میں جاتے ہیں۔ ایوبی کو صرف وہ آدمی قتل کر سکتا ہے جو ہوش میں ہو اور دل کی گہرائیوں سے محسوس کرے کہ اُسے صلاح الدین ایوبی کو اپنے ذاتی یا قومی جذبے سے قتل کرنا ہے۔ آپ شاید انسانی فطرت کو نہیں سمجھتے۔ ایوبی پر جو قاتلانہ حملہ کرنے جاتا ہے اس پر نشے کا اثر ہوتا ہے۔ جوں ہی آگے سے مزاحمت ہوتی ہے نشہ اُتر جاتا ہے اور حملہ آور اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی بجائے آپ کسی کو جذبات سے اندھا کر کے، اور اُس کے دل میں ایوبی کی نفرت پیدا کر کے اس کے قتل کے لئے بھیجیں تو وہ اُسے قتل کر کے ہی رہے گا"۔

"شیخ سنان نے مجھے صلاح الدین ایوبی کے چار چھاپہ مار دیئے ہیں"۔ گمشتگین نے کہا۔ "اور کہا ہے

کہ انہیں تیار کر کے اُن سے سیف الدین کو قتل کراؤں۔ یہ چھاپہ مار سیف الدین کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اس لیے اُسے قتل کرنے میں خوشی محسوس کریں گے۔ میں انہیں موقع فراہم کروں گا۔ سیف الدین کو موت کے جال میں لانا میرا کام ہے"۔

"کیوں نہ انہی کو صلاح الدین ایوبی کے قتل کے لیے تیار کیا جائے؟"۔ صلیبی نے کہا۔ "لیکن انہیں حشیش یا کوئی اور نشہ نہ دیا جائے۔ ان پر جذباتیت کا نشہ طاری کیا جا سکتا ہے"۔

"ایسا نشہ آپ ہی طاری کر سکتے ہیں"۔ گمشتگین نے کہا۔

صلیبی نے تھیریسیا اور لزا کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔ لزا نے کہا۔ "میں چھاپہ ماروں کے کمانڈر کو تیار کر سکتی ہوں جس کا نام الناصر ہے۔ باقی تین کو آپ سنبھالیں"۔

"تم الناصر کو سنبھالو"۔ صلیبی نے کہا۔ "دوسروں کو ابھی ان کے حال پر چھوڑ دو جہاں تک میں انسانی فطرت کو سمجھتا ہوں الناصر خود ہی اپنے ساتھیوں کو سنبھال لے گا"۔ اُس نے پوچھا۔ "وہ ہیں کہاں؟ انہیں اس جگہ لے آؤ۔ الناصر کو الگ کمرہ دو اور اُس کے ساتھیوں کو الگ کمرے میں رکھو.... اور تم سب محتاط رہنا۔ سنان نے اس لڑکی پر نظر رکھی ہوئی ہے۔ یہ لڑکی اُسے اتنی پسند آئی ہے کہ اس سے جُدا نہیں ہونا چاہتا۔ اُس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ یہ لڑکی (لزا) اس کے حوالے کر دوں ورنہ میں اُس کا مہمان نہیں قیدی ہوں گا۔ اُس نے مجھے سوچنے کی مہلت دی ہے"۔

"اس کے متعلق آپ پریشان نہ ہوں"۔ گمشتگین نے کہا۔ "میں ان چار چھاپہ ماروں کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ آپ بھی اور یہ لڑکیاں بھی میرے ساتھ چلیں گی"۔

☆

الناصر اور اُس کے تینوں ساتھیوں کو اُن کمروں میں سے ایک میں لے گئے جو صلیبی فوج کے افسروں کے لیے مخصوص تھے۔ الناصر کو الگ کمرہ دیا گیا جو اُس نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے جدا نہیں ہوگا۔ اُسے تھیریسیا اور لزا اپنے جال میں پھانسنے کے لیے الگ رکھنا چاہتی تھیں۔

"تم ان کے کمانڈر ہو"۔ صلیبی نے اُسے کہا۔ "تمہیں اپنے ماتحتوں سے الگ رہنا چاہیے"۔

"ہمارے ہاں اونچ نیچ کا رواج نہیں"۔ الناصر نے کہا۔ "ہمارا سلطان اپنی فوج کے ساتھ رہتا ہے۔ میں معمولی سا کماندار ہوں، اپنے ساتھیوں سے الگ رہ کر تکبر کا گناہ نہیں کروں گا"۔

"ہم تمہاری تعظیم کرنا چاہتے ہیں"۔ صلیبی نے کہا۔ "اپنے ہاں جا کر جو جی میں آئے کرنا۔ یہاں تمہیں تمہارے ماتحتوں کے ساتھ رکھ کر ہم تمہاری توہین نہیں کرنا چاہتے"۔

"ہمارے چھاپہ مار کماندار اپنے سپاہیوں کے ساتھ زندہ رہتے ہیں اور اُن کے ساتھ مرتے ہیں"۔ الناصر نے کہا۔ "ہم موت کی منزل کے ہمسفر ہیں۔ ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوا کرتے۔ اگر ہم آپ کے مہمان ہوتے تو شاید میں آپ کی بات مان جاتا۔ ہم آپ کے قیدی ہیں۔ ہماری قسمت ایک ہے جو اذیت اور

مصیبت ایک کو ملے گی، اس سے ہم سب حصہ وصول کریں گے۔ ایک ساتھی کو زندہ رکھنے کے لیے ہم تین ساتھی اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔"

"کیا تم ہماری قید سے فرار ہونے کی کوشش کرو گے؟" گشتگین نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہم آزاد ہونے کی کوشش ضرور کریں گے۔ یہ ہمارے فرائض میں شامل ہے۔" الناصر نے کہا۔ "م کو آزاد ہو جائیں یا تم سب کو مار کر۔ ہمیں قید میں رکھنا ہے تو ہمیں زنجیریں ڈال دو، دھوکے نہ دو۔ ہم میدان کے مرد ہیں۔ ہم سیف الدین اور گشتگین جیسے ایمان فروش نہیں ہیں۔"

"میں گشتگین ہوں۔" گشتگین نے کہا۔ "حران کا خود مختار حکمران۔ تم نے مجھے ایمان فروش کہا ہے۔"

"میں آپ کو ایک بار پھر ایمان فروش کہتا ہوں۔" الناصر نے کہا۔ "میں آپ کو غدار بھی کہتا ہوں۔"

"لیکن اب میں ایمان فروش ہوں نہ غدار۔" گشتگین نے الناصر کو دھوکہ دینے کے لیے جھوٹ بولا۔ "دیکھ لو، جنگ ترکمان میں لڑی جا رہی ہے اور میں یہاں ہوں۔ اگر میں تمہارا دشمن ہوتا تو تمہیں اس طرح آزاد نہ رہنے دیتا جس طرح اب ہو۔ سیف الدین اور الملک سے الگ ہو چکا ہوں۔ تمہیں عزت اور تعظیم سے اس قلعے سے لے جا رہا ہوں اور عزت سے رخصت کروں گا۔ تم ہو تو معمولی سے کمانڈر لیکن تمہارے سینے میں صلاح الدین ایوبی کی عظمت اور جذبہ ہے۔"

"لیکن میں اپنے ساتھیوں سے الگ نہیں رہوں گا۔" الناصر نے کہا۔ "مجھ سے یہ گناہ نہ کرائیں۔"

"نہ سہی۔" صلیبی نے کہا۔ "اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہو۔"

اُس وقت اُس کے ساتھی ایک کشادہ اور خوشنما کمرے میں تھے جہاں نرم و گداز بستر بچھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک خادم بھی تھا جس سے ان تینوں نے پوچھا تھا کہ یہ قلعے کا کون سا حصہ ہے اور یہاں کیا ہوتا ہے۔ خادم نے انہیں بتایا کہ یہ مہمانوں کے کمرے ہیں۔ یہاں صرف، وہ مہمان رکھے جاتے ہیں جو اونچے رتبے کے باعزت لوگ ہوتے ہیں۔ یہ تینوں چھاپہ مار دیکھ رہے تھے کہ اُن کے ساتھ قیدیوں والا سلوک نہیں ہو رہا۔ وہ بہت تھکے ہوئے تھے۔ ایسے نرم بستروں پر انہیں فوراً نیند آ گئی اور وہ گہری نیند سو گئے۔

☆

صلیبی اور گشتگین نے الناصر کو بہت دیر اپنے ساتھ رکھا، اُس کے ساتھ عزت سے پیش آتے ہوئے ایسی باتیں کرتے رہے جن سے الناصر کے جذبے کی تیزی اور تُندی کچھ کم ہو گئی۔ یہ اِن دونوں کی کامیابی کا پہلا قدم تھا۔ لزا اس کمرے سے نکل گئی تھی۔ الناصر اُس وقت اس کمرے سے نکلا جب اس کے ساتھی گہری نیند سو گئے تھے۔ وہ برآمدے میں جا رہا تھا۔ ایک نسوانی آواز نے اُسے سرگوشی میں پکارا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ وہ رُک گیا۔ ایک تاریک سایہ آگے آیا۔ یہ لزا تھی جس نے الناصر کا بازو پکڑ کر کہا۔ "اب تمہیں یقین آ گیا ہے کہ میں جن نہیں انسان ہوں؟"

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔" الناصر نے جھنجھلاہٹ سے کہا۔ "میں قیدی ہوں اور میری یوں عزت کی جا رہی ہے جیسے میں شہزادہ ہوں۔"

"تمہاری حیرت بجا ہے۔" لزا نے کہا۔ "ذرا سمجھنے کی کوشش کرو۔ گشتگین نے تمہیں بتا دیا ہے کہ اُس نے صلاح الدین ایوبی کی دشمنی ترک کر دی ہے۔ اب وہ ایوبی کے کسی فوجی کو جنگی قیدی نہیں سمجھتا۔ تم اور تمہارے ساتھی خوش قسمت ہیں کہ تم یہاں آئے اور گشتگین یہاں تھا۔ دوسری وجہ میری ذات ہے۔ تم میری حیثیت اور رتبے کو نہیں جانتے۔ میں تمہاری نظر میں بدکار لڑکی ہوں جو مکانوں اور اعلیٰ حکام کی تفریح کا ذریعہ بنتی ہوں۔ یہ سب غلط ہے اور تمہارا وہم ہے۔" لزا نے اسے بازو سے پکڑا اور کہا۔ "آؤ یہاں سے دُور جا بیٹھیں۔ آ جاؤ۔ میں تمہارے وہم دُور کرنا چاہتی ہوں، پھر تم آزاد ہو۔ میرے متعلق جو رائے قائم کرنا چاہو کر لینا۔"

قلعے کا یہ حصہ خوشنما تھا۔ کُھلا میدان تھا جس کے وسط میں چٹانیں تھیں۔ ان کے اردگرد سبزہ تھا۔ سبزے میں پھولدار پودے اور درخت تھے۔ قلعہ بہت وسیع و عریض تھا۔ لزا الناصر کو باتوں میں الجھا کر کمروں سے دُور چٹان کے دامن میں لے گئی جہاں پھولوں کی مہک تھی۔ وہ جب اُدھر جا رہے تھے، اُس وقت صلیبی اور تھیریسیا ایک دیوار کے ساتھ کھڑے چھپ کر دیکھ رہے تھے۔

"لزا اسے قابو میں لے لے گی۔" صلیبی نے کہا۔

"لڑکی جذباتی ہے۔" تھیریسیا نے کہا۔ "اپنے فرائض سے گھبرا کر اسی کے پاس جا بیٹھی تھی۔ اتنی کچی بھی نہیں۔"

"اس عمر میں اسے باہر کی ڈیوٹی پر نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔" صلیبی نے کہا۔ "ہم ساتھ ہیں کوئی گڑبڑ نہیں کرے گی۔"

لزا الناصر سے کہہ رہی تھی۔ "تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں تم پر اتنی مہربان کیوں ہو گئی ہوں۔ تم نے مجھے اپنا دشمن سمجھ کر یہ بات پوچھی تھی۔ میں تمہیں یقین نہیں دلا سکتی کہ دشمنی تمہارے اور میرے بادشاہوں کے درمیان ہے۔ میری اور تمہاری کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

"اور دوستی بھی کیا ہو سکتی ہے؟" الناصر نے پوچھا۔

لزا نے گہری آہ بھری اور بازو الناصر کے کندھوں پر رکھ کر کہا۔ "تم پتھر ہو۔ میں نے سنا تھا کہ مسلمانوں کے دل ریشم کی طرح نرم ہوتے ہیں۔ مذہب کو ذرا دیر کے لیے الگ رکھ دو۔ اپنے آپ کو مسلمان اور مجھے عیسائی نہ سمجھو۔ ہم دونوں انسان ہیں۔ ہمارے سینوں میں دل ہیں۔ کیا تمہارے دل میں کوئی خواہش، کوئی پسند اور کسی چیز سے پیار نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ تم مرد ہو۔ تم اپنے دل پر قابو پا سکتے ہو۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں۔ میرا دل بے قابو ہو گیا ہے۔ تم میرے دل میں اُتر گئے ہو۔ ہم تمہیں نشے کی حالت میں قلعے میں لائیں تو شیخ سنان نے حکم دے دیا کہ ان چاروں کو تہہ خانے میں بند کر دو۔ اگر تمہیں وہاں لے جاتے تو وہاں سے لاش بن کر نکلتے۔ میں تم جیسے خوبصورت جوان کا یہ انجام برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے شیخ سنان سے کہا کہ یہ تمہارے نہیں ہمارے قیدی ہیں اور یہ ہماری

تحویل میں رہیں گے۔ اس بوڑھے کے ساتھ بھیجے اور تھیریسیا کو بہت دیر جھک جھک کرنی پڑی۔ اُس نے ایک شرط بتائی۔ کہنے لگا۔ "اگر تم انہیں تہ خانے سے بچانا چاہتی ہو تو میری خواب گاہ میں آجاؤ"۔ میرے دل میں اس بوڑھے کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔ میں نے پس و پیش کی تو اُس نے کہا۔ "یہ چاروں تہ خانے میں جائیں گے یا تم میری خواب گاہ میں آؤ گی"۔ مجھے بڑی شدت سے محسوس ہُوا کہ میں تمہیں آج سے نہیں بچپن سے چاہتی ہوں اور میں تمہاری خاطر اپنا جسم، اپنی جان اور اپنی آبرو قربان کر دینے کی ہمت رکھتی ہوں۔"

"کیا تم نے اپنی آبرو قربان کر دی ہے؟"۔ الناصر نے تڑپ کر پوچھا۔

"نہیں"۔ لزا نے کہا۔ "میں نے اُسے دھوکے پر ٹالا ہے۔ اُس نے مجھے یہ کہہ کر مہلت دے دی ہے کہ ہم قلعے میں آزاد رہیں گے لیکن ہم اس کے قیدی ہوں گے۔"

"میں تمہاری آبرو کی حفاظت کروں گا"۔ الناصر نے کہا۔

"کیا تم نے میری محبت کو قبول کر لیا ہے؟"۔ لزا نے بھولے بھالے لہجے میں پوچھا۔

الناصر نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ تو اُسے ٹریننگ میں بتایا گیا تھا کہ صلیبی لڑکیاں حسن و جوانی اور حسین فریب کا جال کس طرح بچھایا کرتی ہیں لیکن یہ زبانی ہدایات تھیں جن کی حیثیت وعظ سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں تھی۔ اُسے ایسے جال سے بچنے کی عملی ٹریننگ نہیں دی گئی تھی نہ دی جا سکتی تھی۔ اب ایک صلیبی لڑکی نے جال بچھایا تو انسانی فطرت کی کمزوریاں الناصر کی ذات سے اُبھر آئیں اور اس کی عقل و دانش پر غالب آنے لگیں۔ وہ ریگزاروں اور بیابانوں میں موت کے ساتھ کھیلنے والا انسان تھا۔ اس کے احساسات ریت میں دبے رہتے تھے۔ اس نے لزا جیسی دلکش لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ جہاں تک دیکھنے کا تعلق تھا لزا کے حسن اور طلسماتی اثر والے جسم نے اس پر کچھ اثر نہیں کیا تھا مگر اب لزا کے کھلے بکھرے ہوئے، ریشم جیسے ملائم بال اُس کے ایک گال سے کبھی اس کے بازو سے مَس کر جاتے تھے۔ اس کے وجود میں لہری دوڑ جاتی اور وہ ہر بار اپنے جسم کے اندر لرزہ سا محسوس کرتا تھا۔

کئی بار ایسے ہُوا تھا کہ دشمن کے تیر اس کے جسم کو چھُوتے ہوئے گزر گئے تھے۔ برچھیوں کی انیوں نے اس کی کھال چیر دی تھی۔ وہ کبھی ڈرا نہیں تھا۔ جسم کو چھُو کر گزرتے تیروں اور برچھیوں نے اس کے جسم پر ایک ثانیے کے لیے بھی لرزہ طاری نہیں کیا تھا۔ موت کئی بار اس کے ساتھ لگ کر گزر گئی تھی۔ اس کے احساسات میں ذرا سی بھی ہلچل پیدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں لگائی ہوئی آگ کے شعلوں میں سے بھی گزرا تھا مگر کمزور سی ایک لڑکی کے بالوں کے لمس سے اس کے وجود میں بھونچال آگیا۔ اُس نے اس لمس سے بچنے کی ویسی کوشش کی جیسی وہ تیروں اور برچھیوں سے بچنے کے لیے کیا کرتا تھا، اور جب لزا اُس کے اور زیادہ قریب ہوگئی تو الناصر نے محسوس کیا کہ لڑکی ابھی اس سے دُور ہے۔

لزا کو ٹریننگ دی گئی تھی کہ اپنے شکار کو کس طرح ہپناٹائز کیا جا سکتا ہے۔ اُس نے کر لیا۔ الناصر کو ایسی پیاس محسوس ہونے لگی جو صحرا کی پیاس سے بہت مختلف تھی۔ پانی اس پیاس کو نہیں بجھا سکتا تھا۔ جوں جوں رات

گزرتی جا رہی تھی الناصر کی انسانیت ختم ہوتی جا رہی تھی۔ پہلے تو الناصر کا جسم کانپا تھا پھر اُس کا ایمان لرز گیا۔ جذبے کی بنیادیں ہل گئیں اور جذبات کے جھکڑ اور زیادہ تند ہو گئے۔

"ہاں!"۔ الناصر نے کمزور آواز میں کہا۔ "میں نے تمہاری محبت کو قبول کر لیا ہے لیکن اس کا انجام کیا ہوگا؟ کیا تم مجھے یہ ضمانت دو گی کہ میں تمہارے ساتھ چلوں؟ اپنا مذہب چھوڑ دوں اور تم میرے ساتھ شادی کرو گی؟"

"میں نے ایسی کوئی بات نہیں سوچی"۔ لزا نے کہا۔ "اگر تم نے میرا ساتھ دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو میں تم ہمیشہ کے لیے مجھے اپنی رفیقہ بنانا چاہتے ہو تو میں اپنا مذہب چھوڑ دوں گی۔ تم مجھ سے قربانی مانگو لیکن مجھے ناپاک نہ کہو۔ عارضی محبت تو میں جہاں سے چاہوں حاصل کر سکتی ہوں تمہیں میری رُوح نے چاہا ہے۔"

الناصر پر طلسم طاری ہو چکا تھا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تھی۔ الناصر وہاں سے اُٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ لزا نے اُسے کہا کہ وہ اپنے کمرے میں چلا جائے۔ پکڑے جانے کی صورت میں انجام اچھا نہیں ہوگا۔

☆

الناصر کمرے میں داخل ہُوا تو اس کے ساتھی گہری نیند سوئے تھے۔ وہ لیٹ گیا لیکن اُسے نیند نہ آئی۔ لزا اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو تھیریسیا کی آنکھ کھل گئی۔

"اتنی دیر؟"۔ تھیریسیا نے کہا۔

"تو کیا پتھر ایک پھونک سے موم ہو جایا کرتے ہیں؟"۔ لزا نے کہا۔

"پتھر زیادہ سخت تو نہیں؟"

"مجھے ناکامی کی توقع تو نہیں تھی"۔ لزا نے جواب دیا۔ "لیکن مجھے ترکش کا آخری تیر بھی پھینکنا پڑا۔ وہ پوری طرح میرا غلام ہو گیا ہے۔"

"یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ خود ہی کہیں موم نہ ہو جانا"۔ تھیریسیا نے کہا۔

"آدمی خوبصورت ہے"۔ لزا نے کہا اور ہنس پڑی۔ کہنے لگی۔ "مجھے اتنا بھی بھولا بھالا نہ سمجھو۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ مجھے اس قسم کے بھولے مرد اچھے لگتے ہیں جن کے کردار میں کوئی فریب نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے یہ آدمی اس لیے مجھے اچھا لگا ہے کہ میں سیف الدین جیسے بوڑھے اور عیاش مردوں کے ساتھ رہ کر ان سے متنفر ہو گئی ہوں۔"

"الناصر سے بھی متنفر ہی رہنا"۔ تھیریسیا نے کہا۔ "محبت کے جھانسے کو اور زیادہ طلسماتی بنا لینا۔ یاد رکھنا کہ اس کے ہاتھوں ہمیں صلیب کے سب سے بڑے دشمن صلاح الدین ایوبی کو قتل کرانا ہے۔"

تھیریسیا نے اُسے کچھ اور ہدایات دیں۔ ایک دو نئے طریقے بتائے اور دونوں سو گئیں۔ الناصر ابھی تک جاگ رہا تھا۔ تنہائی میں اُس نے لزا کی باتوں پر اور اظہارِ محبت پر غور کیا تو اس کا ذہن تقسیم ہو گیا۔ اُسے اپنی ٹریننگ یاد آئی جس میں اُسے صلیبی لڑکیوں کے جادو بھرے جھانسوں کے متعلق بتایا گیا تھا۔ لزا اُسے حسین فریب نظر آنے لگا لیکن اُس کے ذہن میں یہ خیال بھی غالب آجاتا تھا کہ یہ فریب نہیں۔ جہاں تک جسم کا

چہرے سے کا تعلق تھا۔ الناصر میں بہت کشش اور جاذبیت تھی۔ اپنے ان اوصاف سے وہ خود بھی آگاہ تھا۔ انسانی فطرت کی کمزوریاں بھی الناصر کو وہم اور وسوسوں اور خوش فہمیوں میں مبتلا کر رہی تھیں۔ وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچا اور اس کی آنکھ لگ گئی۔

اُسے ایک آدمی نے جگایا اور کہا کہ اُسے تھیر پسیا نے اپنے کمرے میں بلایا ہے۔ وہ چلا گیا۔ اس کمرے میں تھیر پسیا اکیلی تھی۔

"بیٹھو الناصر!" — تھیر پسیا نے کہا — "میں تمہارے ساتھ بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہوں"۔ الناصر اس کے سامنے بیٹھ گیا تو تھیر پسیا نے کہا۔ "میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ رات لزا تمہیں باہر لے گئی یا تم اُسے لے گئے تھے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ لڑکی بہت چنچل اور معصوم ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ تمہیں پسند کرتی ہے لیکن تم اُسے وہ تمہیں اجازت نہیں دے سکتی کہ اس طرح رات رات بھر باہر بیٹھے رہو۔ لزا کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کرو"۔

"میں نے ایسی کوشش نہیں کی" — الناصر نے کہا — "ہم دونوں باتیں کرتے کرتے ذرا دور نکل گئے تھے"۔

"میں لزا کو یہ نہیں کہنے دوں گی کہ وہ تمہاری محبت میں ایسی پاگل نہ بنے کہ اُسے کسی کا ہوش ہی نہ رہے" — تھیر پسیا نے کہا — "میں تم سے اُمید رکھوں گی کہ اُس کی کم عمری اور نیم بالغیت سے فائدہ نہ اٹھاؤ"۔

"لزا تمہاری حرمِ شہزادی ہے" — الناصر نے کہا — "اور میں تمہارا قیدی ہوں۔ میں ایک حقیر انسان ہوں۔ لزا کا مذہب کچھ اور ہے اور میرا کچھ اور۔ شہزادی اور قیدی میں اتنی محبت نہیں ہو سکتی"۔

"تم عورت کی فطرت سے شاید واقف نہیں" — تھیر پسیا نے کہا — "شہزادی اپنے قیدی کو دل دے بیٹھے تو اُسے شہزادہ سمجھ کر اپنے آپ کو اُس کا قیدی بنا لیا کرتی ہے۔ محبت مذہب کی زنجیریں توڑ دیا کرتی ہے۔ میں اس کے ساتھ بات کر چکی ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ میرا جینا اور میرا مرنا الناصر کے لیے ہے۔ وہ کہے گا کہ اپنا مذہب چھوڑ دو تو میں گلے سے صلیب اتار کر پھینک دوں گی۔ تم نہیں جانتے الناصر، لزا نے صرف تمہاری خاطر شیخ سنان کو ناراض کر دیا ہے۔ وہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو قید میں ڈال دینا چاہتا ہے لیکن لزا نے اس کے ساتھ دشمنی مول لے کر تمہیں اپنے ساتھ رکھا ہے۔ سنان نے لزا کو جو شرط بتائی ہے وہ صرف اُس لڑکی کے لیے قابلِ قبول ہو سکتی ہے جسے کسی کی محبت نے اندھا کر رکھا ہو۔ اگر ہم اس قلعے سے جلدی نہ نکل سکے تو لزا یہ شرط مان لے گی"۔

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا" — الناصر نے کہا — "میں لزا کی آبرو کی خاطر کٹ مروں گا"۔

"کیا تمہارے دل میں لزا کی اتنی ہی محبت ہے جتنی اُس کے دل میں ہے؟"

"اگر وہ لڑکی ہو کر میری محبت کا اعتراف کرتی ہے اور اس کے اظہار سے نہیں ڈرتی تو میں انکار کیوں کروں؟ میں مرد ہوں۔ میرے دل میں لزا کی محبت ہے"۔

[redacted]

"میں تم سے صرف یہ التجا کرتی ہوں کہ اُسے دھوکہ نہ دینا" — تھیر پسیا نے کہا — "وہ تمہاری قیدی نہیں ہے۔ گشتگین تمہیں اپنا مہمان سمجھ رہا ہے۔

الناصر کا ذہن جو لزا کے متعلق دو حصوں میں بٹ گیا تھا صاف ہو گیا۔ اُس پر ایک مدت کا نشہ طاری ہو گیا اور وہ اُسے دیکھنے کے لیے بیتاب ہو گیا۔ اس نے تھیر پسیا سے پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟" تھیر پسیا نے اُسے بتایا کہ وہ رات بھر جاگتی رہی ہے۔ دوسرے کمرے میں سوئی ہوئی ہے۔ تھیر پسیا نے کہا۔ "میں اُسے جگاتی ہوں"۔ اُس نے لزا کے طلسم کو الناصر کی عقل پر لوہے کی طرح طاری کر دیا۔ [illegible] درجے کی چالاک تھیں۔ یہی ان کی تربیت تھی۔ وہ انسانی کمزوریوں کے ساتھ کھیلنا خوب جانتی تھیں۔ جہاں سے اُٹھا تو وہ ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ اپنے کمرے میں گیا تو ساتھیوں نے اس سے پوچھا وہ کہاں گیا تھا۔ اُس نے جھوٹ بولا اور انہیں تسلی دی کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ اپنے ذہن سے پسپا ہو رہا تھا۔

☆

صلیبی گشتگین کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ گشتگین اُسے کہہ رہا تھا کہ وہ الناصر اور اس کے ساتھیوں کو ایک دو دنوں میں حرن لے جانا چاہتا ہے۔ اتنے میں تھیر پسیا آ گئی۔ اُس نے ان دونوں سے کہا — "آپ جن چالوں کو کامیاب سمجھ رہے ہیں وہ ہمارے جال میں آ گیا ہے"۔ اس نے بتایا کہ کس طرح الناصر کے دل پر لزا کا قبضہ ہے اور پختہ کر دیا ہے۔ اس نے کہا — "اس آدمی کو صلاح الدین ایوبی کے قتل کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ آدمی کتنے وقت میں اپنی اصلیت کو بھول کر اپنے سلطان کے قتل کے لیے تیار ہوتا ہے"۔

"میں ان چالوں کو ایک دو دنوں میں حرن لے جانا چاہتا ہوں" — گشتگین نے کہا — "کیا تم دونوں یا اکیلی لزا میرے ساتھ چلے گی اور میرے ساتھ رہے گی؟ قتل کے لیے الناصر کو ذہنی تیار تم کرے گی"۔

"میں لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں" — صلیبی نے کہا — "میں زیادہ دن ایک نہیں سکتا مجھے اپنے حکمرانوں کو جلدی یہ اطلاع دینی ہے کہ صلاح الدین ایوبی کے [illegible] اُن فوجوں کے سالار سوائے بھاگنے کے اور کچھ نہیں جانتے۔ میں نہیں صورتِ حال سے آگاہ کرتے صلاح الدین کو شکست دینے کا کوئی اور طریقہ اختیار کرنے کا مشورہ دوں گا۔ ہو سکتا ہے ہماری مدد سے آپ لوگوں کو جو مدد ملتی ہے وہ بند کر دی جائے"۔

"ایسا نہ کہو" — گشتگین نے منت سماجت کے لہجے میں کہا — "مجھے ایک دو روز دو۔ میں اپنی فوج کو [illegible] کرا دوں گا پھر دیکھنا میں کس طرح فاتح بن کر دمشق میں داخل ہوتا ہوں۔ یہ دونوں لڑکیاں [illegible] دو۔ اس نے چھاپہ ماروں کے کمانڈر پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ اسے تیار کرے گی۔ الناصر صلاح الدین ایوبی [illegible] یا اور کوئی روک ٹوک سکتا ہے، کیونکہ یہ اُس کا چھاپہ مار ہے۔ وہ ایوبی کو کسی سے قتل کرا سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے لزا کو آپ لے گئے تو الناصر میرے کسی کام کا نہیں رہے گا"۔

کچھ بحث مباحثے کے بعد صلیبی نے کہا۔ "حرّان جانے کی بجائے ہم یہیں رُک کے رہتے ہیں۔ یہ دونوں لڑکیاں الناصر کو تیار کرلیں گی اور ہو سکتا ہے کہ اس کے تینوں ساتھیوں کو بھی تیار کیا جا سکے۔ ان کے دلوں میں صلاح الدین ایوبی کی نفرت پیدا کرنی ہے۔"

"الناصر کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ بہت کچا آدمی ہے۔" تیسرا بولا۔ "لزا اس کی عقل پر قابض ہو چکی ہے۔ دو تین ملاقاتوں کے بعد وہ لزا کے اشاروں پر ناچنے لگے گا۔"

"آج ان چاروں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ۔"

کھانے کا وقت ہوا تو الناصر اور اُس کے ساتھیوں کو بھی کھانے کے کمرے میں بلا لیا گیا۔ اُن کے ساتھ دوستانہ بے تکلفی پیدا کرلی گئی۔ کھانا ابھی رکھا نہیں گیا تھا کہ شیخ سنان کے ایک خادم نے آکر صلیبی سے کہا کہ اُسے سنان نے بلایا ہے۔ صلیبی چلا گیا۔

"اس لڑکی کے متعلق تم نے کیا سوچا ہے؟" — شیخ سنان نے پوچھا۔

"میں جب جاؤں گا اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" — صلیبی نے جواب دیا۔

"تمہارے جانے تک لڑکی میرے پاس رہے گی۔" — سنان نے کہا۔

"میں آج ہی چلا جاؤں گا۔"

"جاؤ۔" — شیخ سنان نے کہا۔ "اور لڑکی کو یہیں چھوڑ جاؤ۔ تم اسے قلعے سے باہر نہیں لے جا سکو گے۔"

"سنان!" — صلیبی نے کہا۔ "اس قلعے کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ مجھے للکارنے کی جرأت نہ کرو۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ ابھی ٹھکانے نہیں آیا۔" — شیخ سنان نے کہا۔ "آج رات لڑکی کو تم خود میرے پاس لے آنا۔ خود جاؤ یا رہو۔ اگر تم رات لڑکی کو نہ لائے تو تم تہہ خانے میں اور لڑکی میرے پاس ہوگی۔ جاؤ۔ ٹھنڈے دل سے سوچ لو۔"

☆

صلیبی کھانے کے کمرے میں داخل ہوا۔ سب بیتابی سے اُس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ پھنکار رہا تھا۔ کہنے لگا۔ "سنو دوستو! شیخ سنان نے مجھے للکار کر کہا ہے کہ آج رات لزا اُس کے پاس ہوگی۔ اس نے مجھے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ لزا کو میں خود اُس کے پاس لے جاؤں، اور اگر میں نہ لے گیا تو وہ مجھے تہہ خانے میں ڈال دے گا اور لزا کو لے جائے گا۔"

"آپ اگر تہہ خانے میں چلے گئے تو کیا ہم مر جائیں گے؟" — الناصر نے کہا۔ "وہ لزا کو نہیں لے جا سکے گا۔"

"لیکن یہ لڑکی تمہاری کیا لگتی ہے الناصر؟" — اس کے ایک ساتھی نے پوچھا۔

"تم اپنے آپ کو ہمارا قیدی نہ سمجھو۔" — گشتگین نے کہا۔ "یہ مصیبت ہم سب کے لیے آ رہی ہے۔"

"تم ہمارے نہیں شیخ سنان کے قیدی ہو۔" — صلیبی نے کہا۔ "تم ہمارا ساتھ دو۔ ہم باہر جا کر تمہیں آزاد

کر دیں گے۔ اب یہاں سے نکلنے کی سوچو۔"

"مجھے شیخ سنان نے اجازت دے رکھی ہے کہ ان چاروں کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔" — گشتگین نے کہا۔ "میں انہیں آج ہی لے جا رہا ہوں۔ جلدی جلدی کھانا کھا لو۔ مجھے شام سے بہت پہلے روانہ ہونا ہے۔"

گشتگین کا دماغ بہت تیز تھا۔ اس نے کھانے کے دوران سب کو بتا دیا کہ اُس نے کیا سوچا ہے۔ کھانا کھا کر اُس نے اپنے خادموں اور باڈی گارڈوں کو بلایا اور کہا کہ وہ فوراً قلعے سے روانہ ہونے کی تیاری کریں۔ سامان فوراً باندھ لیا جائے۔ اُسی وقت اس کا قافلہ تیار ہونے لگا۔ اُس کے اپنے گھوڑے کے علاوہ چار گھوڑے باڈی گارڈوں کے تھے۔ چار اونٹ تھے جن پر کھانے پینے کے سامان کے علاوہ خیمے لادے گئے۔ سفر لمبا تھا۔ اس لیے خیمے ساتھ رکھے گئے تھے۔ انہیں ان کے بانسوں پر لپیٹا گیا تھا۔

گشتگین شیخ سنان کے پاس گیا اور اُسے بتایا کہ وہ جا رہا ہے اور چاروں چھاپہ ماروں کو بھی ساتھ لے جا رہا ہے۔ اُن کے متعلق سودا طے ہو چکا تھا۔ گشتگین نے زر و جواہرات کی صورت میں قیمت ادا کر دی تھی۔

"مجھے اُمید ہے کہ میں نے صلیبیوں کے کہنے پر جو چار آدمی بھیج رکھے ہیں وہ صلاح الدین کا کام تمام کر کے ہی آئیں گے۔" — شیخ سنان نے کہا۔ "تم سیف الدین کو ان چھاپہ ماروں سے قتل کراؤ۔ تم لوگ لڑ نہیں سکتے۔ اپنے دشمنوں کو چوری چھپے قتل کراؤ... تمہارا صلیبی دوست اور اُس کی پریاں کہاں ہیں؟"

"اپنے کمرے میں ہیں۔" — گشتگین نے کہا۔

"اُس نے چھوٹی لڑکی کے متعلق کوئی بات تو نہیں کی؟"

"اُسے کہہ رہا تھا کہ آج رات شیخ سنان کے پاس چلی جانا۔" — گشتگین نے جواب دیا۔ "وہ آپ سے بہت ڈرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔"

"یہاں بڑے بڑے جابر آدمی ڈر جاتے ہیں۔" — شیخ سنان نے کہا۔ "کمبخت لڑکی کو مجھ سے یوں چھپا رہا تھا جیسے وہ اس کی اپنی بیٹی ہے۔"

گشتگین اس سے رخصت ہوا۔ اس کا قافلہ تیار کھڑا تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس کے باڈی گارڈ بھی گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ دو گشتگین کے آگے ہو گئے اور دو اُس کے پیچھے۔ ان کے ہاتھوں میں برچھیاں تھیں۔ گھوڑوں کے پیچھے الناصر اور اس کے ساتھی اور اُن کے پیچھے سامان سے لدے ہوئے اونٹ تھے۔ قلعے کا دروازہ کھلا۔ قافلہ باہر نکل گیا اور دروازہ بند ہو گیا۔

☆

قافلہ قلعے سے دُور ہی دُور ہوتا گیا اور سورج اُفق کے عقب میں چھپنے لگا۔ سورج نے غروب ہو کر قلعے اور قلعے کو چھپا لیا۔ قلعے میں قندیلیں اور فانوس جل اُٹھے۔ شام پوری طرح تاریک ہو گئی تو شیخ سنان نے اپنے دان گشتگین کے لیے خیمہ کھڑا کر دیا گیا۔ باقی سب کے لیے الگ الگ خیمے نصب کیے گئے۔ چھاپہ مار اور باڈی گارڈز وغیرہ کھلے آسمان تلے لیٹ گئے۔ وہ بہت تھکے ہوئے تھے۔ فوراً ہی سو گئے۔ الناصر کو نیند نہیں آ رہی

تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ لزا کو نیمے سے جگا لائے یا وہ خود آجائے گی۔ وہ بھول گیا تھا کہ وہ چھاپہ مار ہے، اور اُس کی فوج کہیں لڑ رہی ہے۔ اُسے یہ خیال بھی نہ آیا کہ اُسے واپس اپنی فوج میں جانا ہے اور فرار کا یہ موقعہ نہایت اچھا ہے جب سب بیہوشی کی نیند سو گئے ہیں۔ گھوڑے بھی ہیں، ہتھیار بھی ہیں اور خورد و نوش کا سامان بھی ہے۔ اُس کے ساتھی اسی پر بھروسہ کئے سو گئے تھے۔ وہ اپنے کمانڈر کی ہدایات کے پابند تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ اُن کا کمانڈر اپنی عقل، اپنا ایمان اور اپنا جذبہ ایک نوجوان لڑکی کے سپرد کر چکا ہے۔ عورت اپنی تمام تر تباہ کاری کے ساتھ اس کے اعصاب پر سوار ہو چکی تھی۔

اُسے ایک سایہ چلتا نظر آیا جو کسی مرد کا نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اُٹھ کر بیٹھا، پاؤں پر سرکا اور سوئے ہوئے ساتھیوں سے دُور ہٹ گیا۔ سایہ اُدھر ہی آ رہا تھا۔ ذرا دیر بعد دو سائے ایک دوسرے میں جذب ہو گئے۔ لزا الناصر کو سوئے ہوئے قافلے سے کچھ دُور ایک ٹیلے کی اوٹ میں لے گئی۔ اس رات وہ پہلے سے زیادہ جذباتی معلوم ہوتی تھی۔ الناصر کی جذباتی کیفیت میں دیوانگی آگئی تھی۔ لزا جذباتیت کا اظہار زبان سے کم اور حرکات سے زیادہ کر رہی تھی۔ اس نے اچانک پرے ہٹ کر کہا۔ "الناصر ایک بات بتاؤ۔ تمہاری زندگی میں کبھی کوئی عورت داخل ہوئی ہے؟"

"ماں اور بہن کے سوا میں نے کسی عورت کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا"۔ الناصر نے جواب دیا۔ "تم نے میری زندگی دیکھ لی ہے۔ میں نوجوانی میں نورالدین زنگی کی فوج میں شامل ہو گیا تھا۔ جہاں تک یاد ہیں پیچھے جاتی ہیں میں اپنے آپ کو میدانِ جنگ میں، ریگستان میں، اپنے ساتھیوں سے دُور دشمن کے علاقوں میں خون بہاتا، اور بھیڑیوں کی طرح شکار کی تلاش میں پھرتا دیکھتا ہوں۔ میں جہاں بھی ہوتا ہوں اپنے فرض سے کوتاہی نہیں کرتا۔ میرا فرض میرا ایمان ہے"۔ وہ چونک اٹھا۔ ذرا سی دیر کچھ سوچ کر اس نے پوچھا۔ "لزا، تم نے شاید میرے ایمان کی بنیاد ہلا دی ہے۔ مجھے بتاؤ تم لوگ مجھے اور میرے ساتھیوں کو کہاں لے جا رہے ہو؟"

"مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے دل میں میری محبت ہے یا مجھے دیکھ کر تم حیوان بن جاتے ہو؟"۔ لزا نے ایسے لہجے میں پوچھا جس میں پیار اور مذاق کی ہلکی سی بھی جھلک نہیں تھی۔ اُس کا انداز گذشتہ رات کی نسبت بدلا ہوا تھا۔

"تم نے مجھے کہا تھا کہ محبت کو ناپاک نہ کرنا"۔ الناصر نے کہا۔ "میں تم پر ثابت کروں گا کہ میں حیوان نہیں۔ سے پوچھا۔" وہ صلیبی لڑکی کو لے کر نہیں آیا؟"۔ اُسے نفی میں جواب ملا۔ اس نے تین چار بار پوچھا تو بھی اُسے نفی میں جواب ملا۔ اس نے اپنے خصوصی خادم کو بلا کر کہا۔ "اُس صلیبی سے جا کر کہو کہ چھوٹی لڑکی کو لے کر جلدی آئے"۔

خادم اُن کمروں میں گیا جہاں صلیبی ٹھہرا کرتے تھے۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ لڑکیاں بھی نہیں تھیں۔ تمام کمرے خالی تھے۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ قلعے کے باغ میں گھوم پھر کر دیکھا۔ چٹان کے اِرد گرد گھوم کر دیکھا۔ وہاں سے بھی مایوس لوٹا اور شیخ سنان سے کہا کہ صلیبی اور لڑکیاں نہیں ملیں۔ سنان نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ اپنی فوج کے کمانڈر کو بلا کر حکم دیا کہ قلعے کے کونوں کھدروں کی تلاشی لو اور صلیبی کو برآمد کرو۔ فوج میں کھلبلی مچ

گئی۔ جسے دیکھو بھاگ دوڑ رہا تھا۔ قلعے میں ہر طرف قندیلیں اور مشعلیں متحرک نظر آتی تھیں۔ صلیبی کہیں سے بھی نہ ملا۔ شیخ سنان نے ان آدھ درجن پہرہ داروں کو بلایا جو دروازے پر ڈیوٹی پر تھے۔ اِن سے پوچھا کہ گشتگین کے قافلے کے علاوہ کس کے لیے دروازہ کھولا گیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ حکم کے بغیر کسی کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا اور گشتگین کے علاوہ کسی اور کے لیے کھولا ہی نہیں گیا۔ انہوں نے گشتگین کے قافلے کی تفصیل بھی بتائی۔ اس قافلے کے ساتھ صلیبی اور لڑکیاں نہیں تھیں۔

شیخ سنان اپنے کمرے میں چنگھاڑ رہا تھا۔ رات کا پہلا پہر گزر گیا تھا۔ گشتگین کا قافلہ چلا جا رہا تھا۔ اُس نے اپنا گھوڑا روک کر شتربانوں سے کہا۔ "اونٹوں کو بٹھاؤ اور انہیں باہر نکالو، مری نہ جائیں"۔

اونٹوں کو بٹھا کر ان پر لدے ہوئے خیمے اتارے گئے۔ خیمے کھولے گئے تو ان میں سے صلیبی تھیریسیا اور لڑکیاں بدبودار پسینے میں نہائے ہوئے تھے۔ گشتگین انہیں خیموں میں لپیٹ کر قلعہ عصیات سے نکال لایا تھا۔ وہ قلعے سے بہت دُور نکل گئے تھے۔ فدائیوں سے ایسی توقع نہیں رکھی جا سکتی تھی کہ وہ تعاقب میں آئیں گے۔ یہ فرقہ جنگجو نہیں تھا۔ کسی کے ساتھ آمنے سامنے کی لڑائی کا خطرہ مول نہیں لیا کرتا تھا۔ پھر بھی گشتگین نے قافلے کو قیام نہ کرنے دیا۔ لڑکیوں کو اونٹوں پر سوار کر دیا گیا۔ صلیبی چھاپہ ماروں کے ساتھ پیدل چل پڑا۔ اس کا گھوڑا اور لڑکیوں کے گھوڑے قلعے میں رہ گئے تھے۔ صلیبی اس خطے کی زبان روانی سے بولتا تھا۔ اُس نے الناصر کے ساتھ باتیں شروع کر دیں۔ ان باتوں میں دوستی اور پیار کا رنگ غالب تھا۔ الناصر کے دل سے خطرے نکل گئے۔ وہ تو لزا کے قریب ہونا چاہتا تھا۔

لزا کے قریب ہونے کا موقعہ آدھی رات کے بعد ملا جب ایک جگہ قافلے کو قیام کے لیے روکا گیا۔

تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری قوم میں ایک سے ایک بڑھ کر خوبرو، جنگجو، تنومند اور اونچے رتبے والا مرد موجود ہے۔ تم کسی بادشاہ کے سامنے چلی جاؤ تو وہ تخت سے اُتر کر تمہارا استقبال کرے گا، پھر تم نے مجھ میں کیا دیکھا ہے؟"

لزا نے کوئی جواب نہ دیا۔ الناصر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجھے جواب دو لزا"۔ لزا نے سر گھٹنوں پر رکھ دیا۔ الناصر کو اس کی سسکیاں سنائی دیں۔ وہ پریشان ہو گیا۔ اُس نے بار بار اس سے پوچھا کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔ وہ روتی رہی۔ الناصر نے اُسے اپنے بازوؤں میں لے لیا تو لزا نے سر اُس کے سینے پر رکھ دیا۔ الناصر سمجھ نہ سکا کہ جس طرح اُس کی اپنی ذات سے انسانی فطرت کی بنیادی کمزوری اُبھر کر اُس کی عقل پر غالب آ گئی تھی اسی طرح لزا بھی ایک کمزوری کی گرفت میں آ گئی تھی۔ یہ وہ کمزوری تھی جو ملکہ کو اپنے غلام کے آگے جھکا دیتی ہے اور جو دولت کے انبار کو پتھروں کا ڈھیر سمجھ کر اپنے دل کی تسکین کے لیے کسی کُٹیا میں جا بیٹھتی ہے۔ لزا محبت کی پیاسی تھی۔ وہ محبت جو روح کو مطمئن کر دے۔ اسے جسمانی محبت ملی تھی اور اُن مردوں سے ملی تھی جن سے اُسے نفرت تھی۔ اُس نے عصیات کے قلعے کی طرف جاتے ہوئے اور قلعے میں پہنچ کر بھی تھیریسیا کے آگے اپنے جذبات کا اظہار کر دیا تھا۔ وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر الناصر کے پاس جا بیٹھی تھی اور اُسے کہا تھا۔ "مجھ پر بھروسہ کرنا"۔ اُس وقت اُس کے دل میں کوئی فریب کاری نہیں تھی۔ یہ اُس کے دل کی آواز

تھی۔ وہ اپنی روح کی راہنمائی میں النامر کے پاس چلی گئی تھی۔ اگر اُسے تھیریسیا وہاں سے اٹھا نہ لے جاتی تو لزا نہ جانے النامر سے اور کیا کچھ کہتی:

پھر اُسے النامر کو بچانے کو کہا گیا۔ اس نے یہ کمال بھی کر دکھایا، مگر اُس کا دل ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ یہ اُس کا فرض تھا جو اُس نے ادا کیا تھا۔ وہ اپنے دل اور فرض کے درمیان بھٹک گئی تھی۔ النامر کو معلوم نہیں تھا کہ تھوڑی دیر پہلے جب قافلہ رکا اور خیمے نصب کیے جا رہے تھے تو گشتگین نے لزا کے کان میں کہا تھا۔

"سب سو جائیں تو میرے خیمے میں آجانا۔ تمہاری قوم کی بھیجی ہوئی بہترین شراب پیش کروں گا۔ تمہیں بڑی اسنادی سے شیخ سنان سے بچا کر لایا ہوں۔"

لزا نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس سے ہٹی تو صلیبی نے اُسے کہا۔ "خدا نے تمہیں اس بوڑھے درندے سے بچا لیا ہے۔ تھیریسیا سو جائے تو میرے خیمے میں آجانا۔ جشن منائیں گے۔"

لزا کو اپنی خوبصورتی اور اپنے جسم سے نفرت ہونے لگی۔ وہ اپنے خیمے میں چلی گئی تھی۔ تھیریسیا سو گئی۔ لزا کی آنکھ نہ لگی۔ وہ اٹھی اور دبے پاؤں النامر کی طرف چل پڑی۔ النامر اسی کے خیال اور انتظار میں جاگ رہا تھا۔

وہ النامر کو کوئی جواب دینے ہی لگی تھی کہ النامر نے چونک کر کہا۔ "سنو، تمہیں کوئی آہٹ سنائی دے رہی ہے؟ گھوڑے آرہے ہیں۔"

"دھمک بڑی سمان ہے۔" لزا نے کہا۔ "سب کو جگا دیں۔ شیخ سنان نے ہمارے تعاقب میں سپاہی بھیجے ہوں گے۔"

النامر دوڑ کر ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اُسے بہت سی مشعلیں نظر آئیں جو گھوڑوں کی چال کے ساتھ اوپر نیچے، اوپر نیچے ہو رہی تھیں۔ گھوڑوں کے نتھنوں کی آوازیں بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ النامر دوڑتا نیچے آیا، لزا کو اپنے ساتھ لیا اور سوئے ہوئے قافلے کی طرف دوڑا۔ سب کو جگا دیا۔ اُس نے اپنے چھاپہ ماروں کو ساتھ لیا اور ٹیلے کے قریب لے گیا۔ لزا کو اپنے ساتھ رکھا۔ سب کے پاس برچھیاں اور تلواریں تھیں۔ گشتگین کے باڈی گارڈ اور شتربان بھی برچھیوں اور تلواروں سے مسلح ہو کر مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔

☆

وہ پندرہ سولہ سوار تھے۔ چھ سات کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں۔ انہوں نے آتے ہی قافلے کو گھیرے میں لے لیا۔ ایک نے للکار کر کہا۔ "دونوں لڑکیاں ہمارے حوالے کر دو۔ شیخ سنان نے کہا ہے، کہ دونوں لڑکیاں دے دو گے تو خیریت سے جا سکو گے۔"

النامر تجربہ کار چھاپہ مار تھا۔ اُس نے اپنے چھاپہ مار پہلے ہی گھیرے سے دُور کر کے چھپا لیے تھے۔ اس نے اشارہ کیا اور وہ اپنے تین چھاپہ ماروں کے ساتھ ان سواروں پر ٹوٹ پڑا جو اُس کے سامنے تھے۔ چھاپہ ماروں نے پیچھے سے برچھیاں اُن کے جسموں میں داخل کر دیں.... سوار گرے تو النامر نے اپنے ساتھیوں سے بلند آواز سے کہا۔ "اِن کے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔" ایک گھوڑا اُس نے پکڑ لیا۔ اُس پر سوار ہوا اور اپنے پیچھے

لزا کو بٹھا لیا۔ اُسے کہا کہ باند مضبوطی سے اس کی کمر کے گرد لپیٹ لے۔

سنان کے فدائیوں نے ہلہ بول دیا۔ انہوں نے مشعلیں پھینک دی تھیں۔ یہ جلتی رہیں۔ النامر اور اس کے چھاپہ ماروں نے بہت مقابلہ کیا۔ ایک گھوڑے کے سرپٹ دوڑنے کی آواز آئی جو دُور ہٹتی گئی۔ وہ گشتگین تھا جو جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔ فدائیوں نے النامر کے گھوڑے پر لڑکی دیکھ لی تھی۔ اُسے وہ زندہ پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تین تین چار چار گھوڑے اُسے گھیرے میں لیتے اور سوار برچھیوں سے اس کے گھوڑے کو زخمی کرنے کے لیے برچھیوں کے وار کرتے تھے۔ النامر تجربہ کار لڑاکا سوار تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو بچائے رکھا اور دو فدائی گرا لیے۔ اُسے دوڑتا گھوڑا یکلخت روکنا اور تیزی سے موڑنا پڑتا تھا۔ لزا کے پاؤں رکابوں میں نہیں تھے ایک بار النامر کو گھوڑا تیز رفتار پر ہی موڑنا پڑا۔ لزا سنبھل نہ سکی اور گر پڑی۔

فدائی گھوڑوں سے کود آئے۔ لزا النامر کی طرف دوڑی لیکن دو فدائیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ النامر نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور برچھی تانی۔ فدائیوں نے لزا کو آگے کر دیا۔ النامر کو اپنے ساتھیوں کے متعلق کچھ علم نہیں تھا۔ اُسے بھاگتے دوڑتے گھوڑوں کی اور برچھیاں اور تلواریں ٹکرانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ تین چار فدائیوں میں اکیلا تھا۔ اُس کا ہر وار خالی جا رہا تھا کیونکہ وہ اُن کے قریب آتا تھا تو فدائی لزا کو آگے کر دیتے تھے۔ آخر وہ بھی گھوڑے سے کود گیا۔ بے جگری سے لڑا۔ زخمی ہوا اور اُس نے دو فدائیوں کو گرا لیا۔

اس دوران لزا چیختی رہی۔ "النامر نکل جاؤ۔ میرے لیے نہ مرو۔ نکل جاؤ۔ تم اکیلے ہو۔" لیکن وہ دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔ اُس نے ایک بار چلا کر کہا۔ "خاموش رہو لزا۔ یہ تمہیں نہیں لے جا سکیں گے۔"

النامر نے یہ کر کے بھی دکھا دیا کہ فدائی لزا کو نہ لے جا سکے۔ اُس نے فدائیوں کو بُری طرح زخمی کر کے پھینک دیا۔ اس معرکے میں وہ قیام گاہ سے دُور ہٹ گئے تھے۔ النامر نے ایک گھوڑا پکڑا۔ لزا کو اس پر سوار کیا۔ خود اُس کے پیچھے سوار ہوا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی لیکن بھاگا نہیں۔ معرکہ خاموش ہو گیا تھا۔ اُس نے جا کر دیکھا۔ وہاں صرف لاشیں تھیں اور دو تین فدائی زخموں سے تڑپ رہے تھے۔ اُس کے تینوں ساتھی مارے گئے تھے۔ صلیبی بھی مرا پڑا تھا۔ تھیریسیا لاپتہ تھی۔ النامر نے زیادہ انتظار نہ کیا۔ آسمان کی طرف دیکھا۔ قطبی ستارے کا اندازہ کیا اور گھوڑے کو اُس رُخ پر ڈال دیا۔ بہت دُور جا کر اس نے گھوڑا روک لیا۔

"اب بتاؤ تم کہاں جانا چاہتی ہو۔" اس نے لزا سے پوچھا۔ "میں تمہیں صرف اس لیے اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا کہ تم تنہا رہ گئی ہو اور مجبور ہو۔ کہو تو تمہیں تمہارے علاقے میں لے چلتا ہوں۔ قید ہو گیا تو پرا نہیں کروں گا۔ تم امانت ہو۔"

"اپنے ساتھ لے چلو۔" لزا نے کہا۔ "النامر! مجھے اپنی پناہ میں لے لو۔"

گھوڑا رات بھر چلتا رہا۔ صبح طلوع ہوئی تو النامر نے علاقہ پہچان لیا۔ یہیں کہیں اُس نے ایک بار اپنے حبیش کے ساتھ شب خون مارا تھا۔ وہاں مٹی کے ٹیلے اور بھربھری چٹانیں تھیں۔ چلتے چلتے وہ ایک چشمے تک پہنچ گئے۔ یہ ایک چٹان کے دامن میں تھا۔ النامر کے کپڑے خون سے لال ہو گئے تھے۔ دونوں نے گھوڑے سے اُتر کر پانی پیا، گھوڑے کو پانی پلایا۔ النامر نے زخم دیکھے۔ کوئی زخم گہرا نہیں تھا۔ خون رُک گیا تھا۔ اُس

نے اس ڈر سے زخم نہ دھوئے کہ خون جاری ہو جائے گا۔ لزا ٹہلتی ٹہلتی ایک طرف نکل گئی۔ الناصر اُسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے چٹان کے دوسری طرف گیا۔ لزا بیٹھی ہوئی تھی۔ الناصر کی طرف اس کی پیٹھ تھی۔ وہاں ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں جو انسانوں کی معلوم ہوتی تھیں۔ کھوپڑیاں تھیں۔ پسلیوں کے پنجر تھے۔ ہاتھوں، ٹانگوں اور بازوؤں کی ہڈیاں بھی تھیں۔ ان کے درمیان تلواریں اور برچھیاں پڑی تھیں۔

لزا ایک کھوپڑی کو سامنے رکھے بیٹھی تھی۔ کسی عورت کی کھوپڑی معلوم ہوتی تھی۔ چہرے پر کہیں کہیں کھال تھی۔ سر کے لمبے لمبے بال کچھ سر کے ساتھ تھے۔ باقی اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ سینے کا پنجرہ کھال کے بغیر تھا۔ پسلیوں میں ایک خنجر اُترا ہُوا تھا۔ گلے کی ہڈی پر سونے کا ہار پڑا تھا۔ اس پنجرے کے ارد گرد بھیڑیے پڑے تھے جو ریشمی کپڑے کے تھے.... الناصر آہستہ آہستہ چلتا لزا کے پیچھے جا کھڑا ہُوا۔ لزا کھوپڑی میں کھو گئی تھی۔ اچانک اُس نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے اور بڑی ہی زور سے چیخ ماری۔ وہ تیزی سے اُٹھ کر گھومی۔ الناصر نے اُسے بازوؤں میں لے کر سینے سے لگا لیا۔ لزا نے اپنا چہرہ الناصر کے سینے میں چھپا لیا۔ اُس کا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ الناصر اُسے چشمے تک لے گیا۔

☆

جب وہ اپنے آپ میں آئی تو الناصر نے اُس سے پوچھا کہ اس نے چیخ کیوں ماری تھی؟

"مجھے اپنا انجام نظر آ گیا تھا۔" لزا نے اداس لہجے میں کہا۔ "تم نے وہ خشک لاش دیکھی ہو گی کسی عورت کی ہے۔ یہ کوئی مجھ جیسی ہو گی۔ اُس نے میری طرح حُسن کے جادو چلائے ہوں گے۔ ہر کسی کے لیے سہانا فریب بنی رہی ہو گی اور کہتی ہو گی کہ اُس کے حُسن کو زوال نہیں اور وہ سدا جوان اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔ تم نے اُس کی پسلیوں کے پنجرے میں خنجر پھنسا ہُوا دیکھا ہے؟ گلے میں ہار دیکھا ہے؟ یہ ہار اور یہ خنجر جو کہانی سناتے ہیں وہ میری کہانی ہے، اور دوسری جو کھوپڑیاں بکھری پڑی ہیں اور اُن کے ساتھ جو تلواریں اور برچھیاں پڑی ہیں وہ سَو بار سنی ہوئی کہانی سناتی ہیں۔ میں نے یہ کبھی توجہ سے نہیں سنی تھی۔ آج اس عورت کی کھوپڑی دیکھی تو مجھے یوں نظر آیا جیسے یہ میری اپنی کھوپڑی ہو۔ اس خشک کھوپڑی پر گوشت چڑھ گیا تو میرا چہرہ بن گیا۔ میں نے ایک گدھ کو دیکھا جو میرے چہرے سے آنکھیں نکال رہا تھا۔ ایک بھیڑیے کو دیکھا جو میرے گلابی گالوں کو نوچ رہا تھا۔ ان مُردار خوروں نے میرا چہرہ کھا لیا اور پیچھے کھوپڑی رہ گئی۔ مجھے ایسے نظر آیا جیسے کھوپڑی کے جبڑے اور خوفناک دانت ہل رہے ہوں۔ مجھے آواز سنائی دی — 'یہ ہے تمہارا انجام' — اور میرے دل کو کسی خوفناک چیز نے دانتوں میں جکڑ لیا۔"

"کچھ دنوں بعد وہاں جا کر دیکھنا جہاں ہم پر فدائیوں نے حملہ کیا تھا۔" الناصر نے کہا — "وہاں بھی تمہیں یہی منظر نظر آئے گا۔ لاشوں کے پنجر، کھوپڑیاں، تلواریں اور برچھیاں اور شاید ان سے کچھ دُور تھرلیسیا کی کھوپڑی بھی پڑی مل جائے۔ اُس کے سینے میں بھی خنجر اُترا ہُوا ہو گا۔ وہ سب عورت کے لیے مرے ہیں۔ یہ سب بھی عورت کے لیے مرے ہیں۔"

"اگر میں نے اپنی روش نہ چھوڑی تو ایک روز صحرا میں گدھ اور بھیڑیے میرے اس جسم کا گوشت نوچ رہے ہوں گے جس پر مجھے ناز ہے اور جسے حاصل کرنے کے لیے کوئی جان پیش کرتا ہے کوئی دولت۔" لزا نے کہا — "مگر انسان عبرت حاصل نہیں کرتا۔ اُن کی تباہی اور بربادی نہیں دیکھتا جو اُس سے پہلے اِس زمین پر اپنے اوپر حُسن، دولت اور جسمانی طاقت کا نشہ طاری کر کے تکبر اور غرور سے چلتے پھرتے تھے.... میں نے اپنے آپ کو پہچان لیا ہے۔ اپنی اصلیت جان لی ہے۔ تم بھی سُن لو الناصر! خدا نے تمہیں مردوں کی طاقت اور مردانہ حسن دیا ہے۔ تمہیں جو عورت دیکھے گی، وہ تمہارے قریب آنے کی خواہش کرے گی، دیکھ لو۔ تم بھی جا کر اپنا انجام دیکھ لو۔"

وہ ایسے انداز سے بول رہی تھی جیسے اُس پر آسیب کا اثر ہو۔ اُس کی شوخیاں اور فریب کاریاں ختم ہو چکی تھیں۔ وہ کسی تارک الدنیا فقیر کے لہجے میں بول رہی تھی۔

"میں تمہیں اپنی اصلیت بتا دوں؟" اس نے الناصر سے پوچھا — "میں تمہیں دکھا دوں، کہ میرے پسلیوں کے پنجرے میں کیا ہے؟" اُس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور چُپ ہو گئی۔ اُس کا ہاتھ سونے کے اس ہار پر جا لگا تھا جس میں جواہرات بھی تھے۔ اُس نے ہار کو مُٹھی میں لیا۔ زور سے جھٹکا دیا۔ ہار ٹوٹ کر اُس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اُس نے ہار چشمے میں پھینک دیا۔ انگلیوں سے انگوٹھیاں اتاریں جن میں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ یہ بھی چشمے میں پھینک دیں۔ کہنے لگی — "میں ایک فریب ہوں الناصر! میں نے تمہیں بھی فریب دیا تھا.... میرے دل میں تمہاری محبت بھی پیدا ہو گئی تھی مگر اس پر میرے فرض کی بدروح کا بھی اثر تھا۔ یہ بہت اچھا ہُوا کہ فدائیوں نے ہم پر حملہ کر دیا، اور یہ اور زیادہ اچھا ہُوا کہ میں نے اپنی زندگی میں اپنی کھوپڑی دیکھ لی، ورنہ میں بتا نہیں سکتی کہ جہاں ہم تمہیں لے جا رہے تھے وہاں تم پر کیا روپ چڑھا دیا جاتا، میری محبت کا کیا حشر ہوتا! تم ایک بہت بڑے فریب کا شکار ہونے جا رہے تھے۔ میں اب جھوٹ نہیں بولوں گی تمہیں اس مقصد کے لیے لے جایا جا رہا تھا کہ میں اپنی خوبصورتی اور محبت کے جھانسے سے تمہاری عقل پر قبضہ کر لوں اور تمہارے ہاتھوں صلاح الدین ایوبی کو قتل کرایا جائے۔ گشتگین قلعہ عصیات میں اس لیے گیا تھا کہ شیخ سنان اسے صلاح الدین ایوبی کے قتل کے لیے کرائے کے قاتل دے دے۔ سنان نے بتایا کہ اُس نے چار فدائی بھیج رکھے ہیں۔ اگر یہ بھی ناکام ہو گئے تو وہ آئندہ اس کام کے لیے کوئی فدائی نہیں بھیجے گا کیونکہ وہ بہت سے کارآمد فدائی ضائع کر چکا ہے۔ آخر یہ سودا طے ہُوا کہ گشتگین تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے جائے اور سیف الدین کے قتل کے لیے تیار کرے۔ اتنے میں ہمارا افسر آ گیا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ ایوبی کا قتل ضروری ہے۔"

"یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے سائے کو بھی میلی نگاہ سے دیکھوں۔" الناصر نے کہا — "دُنیا کی کوئی طاقت مجھے اتنا بے عقل نہیں بنا سکتی۔"

لزا ہنس پڑی۔ کہنے لگی — "میں نے دل سے اپنے فرائض کو قبول نہیں کیا، ورنہ ہم فولاد کو بھی پانی بنا دیا کرتی ہیں۔" اُس نے الناصر کو تفصیل سے بتایا کہ اس کے فرائض اور جذبات میں کتنا تضاد ہے۔ اس نے یہ

بھی بتایا کہ وہ سیف الدین کے پاس رہی ہے۔ اس نے پوچھا ــــ "کیا تم مجھ جیسی ناپاک لڑکی کو قبول کرو گے؟ میں سچے دل سے اسلام قبول کروں گی۔"

"اگر تم نے سچے دل سے توبہ کر لی ہے تو میرے لیے یہ گناہ ہوگا کہ میں تمہیں قبول نہ کروں۔" الناصر نے کہا ــــ "لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی کی اجازت کے بغیر میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ دل سے بوجھ اتار دو۔ اگر تم پاکیزہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہو تو ایسی زندگی تمہیں صرف ہمارے مذہب میں ملے گی۔" اس نے پوچھا ــــ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ جو فدائی ہمارے سلطان کے قتل کے لیے گئے ہیں وہ کس بھیس میں گئے ہیں، اور قاتلانہ حملہ کس طرح کریں گے؟"

"کچھ علم نہیں۔" لزا نے جواب دیا ــــ "میرے سامنے اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہوئی کہ چار فدائی بھیجے گئے ہیں۔"

"ہمیں اڑ کر ترکمان پہنچنا ہوگا۔" الناصر نے کہا ــــ "مجھے سلطان اور اس کے محافظوں کو خبردار کرنا ہے۔"

اس نے لزا کو اپنے آگے گھوڑے پر بٹھا لیا اور ایڑ لگا دی۔ اتنی حسین لڑکی اس کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔ اس کے ریشم جیسے بال اس کے گالوں پر لہرا رہے تھے مگر اس کے ذہن میں سلطان ایوبی سما گیا تھا۔ فرض نے اس کے جذبات کو سلا دیا تھا۔ مقصد نے اسے مردِ میدان اور انسان کامل بنا دیا تھا ــــ اور لزا کی تو جیسے روح ہی بدل گئی تھی۔ وہ اس توی اور تنومند جوان کے قبضے میں اور اس کے رحم و کرم پر تھی لیکن اسے جیسے احساس ہی نہیں تھا کہ وہ مرد ہے اور یہ ایک نوجوان لڑکی۔ اگر کوئی واعظ برسوں واعظ سناتا رہتا تو لزا پر کچھ اثر نہ ہوتا۔ الناصر نے خاموش زبان سے یہ حقیقت اس کے دل میں اتار دی کہ وہ پاکیزہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہے تو ایسی زندگی اسے اسلام میں ملے گی۔

☆

سلطان صلاح الدین ایوبی کو قلعہ اعزاز کے قلعہ دار کا جواب آگ بگولہ کیے ہوئے تھا۔ اسے یہ قلعہ سر کرنا تھا اور فوراً بعد حلب کو محاصرے میں لے کر یہ شہر لینا تھا۔ اسے بزا اور منبج کے دو قلعے لڑے بغیر مل گئے تھے۔ ان میں جو دستے تھے انہیں اس نے اپنی فوج میں شامل کر کے ان کی جگہ اپنے دستے بھیج دیئے تھے اور وہ اعزاز اور حلب کی طرف پیش قدمی کی سکیم بنا رہا تھا۔ اس نے حسبِ معمول دیکھ بھال کے لیے اپنے فوجی اس علاقے میں بھیج رکھے تھے جہاں اسے آگے بڑھنا اور حملہ کرنا تھا۔ جاسوسوں نے اسے حلب اور اعزاز کے دفاعی انتظامات بتا دیئے تھے۔ سلطان ایوبی خود بھی آگے چلا جاتا تھا اور اپنی آنکھوں زمین کے خدوخال اور دیگر جنگی کوائف کا جائزہ لیتا تھا۔ ایسے دنوں کے دوران وہ اپنا جھنڈا ساتھ نہیں رکھتا تھا اور اپنے محافظوں (باڈی گارڈز) کو بھی ساتھ نہیں لے جاتا تھا تاکہ دشمن کو پتہ نہ چل سکے کہ یہ صلاح الدین ایوبی ہے۔ وہ گھوڑا بھی کسی دوسرے کا استعمال کرتا تھا۔ اس کے گھوڑے کو جس کے سفید رنگ پر کہیں کہیں گہرے لال دھبے تھے،

دشمن کے سالار پہچانتے تھے۔

اسے کہا گیا تھا کہ وہ محافظوں کے بغیر اتنی دور نہ نکل جایا کرے لیکن اس نے اپنی حفاظت کی کبھی پروا نہیں کی تھی۔ اب تو اس پر جنون سا طاری تھا۔ وہ اپنے مسلمان دشمنوں کو کاٹ چھے چبوا چکا تھا۔ ان کے تابوت میں آخری کیل گاڑنی رہ گئی تھی۔ وہ علاقہ ایسا تھا کہ چٹانیں اور ٹیلے بھی تھے اور کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی۔ کچھ حصے میں گہرے کھڈ بھی تھے۔ ایسے علاقے میں سلطان ایوبی کا محافظوں کے بغیر گھومتا پھرنا خطرناک تھا۔

"سلطانِ محترم!" اس کی انٹیلی جنس کے سربراہ حسن بن عبداللہ نے ایک روز اسے جھنجھلا کر کہا۔ "خدانخواستہ آپ پر قاتلانہ حملہ کامیاب ہو گیا تو سلطنتِ اسلامیہ آپ جیسا کوئی دوسرا پاسبان پیدا نہیں کر سکے گی۔ ہم قوم کو منہ دکھانے قابل نہیں رہیں گے۔ آنے والی نسلیں ہماری قبروں پر لعنت بھیجیں گے کہ ہم آپ کی حفاظت نہ کر سکے تھے۔"

"اگر خدا کو یہی منظور ہے کہ مجھے کسی فدائی یا صلیبی کے ہاتھوں قتل ہونا ہے تو میں ایسی موت کو کیسے روک سکتا ہوں۔" سلطان ایوبی نے کہا ــــ "بادشاہ جب اپنی جان کی حفاظت میں مگن ہو جاتے ہیں تو وہ ملک اور قوم کی آبرو کی حفاظت کے قابل نہیں رہتے۔ اگر مجھے قتل ہونا ہے تو مجھے اپنا فرض جلدی ادا کر لینے دو۔ مجھے محافظوں کا قیدی نہ بناؤ۔ مجھ پر بادشاہی کا نشہ طاری نہ کرو۔ تم جانتے ہو مجھ پر کتنے قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں۔ اللہ نے مجھے ہر بار بچا لیا ہے۔ اب بھی بچائے گا۔"

اس کا ذاتی عملہ اس کی سلامتی کے لیے پریشان رہتا تھا۔ پچھلی کہانیوں میں وہ تمام قاتلانہ حملے بیان کیے گئے ہیں جو اس پر ہوئے تھے۔ ہر حملے کے وقت وہ اکیلا تھا لیکن اس کا محافظ دستہ قریب ہی تھا جو ہر بار وہاں پہنچ گیا۔ اب سلطان ایوبی نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ وہ اپنے ذاتی عملے اور محافظوں کو کسی جگہ کھڑا کر کے خود ٹیلوں اور چٹانوں میں غائب ہو جاتا تھا۔ حسن بن عبداللہ نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ محافظ دستے کے چند ایک آدمی دور دور رہ کر سلطان ایوبی پر نظر رکھتے تھے۔ یہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ بہت دنوں سے چار آدمی ویرانوں میں گھوم پھر رہے ہیں اور وہ سلطان ایوبی پر نظر رکھتے ہیں۔

یہی وہ چار فدائی تھے جن کے متعلق قلعہ عصیات میں شیخ سنان نے گشتگین کو بتایا تھا کہ سلطان ایوبی کے قتل کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ ان چاروں نے دیکھ لیا تھا کہ سلطان ایوبی، محافظوں کے بغیر گھوستا پھرتا رہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ منصوبہ ترک کر دیا تھا کہ جنگ زدہ علاقے کے پناہ گزینوں کے روپ میں سلطان ایوبی کے پاس جائیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ سلطان ایوبی انہیں بڑا اچھا موقعہ دے رہا تھا۔ ان چار فدائیوں کی سکیم اچھی تھی۔ ان کی کمزوری یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھ تیر و کمان نہیں لائے تھے کیونکہ پکڑے جانے کا خطرہ تھا اگر ان کے پاس ایک ہی کمان ہوتی تو وہ کسی بھی جگہ چھپ کر سلطان ایوبی کو نشانہ بنا سکتے تھے۔ وہاں چھپنے کی جگہیں بہت تھیں۔ آسانی سے فرار ہوا جا سکتا تھا۔ ان کے پاس لمبے خنجر تھے۔

ادھر سے الناصر لزا کو گھوڑے پر بٹھائے تیزی سے آ رہا تھا۔ لزا نے اسے بتا دیا تھا کہ چار فدائی سلطان ایوبی کے قتل کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ الناصر بہت جلدی سلطان ایوبی تک پہنچنا اور اسے خبردار کرنا چاہتا تھا

مگر سفر لمبا تھا اور گھوڑے پر دو سواروں کا بوجھ تھا۔ گھوڑا اتنی لمبی مسافت دوڑتے ہوئے طے نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے راستے میں گھوڑے کو آرام دیا۔ پانی پلایا اور چل پڑا۔ ادھر سلطان ایوبی اپنی حفاظت سے بالکل ہی بے نیاز ہو گیا تھا اور چار فدائی چھپ کر اُسے دیکھ رہے تھے۔ اس علاقے میں کوئی فوج نہیں تھی۔ کوئی آبادی بھی نہیں تھی۔ فدائی جنگل کے درندوں کی طرح شکار کی تلاش میں رہتے اور رات وہیں کہیں گزار لیتے تھے۔

سورج غروب ہو گیا۔ الناصر اور لزا کا گھوڑا چلتا رہا۔ اس کی چال بتا رہی تھی کہ اس کی رفتار کم ہو گی بڑھے گی نہیں۔ الناصر نے بوجھ کم کرنے کے لیے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور لگام پکڑ کر پیدل چلنے لگا۔ رات گزرتی جا رہی تھی۔ لزا نے الناصر سے تین چار بار کہا کہ وہ اور زیادہ سواری نہیں کر سکتی۔ اُس کی ہڈیاں تک دکھنے لگی تھیں۔ وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی لیکن الناصر جو خود تھکن، پیاس اور بھوک سے بے حال ہوا جا رہا تھا نہ رُکا۔ اُس نے لزا سے کہا ــــ "تمہاری اور میری جان سے سلطان صلاح الدین ایوبی بہت زیادہ قیمتی ہے۔ اگر میں مارا گیا اور سلطان قتل ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ میں اپنے سلطان کا قاتل ہوں۔"

☆

صبح طلوع ہوئی۔ الناصر اب قدم گھسیٹ رہا تھا۔ لزا گھوڑے پر سر رکھے سوئی ہوئی تھی۔ گھوڑا معمولی سی چال چل رہا تھا۔ ایک جگہ پانی اور گھاس دیکھ کر گھوڑا رُک گیا۔ لزا نے نیند سے چونک کر کہا ــــ "خدا کے لیے اسے مت گھسیٹو۔ اُسے ذرا کھا پی لینے دو" ــــ گھوڑے نے پانی پی لیا تو الناصر اُس کی لگام پکڑ کر چل پڑا۔ گھوڑا دوڑنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ الناصر بھی تھک ہار کر سوار ہو گیا۔ لزا کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ اُس کے منہ سے بات بھی نہیں نکلتی تھی۔ الناصر کو یہ تو معلوم ہی نہیں تھا کہ سلطان ایوبی کہاں ہو گا۔ وہ ترکمان کو جا رہا تھا۔ سلطان ایوبی آگے چلا گیا تھا جسے بعد میں کوہِ سلطان کا نام دیا گیا تھا، مگر وہ اب وہاں بھی نہیں تھا۔ اس مقام سے بھی آگے چلا گیا تھا۔ الناصر کو ترکمان اور کوہِ سلطان کی چٹانیں نظر آنے لگی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرف سے جائے۔ سورج بہت اوپر آ گیا تھا۔

اُس وقت سلطان ایوبی ایک چٹانی ویرانے میں اپنے عملے کے ساتھ وہاں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے عملے کو ایک جگہ رُکنے کو کہا اور اکیلا ہی ایک طرف نکل گیا۔ اُس کے ذہن میں شاید اپنی فوج کی پیش قدمی کی کوئی سکیم تھی۔ گھوڑے سے اُتر کر وہ ایک چٹان پر چڑھ گیا۔ چاروں فدائی اس چٹان سے تھوڑی ہی دُور ایک جگہ چھپ کر اُسے دیکھ رہے تھے۔ وہ کچھ دیر اُوپر کھڑا اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔

"نیچے آنے دو" ایک فدائی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"اُس کے محافظ قریب ہی کہیں چھپے ہوئے ہوں گے" دوسرے نے کہا۔

"آج بچ کر نہ جائے" ایک اور بولا۔

"صرف ایک آدمی آگے جائے گا" چوتھے نے کہا ــــ "وار پیچھے سے کرنا۔ ضرورت پڑی تو باقی آگے جائیں گے۔"

سلطان ایوبی چٹان سے اُترا اور گھوڑے پر سوار ہو کر کسی اور طرف چلا گیا۔ فدائی اُس کے پیچھے پیچھے گئے۔ حملے کے لیے یہ جگہ موزوں نہیں تھی۔ الناصر ابھی بہت دُور تھا۔ سلطان ایوبی ایک بار پھر گھوڑے سے اُترا۔ ایک اور چٹان پر چڑھا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے اُترا اور گھوڑے کی لگام پکڑ کر پیدل چل پڑا۔ فدائی اس سے ذرا ہی دُور پیچھے پیچھے رہے تھے۔ سلطان ایوبی ایک جگہ سے گھوم گیا۔ آگے میدان تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہونے ہی لگا تھا کہ اُسے دوڑتے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ایک فدائی ایک فٹ لمبا خنجر ہاتھ میں لیے اُس سے دو تین قدم دُور رہ گیا تھا۔ سلطان ایوبی نے دیکھ لیا۔

سلطان ایوبی نے اپنا خنجر نکالا۔ فدائی نے وار کر دیا۔ سلطان ایوبی نے اس کی خنجر والی کلائی کے آگے اپنی کلائی رکھ کر وار رد کرنے کی کوشش کی مگر فدائی تنومند تھا۔ وار بڑی ہی طاقت سے کیا گیا تھا۔ سلطان ایوبی نے وار کیا جو فدائی بچا گیا۔ چٹان کی اوٹ سے ایک اور فدائی نکلا۔ اس نے بھی وار کیا جو سلطان ایوبی نے بچا تو دیا لیکن اُس کے کوہے کی کھال کو چیر گیا۔ سلطان ایوبی گھوڑے کی اوٹ میں ہو گیا۔ ایک فدائی اُدھر آیا تو سلطان ایوبی نے بائیں ہاتھ کا گھونسہ اُس کے منہ پر مارا۔ وہ پیچھے کو گرنے لگا تو سلطان ایوبی نے خنجر اس کے دل کے مقام پر اتار کر زور سے ایک طرف کو جھٹکا دیا۔ یہ فدائی ختم ہو گیا۔

دوسرے نے اُس کے پیچھے سے وار کیا لیکن سلطان ایوبی بروقت سنبھل گیا۔ فدائی کے خنجر کی نوک سلطان ایوبی کے ایک بازو میں لگی۔ یہ زخم بھی گہرا نہیں تھا۔ باقی دو فدائی بھی سامنے آ گئے۔ سرپٹ دوڑتے گھوڑوں کے ٹاپ سنائی دیئے جو آنِ واحد میں سلطان ایوبی کے قریب آ گئے۔ فدائی بھاگے۔ ایک کو تو سواروں نے گھوڑوں تلے کچل ڈالا۔ دوسرے کو مار ڈالا۔ سلطان ایوبی کی پکار پر آخری فدائی کو زندہ پکڑ لیا گیا۔ اللہ نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو اس حملے سے بھی بچا لیا۔ اُس پر جس وقت حملہ ہوا اُس کا عملہ اس سے سات آٹھ سو گز دُور ایک بلندی پر کھڑا تھا۔ اتفاق سے اُن میں سے کسی نے دیکھ لیا ورنہ یہ حملہ ناکام ہونے والا نہیں تھا۔

یہ قاتلانہ حملہ مئی ۱۱۷۶ء (ذی القعدہ ۵۷۱ ہجری) کا ہے۔ اس کے متعلق مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قاضی بہاؤالدین شداد نے اپنی ڈائری میں اتنا ہی لکھا ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی قلعہ اعزاز کے محاصرے کے لیے جا رہا تھا کہ چار فدائیوں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُسے بچا لیا۔ میجر جنرل (ریٹائرڈ) محمد اکبر خان (رنگروٹ) نے متعدد حوالوں سے لکھا ہے کہ سلطان ایوبی قلعہ اعزاز کے محاصرے کے دوران دن کے وقت اپنے ایک سالار جاوالاسدی کے خیمے میں سویا ہوا تھا جب ایک فدائی نے خیمے میں جا کر اُس پر خنجر سے وار کیا۔ اتفاق سے سلطان ایوبی کے سر پر وہ مخصوص پگڑی تھی جو وہ میدانِ جنگ میں پہنا کرتا تھا۔ اُسے تربوش کہتے تھے۔ حملہ آور کا خنجر تربوش میں لگا اور سلطان ایوبی جاگ اٹھا۔ فوراً ہی چار پانچ فدائی اندر آ گئے اور اُن کے ساتھ ہی سلطان ایوبی کے باڈی گارڈ بھی اندر آ گئے جنہوں نے فدائیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ جنرل موصوف نے لکھا ہے کہ یہ فدائی کچھ عرصے سے دھوکے میں سلطان ایوبی کے محافظ دستے میں شامل ہو گئے تھے۔

یورپی مؤرخوں نے لکھا ہے کہ حملہ آور سلطان ایوبی کے اپنے باڈی گارڈ تھے۔ ان مؤرخین نے سلطان ایوبی کے خلاف یہ شہادت مہیا کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ اپنی فوج میں بالکل مقبول نہیں تھا، یہاں تک کہ اس کے باڈی گارڈز تک اس کے وفادار نہیں تھے۔ اُس وقت کے وقائع نگاروں کی غیر مطبوعہ تحریروں سے یہی کہانی سامنے آتی ہے جو سنائی گئی ہے۔ فدائی نہ اُس کے محافظ دستے میں تھے نہ کسی دھوکے سے حملہ آور ہوئے تھے۔ انہیں سلطان ایوبی اکیلا مل گیا تھا۔

جو فدائی پکڑا گیا تھا اس نے بیان دیا کہ وہ چاروں قلعۂ عصیات سے آئے ہیں۔ اُسے حسن بن عبداللہ کے حوالہ کر دیا گیا جس نے اس سے قلعۂ عصیات کے متعلق تمام تر معلومات لے لیں۔ یہ بھی پوچھ لیا کہ اندر کتنی فوج ہے اور اس کے لڑنے کی اہلیت کیسی ہے۔ یہ معلومات سلطان ایوبی کو دی گئیں۔

"کل رات کے آخری پہر ہم عصیات کی طرف کوچ کریں گے۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ اُس نے اپنی ہائی کمانڈ کے سالاروں کو بلایا اور کہا۔ "فدائیوں کا یہ اڈہ اکھاڑنا ضروری ہو گیا ہے۔ اس پر فوراً قبضہ کرنا ہے۔ فوج کا تیسرا حصہ کافی ہوگا۔" اُس نے بتایا کہ کتنی نفری جائے گی اور اس کی ترتیب کیا ہوگی۔

اُس شام سلطان ایوبی کو اطلاع دی گئی کہ الناصر نام کا ایک چھاپہ مار واپس آیا ہے۔ حسن بن عبداللہ الناصر سے ساری رپورٹ لے چکا تھا۔ اُسے سلطان ایوبی کے پیش کرنا ضروری تھا۔ الناصر کو بڑی ہی بُری حالت میں پیش کیا گیا۔ مسلسل سفر، بھوک اور پیاس نے اُسے ادھ موا کر دیا تھا۔ اُس کے ساتھ لڑا تھی۔ اُس کا رنگ اُڑا ہوا اور جسمانی حالت دگرگوں تھی۔ الناصر نے سلطان ایوبی کو پوری تفصیل سے سنایا کہ اس پر کیا گزری ہے۔ اُس نے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھی۔ لزا کے متعلق بھی سب کچھ بتایا۔ سلطان ایوبی نے لزا سے پوچھا کہ وہ اپنے متعلق فیصلے میں آزاد ہے۔ لزا شاید اپنے آپ کو قیدی سمجھ رہی تھی اور اُسے بہت بُرے سلوک کی توقع تھی، لیکن یہاں معاملہ اُلٹ تھا۔ اس نے الناصر کے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ اُسے بتایا گیا کہ اُسے دمشق بھیج دیا جائے گا جہاں دمشق کے آنجہانی حکمران نورالدین زنگی کی بیوہ کی تحویل میں رہے گی اور الناصر اُسے کچھ عرصہ کے بعد ملے گا۔ دراصل اس قسم کی لڑکیوں کو اُن کی جذباتی باتوں سے متاثر ہو کر قابلِ اعتماد نہیں سمجھا جاتا تھا۔ دمشق میں انہیں عزت اور آرام سے رکھا جاتا تھا اور اُن کی خفیہ نگرانی کی جاتی تھی۔

الناصر کو زخموں کے علاج اور آرام کے لیے پچھلے کیمپ میں بھیج دیا گیا۔

☆

شیخ سنان کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ گشتگین اُسے دھوکہ دے گیا تھا۔ اُس نے گشتگین کے تعاقب میں جو آدمی بھیجے تھے اُن میں سے صرف دو واپس آئے تھے۔ وہ شہیر بیبا کو اٹھا لائے تھے۔ لزا کو الناصر بچا لے گیا تھا۔ شیخ سنان شہیر بیبا سے انتقام لے رہا تھا۔ اسے اُس نے قید میں ڈال رکھا تھا۔ تھی تو وہ بھی بہت ہی خوبصورت لڑکی لیکن شیخ سنان کی نظر لزا پر تھی۔

دن کا پچھلا پہر تھا۔ عصیات کے قلعے کی دیواروں پر کھڑے سنتریوں نے دُور گرد کے بادل اٹھتے دیکھے،

گرد آگے ہی آگے آ رہی تھی۔ سنتری دیکھتے رہے، مٹی کے گرد میں سینکڑوں گھوڑے نظر آنے لگے پھر پیادہ فوج نظر آئی۔ سنتریوں نے نقارے بجا دیئے۔ کمانڈروں نے اوپر جا کر دیکھا۔ شیخ سنان کو اطلاع دی گئی۔ وہ بھی سامنے والی دیوار پر چڑھ گیا۔ اس وقت فوج قلعے کے قریب آ کر محاصرے کی ترتیب میں جا رہی تھی۔ شیخ سنان نے مقابلے کا حکم دے دیا۔ قلعے کی دیواروں پر تیر انداز پہنچ گئے لیکن انہوں نے کوئی تیر نہ چلایا کیونکہ وہ باہر کی فوج کا رد عمل دیکھنا چاہتے تھے۔ سلطان ایوبی کو قلعے کے اندر کی معلومات مل چکی تھیں۔ الناصر اس کے ساتھ تھا۔ دو منجنیقیں نصب کر دی گئیں۔ الناصر نے انہیں بتایا کہ شیخ سنان کا محل کہاں ہے اور کتنی دُور ہے۔ اس کی راہنمائی میں منجنیقوں نے پہلے بڑے پتھر پھینکے جو دھماکے سے پھٹ پڑے۔ سنان کے محل کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے۔

قلعے سے تیروں کا مینہ برس پڑا۔ سلطان ایوبی کے حکم سے منجنیقوں سے آتش گیر مادے کی سربمہر ہانڈیاں اندر پھینکی گئیں۔ یہ سنان کے محل کے قریب گر کر ٹوٹیں۔ سیال مادہ دُور دُور تک پھیل گیا۔ اسے آگ لگانے کے لیے فلیتے والے آتشیں تیر چلائے گئے لیکن آتش گیر سیال پر نہ گرے۔ تیر پھینکنا آسان نہیں تھا۔ انہیں قلعے کی دیوار کے اوپر سے اندر جانا تھا۔ اتفاق سے قریب کہیں آگ جل رہی تھی۔ ایک ہانڈی اس کے اتنا قریب پھٹی کہ آگ نے اس کے مادہ کو شعلہ بنا دیا۔ دوسرے ہی لمحے سنان کا فن شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا۔ وہاں بے شمار آتش گیر مادہ گرا اور بہہ بہہ کر پھیل گیا تھا۔

شیخ سنان پر شعلوں نے دہشت طاری کر دی۔ اس کی فوج صلیبیوں اور مسلمانوں کی لڑائی کا فوج نہیں تھی۔ یہ نشے اور کاہلی کی ماری ہوئی فوج تھی۔ سنان نے حقیقت کو تسلیم کر لیا اور اس نے قلعے پر سفید جھنڈا چڑھا دیا۔ سلطان ایوبی نے جنگ بندی کا حکم دے دیا اور کہا کہ شیخ سنان سے کہو کہ باہر آئے۔ ہر طرف خاموشی طاری ہو گئی۔

ذرا دیر بعد قلعے کا دروازہ کھلا اور شیخ سنان دو تین سالاروں کے ساتھ باہر آیا۔ سلطان ایوبی اُس کے استقبال کے لیے آگے نہیں بڑھا۔ اُس کی نگاہ میں سنان مجرم تھا۔ وہ جب سلطان ایوبی کے سامنے آیا تو سلطان نے اُسے اور اُس کے سالاروں کو اتنا بھی نہ کہا کہ بیٹھ جاؤ۔

"سنان!" سلطان ایوبی نے کہا۔ "کیا چاہتے ہو؟"

"جان کی امان۔" شیخ سنان نے شکست خوردہ آواز میں کہا۔

"اور قلعہ؟" سلطان ایوبی نے پوچھا۔

"مجھے آپ کا فیصلہ منظور ہوگا۔"

"اپنی فوج کے ساتھ قلعے سے فوراً نکل جاؤ۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "تم کوئی سامان اپنے ساتھ نہیں لے جا سکو گے۔ اپنی فوج کو سمیٹو۔ کسی کمانڈر اور کسی سپاہی کے پاس کوئی اسلحہ نہ ہو۔ یہاں سے خالی ہاتھ نکلو۔ تہہ خانے میں جو قیدی ہیں انہیں وہیں رہنے دو، اور یاد رکھو، سلطنتِ اسلامیہ کی حدود میں نہ ٹھہرنا صلیبیوں

کے پاس جاکر دم لینا۔ تم نے اب کے جو چار فدائی میرے قتل کے لیے بھیجے تھے وہ بھی مارے گئے ہیں۔ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ سفید جھنڈا تم نے چڑھایا ہے۔ میں قرآن کے فرمان کا پابند ہوں۔ میں کہہ نہیں سکتا خدا تمہیں معاف کرے گا یا نہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان کہنا چھوڑ دو، ورنہ میں تمہیں اور تمہارے فرقے کو بحیرۂ روم میں ڈبو کر دم لوں گا۔"

جب سورج غروب ہو رہا تھا، دُور افق پر انسانوں کی لمبی قطار سر جھکائے چلی جا رہی تھی۔ یہ شیخ سنان اسی قطار میں تھا۔ اس قطار میں اُس کے سپاہی اور اس کے سالار بھی تھے اور اس قطار میں اُس کے پیشہ ور تماش بھی تھے۔ وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے جا سکے تھے۔ اُن کے گھوڑے اور اونٹ قلعے میں رکھ لیے گئے۔ سورج غروب ہونے تک سلطان ایوبی کی فوج قلعے پر قبضہ مکمل کر چکی تھی۔ تہہ خانے سے قیدیوں کو نکال لیا گیا تھا۔ قلعے سے جو زر و جواہرات برآمد ہوئے ان کا کوئی شمار نہ تھا۔

☆

سلطان ایوبی نے قلعہ ایک سالار کے حوالے کیا اور رات کو ہی کوہ سلطان کو روانہ ہو گیا۔ وہ اب زیادہ انتظار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چند ہی دنوں میں اُس نے پیش قدمی کی اور اعزاز کے قلعے کا جا محاصرہ کیا۔ حلب والوں نے اس قلعے کو دفاعی لحاظ سے بہت مستحکم کر رکھا تھا۔ یہ دراصل حلب کا دفاع تھا۔ اس میں جو فوج تھی وہ تازہ دم تھی، میدانِ جنگ میں نہیں گئی تھی۔ سلطان ایوبی کو ایسی خوش فہمی نہیں تھی کہ وہ اس قلعے کو فوراً سر کر لے گا۔ یہ خطرہ بھی تھا کہ عقب سے حلب کی فوج حملہ کر دے گی۔ اس خطرے کو روکنے کا انتظام کر لیا گیا تھا۔ سلطان ایوبی کو یہ فائدہ حاصل تھا کہ حلب کی فوج ترکمان کی لڑائی سے نقصان اُٹھا کر آئی تھی۔ اس کا لڑنے کا جذبہ مجروح ہو چکا تھا۔

قلعہ اعزاز کے دفاع میں لڑنے والوں نے بے جگری سے مقابلہ کیا۔ تمام دن اور ساری رات انہوں نے سلطان ایوبی کی فوج کو قلعے کے قریب نہ آنے دیا۔ دیواریں توڑنے والی پارٹیوں نے بہت کوشش کی کہ کسی جگہ سے دیوار کے قریب چلے جائیں اور دیوار توڑ سکیں لیکن تیر اندازوں نے انہیں قریب نہ آنے دیا۔ اگلے دن بڑی منجنیقوں سے قلعے کے دروازے پر وزنی پتھر مارے گئے۔ آتش گیر مادہ کی ہانڈیاں بھی دروازے پر پھینک کر آتشیں تیر چلائے گئے۔ شعلوں نے دروازے کو چاٹنا شروع کر دیا۔ اوپر سے اعزاز کے تیر اندازوں نے منجنیقیں چلانے والوں پر بہت تیر برسائے۔ یہ تیر بڑی کمانوں سے پھینکے جا رہے تھے، اس لیے دُور تک آ جاتے تھے۔ ان سے منجنیقوں کے کئی آدمی زخمی اور شہید ہوئے لیکن اس قربانی کے بغیر قلعہ سر کرنا ممکن نہیں تھا۔ ایک شہید ہوتا تو دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا تھا۔

دروازہ جل رہا تھا اور اس پر لگاتار پتھر پڑ رہے تھے۔ بہت دیر بعد پتھر دروازے میں سے اندر جانے لگے۔ شعلوں نے لکڑی کو کھا لیا تھا۔ لوہے کا فریم باقی تھا جو پتھروں سے ٹیڑھا ہو رہا تھا۔ رات کو شعلے بجھ گئے، دروازے کا آہنی ڈھانچہ رہ گیا۔ اس میں سے پیادے گزر سکتے تھے گھوڑے گزارنا مشکل تھا۔ یہاں جانبازی کی ضرورت تھی۔ پیادہ دستوں کو حکم دیا گیا کہ دروازے کے ڈھانچے میں سے گزر کر اندر جائیں۔ یہ سلطان ایوبی کے "کریک ٹروپس" تھے۔ انہوں نے بڑھ کر بول دیا۔ اعزاز کے سپاہیوں نے ان دستوں کا یہ جذبہ دیکھا کہ آگے جو گئے تھے انہیں وہیں ڈھیر کر دیا۔ پیچھے والے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے اوپر سے اندر گئے۔

یہ معرکہ بڑا ہی خونریز تھا۔ اس سے یہ فائدہ اٹھایا گیا کہ دروازے کا آہنی ڈھانچہ توڑ دیا گیا۔ جو پیادے زندہ تھے وہ اندر جا کر بکھر گئے اور خوب لڑے۔ پھر گھوڑ سواروں کو اندر جانے کا حکم ملا۔۔۔۔ سلطان ایوبی نے قلعے کے اندر آتشزنی کا حکم دے دیا۔ ایک دستہ جگہ جگہ آگ لگانے لگا۔ اعزاز کی فوج ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نظر نہیں آتی تھی۔ یہ قلعہ حلب سے نظر آتا تھا۔ رات کو حلب والوں نے دیکھا کہ جہاں قلعہ ہے وہاں سے آسمان سرخ ہو رہا ہے۔ شعلے بلند ہو رہے تھے۔ یہ اطلاع تو حلب میں پہنچ چکی تھی کہ سلطان ایوبی نے اعزاز کو محاصرے میں لے رکھا ہے۔ حلب کی ہائی کمانڈ نے اس امکان پر بھی غور کیا تھا کہ سلطان ایوبی پر عقب سے حملہ کیا جائے مگر سالاروں نے بتایا کہ فوج لڑنے کے قابل نہیں۔

اُس وقت سیف الدین حلب میں ہی تھا اور گمشتگین بھی وہیں چلا گیا تھا۔ ان دونوں کے درمیان اعزاز اور حلب کے دفاع کے سلسلے میں ترش کلامی ہوئی جو اس حد تک بڑھی کہ گمشتگین نے سیف الدین کو قتل کی دھمکی دے دی۔ سیف الدین نے اتحاد توڑ دیا۔ اس کی جو بچی کھچی فوج تھی وہ حلب سے نکال لے گیا۔ یہ لوگ دراصل ایک دوسرے کے بھی دشمن تھے۔ الملک الصالح کی عمر اب تیرہ برس سے کچھ اوپر ہو گئی تھی۔ وہ سوچنے سمجھنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اُس نے گمشتگین کا رویہ دیکھا تو اس نے محسوس کر لیا کہ اس کا یہ دوست سازشی ہے۔ اس نے گمشتگین کو قید خانے میں ڈال دیا۔ تاریخ میں تحریر ہے کہ گمشتگین نے ان حالات میں کہ حلب اور اعزاز محاصرے میں تھے، الملک الصالح کے خلاف کوئی نئی سازش تیار کی تھی جس کا انکشاف ہو گیا اور اُسے قید میں ڈال کر دو تین روز بعد قتل کر دیا گیا۔

آخر اعزاز کے محافظوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطان ایوبی کو اُس کی بہت قیمت دینی پڑی۔ اُس کے جن دستوں نے قلعے کے اندر معرکہ لڑا تھا اُن کی نفری آدھی رہ گئی تھی۔ اعزاز والوں نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ بزدل نہیں۔ سلطان ایوبی نے فوراً حلب کو محاصرے میں لے لیا۔ حلب قریب ہی تھا۔ حلب کے اندر جذبے کی یہ کیفیت تھی کہ رات اعزاز کے شعلوں نے انہیں دہشت زدہ کر دیا تھا۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اُن کی فوج میں اتنا دم نہیں رہا کہ شہر کا دفاع کر سکے۔ انہی شہریوں نے کچھ عرصہ پہلے سلطان ایوبی کے چھکے چھڑا دیئے تھے، اور اُسے محاصرہ اٹھانا پڑا تھا مگر اب یہ شہر جیسے مر ہی گیا تھا۔

☆

محاصرے کے دوسرے دن الملک الصالح کا ایک ایلچی سلطان ایوبی کے پاس آیا۔ وہ جو پیغام لایا وہ صلح کی پیش کش نہیں تھی۔ یہ ایک ایسا جذباتی پیغام تھا جس نے سلطان ایوبی کو جھنجھوڑ ڈالا۔ پیغام یہ تھا کہ نورالدین زنگی مرحوم کی بچی سلطان ایوبی سے ملنا چاہتی ہے۔ اس بچی کا نام شمس النساء تھا۔ یہ الملک الصالح کی چھوٹی بہن تھی۔ عمر

دس گیارہ سال تھی۔ الملک الصالح جب دمشق سے حلب گیا تو اپنی بہن کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ اُن کی ماں رضیع خاتون بنت معین الدین (بیوہ نورالدین زنگی) دمشق میں ہی رہی تھی۔ وہ سلطان ایوبی کی حامی تھی۔

سلطان ایوبی نے حلب کے ایلچی کو جواب دیا کہ وہ بچی کو لے آئے۔

بچی آگئی۔ اُس کے ساتھ الملک الصالح کے دو سالار تھے۔ سلطان ایوبی نے بچی کو سینے سے لگا لیا اور وہ بہت رویا۔ بچی کے ہاتھ میں الملک الصالح کا تحریری پیغام تھا جس میں اُس نے شکست قبول کر لی تھی اور سلطان ایوبی کو سلطان تسلیم کر لیا تھا۔ اُس نے سلطان ایوبی کی اطاعت بھی قبول کر لی تھی۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ گمشتگین کو قتل کر دیا گیا ہے اس لیے تم بھی سلطان ایوبی کی ملکیت تصور کیا جاتے۔

"تم لوگ بچی کو کیوں ساتھ لائے ہو؟" سلطان ایوبی نے سالاروں سے پوچھا — "یہ پیغام تم خود نہیں لا سکتے تھے؟"

جواب سالاروں کو دینا چاہیے تھا لیکن انہوں نے بچی کی طرف دیکھا۔ بچی نے سلطان ایوبی سے کہا — "ماموں جان! مجھے بھائی صالح نے بھیجا ہے۔ آپ اعزاز کا قلعہ ہمیں دے دیں اور ہمیں حلب میں رہنے دیں۔ ہم آئندہ آپ سے لڑائی نہیں کریں گے۔"

سلطان ایوبی نے بچی کے ساتھ آئے ہوئے سالاروں کو غضب ناک نظروں سے دیکھا۔ وہ شرط منوانے کے لیے زنگی مرحوم کی بچی کو ساتھ لائے تھے۔

"میں اعزاز کا قلعہ اور حلب تمہیں دیتا ہوں شمس النسار۔" سلطان ایوبی نے بچی کو گلے لگا کر کہا اور حکم جاری کر دیا کہ اعزاز کے قلعے سے اپنی فوج نکال لی جائے اور حلب کا محاصرہ اٹھا لیا جائے۔ اُس نے حلب کے سالاروں سے کہا — "میں نے اعزاز اور حلب اس معصوم بچی کو دیا ہے۔ تم بزدل، بے غیرت اور ایمان فروش اس قابل بھی نہیں کہ تمہیں فوج میں رہنے دیا جائے۔"

۲۴ جون ۱۱۷۶ء (۴ ذی الحج ۵۷۱ ہجری) معاہدے پر دستخط ہو گئے۔ سلطان ایوبی نے اعزاز اور حلب کو سلطنتِ اسلامیہ میں شامل کر لیا اور الملک الصالح کو نیم خود مختاری کی حیثیت دے دی۔ اس کے فوراً بعد سیف الدین نے بھی سلطان ایوبی کی اطاعت قبول کر لی — اور مسلمانوں کی آپس کی لڑائیوں کا دور ختم ہو گیا، مگر قوم میں غدار اور ایمان فروش بدستور سرگرم رہے۔

☆

رات روح اور روشنی

قبرستان بہت ہی وسیع تھا۔ تمام قبریں ابھی تازہ تھیں۔ مٹی کی ڈھیریاں بے ترتیب تھیں۔ کوئی اونچی کوئی نیچی۔ بعض قبریں ایک دوسرے سے مل گئی تھیں۔ میدانِ جنگ کی قبریں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔ حماۃ سے حلب تک ایسے تین قبرستان تیار ہو گئے تھے۔ یہ سرسبز اور شاداب خطہ اداس ہو گیا تھا۔ اس کی فضا خون کی بُو سے بوجھل ہو گئی تھی۔ جہاں پرندے چہچہاتے تھے وہاں گدھ منڈلا رہے تھے۔

ایسا ایک قبرستان حلب کے مضافاتی قلعہ اعزاز کے قریب تھا۔ قبروں کی مٹی ابھی نمناک تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی فوجوں کا امام چند ایک فوجیوں کے ساتھ وہاں کھڑا فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ اُس نے جب منہ پر ہاتھ پھیرے تو آنسو اس کی داڑھی تک پہنچ چکے تھے۔

"یہ خطہ اب بانجھ ہو جائے گا۔ یہاں اب کوئی پیدا نہیں ہوگا" — اُس نے کہا — "یہاں ایک ہی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرنے والے، ایک ہی کلمہ اور ایک ہی قرآن پڑھنے والے ایک دوسرے کے قاتل ہو گئے تھے۔ جس زمین پر بھائی کے ہاتھوں بھائی کا خون گرتا ہے وہ زمین سوکھ جاتی ہے۔ یہاں تکبیر کے نعرے ٹکرائے تھے۔ یہ سب مسلمان تھے۔ ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ حق کے نام پر جانیں قربان کرنے والے شہید ہوئے اور باطل کے ساتھی اس رُتبے سے محروم رہے۔ یہ سب روزِ محشر اکٹھے اٹھائے جائیں گے۔ خدائے ذوالجلال انہیں یہ تو ضرور کہیں گے کہ خون جو تم نے ایک دوسرے کا بہایا ہے اتنا تم مل کر اسلام کے دشمن کا بہاتے تو فلسطین ہی نہیں سپین بھی ایک بار پھر تمہارا ہوتا۔"

گھوڑوں کے قدموں کی ہنگامہ خیز آوازیں سنائی دیں۔ امام کے ساتھ کھڑے کسی فوجی نے کہا۔ — "سلطان آ رہے ہیں" — امام نے گھوم کر دیکھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی آ رہا تھا۔ اُس کے ساتھ سالار اور محافظ دستے کے چھ سوار تھے۔ قبرستان کے قریب آ کر سلطان ایوبی نے گھوڑا روکا، اُترا اور امام کے قریب آ کر فاتحہ پڑھ کر اس نے امام سے ہاتھ ملایا۔

"سلطانِ محترم!" — امام نے سلطان ایوبی سے کہا — "یہ صحیح ہے کہ یہ بھی مسلمان تھے جو ہمارے خلاف لڑے لیکن میں انہیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ ان کی قبروں پر فاتحہ پڑھی جائے۔ انہیں شہیدوں کے

ساتھ دفن نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ہمارے مجاہدین حق کی خاطر لڑ رہے تھے۔ انہیں آپ نے دشمن کے مقتولین کے ساتھ دفن کرا دیا ہے۔"

"میں انہیں بھی شہید سمجھتا ہوں جو باطل کی خاطر ہمارے خلاف لڑے تھے"۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ "یہ اپنے حکمرانوں کی فریب کاری کے شہید ہیں۔ ہم نے اپنے سپاہیوں کو اللہ کا پیغام دیا تھا۔ ان کے خلاف لڑنے والے سپاہیوں کو ان کے بادشاہوں نے جذباتی نعرے اور جھوٹا پیغام دے کر ان کے دلوں میں باطل کو حق بتا کر بٹھا دیا۔ ان کے اماموں نے انعام واکرام لے کر سپاہیوں کو گمراہ کیا اور اللہ اکبر کے نعرے لگا کر اللہ اور رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی کرائی۔ میں ان کی لاشوں کو ایک ہی گڑھے میں دبا کر یا کہیں پھینک کر ان کی توہین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہمارے دشمن مسلمانوں کے جن سپاہیوں کو احساس ہو گیا تھا کہ انہیں گمراہ کیا گیا ہے وہ ہمارے ساتھ ہیں، اور یہ جو مر گئے ہیں ان تک روشنی نہیں پہنچی تھی کیوں کہ بادشاہی کے دلدادہ حکمرانوں نے اُن کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔"

پہلے سنایا جا چکا ہے کہ مسلمان اُمرا سلطان صلاح الدین ایوبی کے دشمن ہو گئے تھے۔ وہ خلافت سے آزاد ہو کر خود مختار حکمران بننا چاہتے تھے۔ ان میں ایک نورالدین زنگی مرحوم کا بیٹا الملک الصالح تھا، دوسرا موصل کا امیر سیف الدین غازی اور تیسرا گمشتگین جو حران کا قلعہ دار تھا لیکن اس نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ ان تینوں نے اپنی فوجوں کی متحدہ ہائی کمان بنالی اور سلطان ایوبی کے خلاف محاذ آرا ہو گئے تھے۔ صلیبی ان کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ صلیبیوں کو ان کے ساتھ صرف یہ دلچسپی تھی کہ مسلمان آپس میں ٹکرا ٹکرا کر ختم ہو جائیں یا اتنے کمزور ہو جائیں کہ اُن (صلیبیوں) کے خلاف لڑنے کے قابل نہ رہیں۔ حکمرانی کے نشے، صلیبیوں کی دی ہوئی مالی اور جنگی امداد، شراب اور یہودیوں کی حسین وجمیل لڑکیوں نے اِن اُمرا کو ایسا اندھا کیا کہ وہ سلطان ایوبی کے راستے میں اُس وقت حائل ہو گئے جب نورالدین زنگی فوت ہو چکا تھا اور سلطان ایوبی مصر سے یہ عزم لے کر آیا تھا کہ صلیبیوں کو عالم اسلام سے بے دخل کر کے قبلۂ اوّل کو سلطنتِ اسلامیہ میں شامل کرے گا۔

ڈیڑھ سال تک حماۃ سے حلب تک کے اس سرسبز خطے میں مسلمان مسلمان کا خون بہاتا رہا۔ آخر فتح حق کی ہوئی۔ سلطان ایوبی نے فتح پائی۔ اُس کے دشمنوں نے اُس کی اطاعت قبول کر لی لیکن سلطان ایوبی کے چہرے پر مسرت کی ہلکی سی بھی جھلک نظر نہیں آتی تھی۔ قوم کی عسکری قوت کا بیشتر حصہ تباہ ہو چکا تھا۔ اس لحاظ سے یہ صلیبیوں کی فتح اور مسلمانوں کی شکست تھی۔ صلیبی اپنے عزائم میں کامیاب ہو گئے تھے۔ سلطان ایوبی اب کئی برسوں تک بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کے قابل نہیں رہا تھا۔

جون ۱۱۷۶ء کے اُس روز جب سلطان ایوبی قلعہ اعزاز کے قریب دبسع قبرستان میں اپنے امام کے پاس کھڑا تھا تو (اُس دور کے وقائع نگاروں کے مطابق) اُس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔ اُس نے امام سے کہا۔ "ہر نماز کے بعد دعا کیا کریں کہ اللہ انہیں بخش دے جن کی آنکھوں پر کفر کی پٹی باندھ کر اپنے بھائیوں

کے خلاف لڑایا گیا تھا"۔ سلطان گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس نے قبرستان پر نگاہ ڈالی۔ "خدا کو اتنے زیادہ خون کا حساب کون دے گا؟ یہ گناہ میرے حساب میں نہ لکھ دیا جائے۔"

اپنے سالاروں کی طرف دیکھ کر اُس نے کہا۔ "ہماری قوم خودکشی کے راستے پر چل پڑی ہے۔ کفار اُمتِ رسول اللہ کی قوت اور جذبے سے اِس قدر خائف ہیں کہ اس قوت کو دل کش حربوں سے کمزور کر رہے ہیں۔ اُن کے پاس یہی ایک ذریعہ رہ گیا ہے۔ ہمارے بعض بھائیوں نے اُن کے اس ذریعے کو قبول کر لیا ہے اور تاریخ میں خانہ جنگی کا باب کھول دیا ہے۔ اگر ہم نے اس باب کو یہیں بند نہ کیا تو میں مستقبل کو جہاں تک دیکھ سکتا ہوں، مجھے اُمتِ رسول اللہ خانہ جنگی سے خودکشی کرتی نظر آتی ہے۔ کفار آج کے دور کی طرح مالی اور جنگی امداد دے دے کر اُمت کو آپس میں لڑاتے رہیں گے۔ چند ایک افراد پر جب تخت وتاج کے حصول کا جنون سوار ہوتا ہے تو وہ قوم کو آلۂ کار بنا کر قوم کو لے ڈوبتے ہیں۔ بادشاہی کے یہ بھوکے لوگ قوم کا خون اسی طرح بہاتے رہیں گے۔ یہ (نشانہ) وسیع قبرستان دیکھو۔ قبریں گنو تو گن نہیں سکو گے۔ ہم پیچھے جو اتنے دفن کر آئے ہیں، اُن کا بھی شمار نہیں۔ میں اتنے خون کا حساب کس سے لوں؟ خدا کو میں کیا جواب دوں گا؟"

"خانہ جنگی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے"۔ ایک سالار نے کہا۔ "اب آگے کی سوچیں۔ ہمیں بیت المقدس پکار رہا ہے۔ قبلۂ اوّل ہماری راہ دیکھ رہا ہے۔"

"اور مجھے مصر پکار رہا ہے"۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے گھوڑا چلا دیا اور کہنے لگا۔ "وہاں سے بڑی تشویش ناک خبریں آ رہی ہیں۔ وہاں میرا قائم مقام میرا بھائی ہے۔ وہ مجھے پریشانی سے بچانے کے لیے حالات کی سنگینی مجھ سے چھپا رہا ہے۔ علی بن سفیان اور کوتوال غیاث بلبیس بھی مجھے تفصیل سے کوئی بات نہیں بتا رہے۔ صرف اتنی خبر بھیجتے ہیں کہ دشمن کی زمین دوز تخریبی سرگرمیاں جاری ہیں۔ ان کا سدِباب کیا جا رہا ہے۔ پرسوں کے قاصد نے بتایا ہے کہ قاہرہ میں تخریب کاری زور پکڑتی جا رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے شیخ سنان کو ہم نے عصیات سے بے دخل کر دیا ہے مگر اُس کا قاتل گروہ قاہرہ میں سرگرم ہے۔ دو کمانڈر ایسے طریقے سے قتل ہو گئے ہیں کہ ان کے جسموں پر زخم اور چوٹ کا کوئی نشان نہیں۔ مرنے کے بعد لاشوں کی حالت سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ زہر دیا گیا تھا۔ یہ حشیشین کا خاص طریقہ ہے۔"

"تو کیا آپ فوج کو یہیں رہنے دیں گے یا ساتھ لے جائیں گے؟"۔ ایک سالار نے کہا۔

"اس کے متعلق میں نے ابھی فیصلہ نہیں کیا"۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ "شاید کچھ نفری لے جاؤں۔ فوج کی ضرورت یہاں زیادہ ہے۔ صلیبیوں نے مصر میں تخریب کاری اسی لیے تیز کر دی ہے کہ میں فلسطین کی طرف پیش قدمی کرنے کی بجائے مصر چلا جاؤں۔ میں اُن کی یہ خواہش پوری نہیں ہونے دوں گا، البتہ میرا مصر جانا ضروری ہے۔"

☆

سلطان ایوبی کے خدشے بے بنیاد نہیں تھے۔ صلیبیوں کی ذہنیت اور عزائم کو اُس سے بڑھ کر

اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اُس وقت جب وہ قبرستان سے فاتحہ پڑھ کر اپنے جنگی ہیڈ کوارٹر کی طرف جا رہا تھا، شیخ سنان تریپولی پہنچ چکا تھا۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حسن بن صباح کے بعد اس فرقے کے جس پیر و مرشد نے شہرت حاصل کی وہ شیخ سنان تھا۔ یہ شخص حشیشین (فدائیوں) کا سربراہ تھا۔ سلطان ایوبی اور صلیبیوں کی جنگوں کے دوران فدائیوں کا قاتل گروہ شیخ سنان کی زیرِ قیادت بہت ہی زیادہ سرگرم ہو گیا تھا۔ سلطان ایوبی پر متعدد بار قاتلانہ حملے کیے گئے اور ہر حملے کا انجام یہ ہوا کہ قاتل مارے گئے اور جو بچے وہ پکڑے گئے۔ صلیبیوں نے شیخ سنان کو عصیات نام کا ایک قلعہ دے رکھا تھا جو مئی ۱۱۷۶ء میں سلطان ایوبی نے محاصرے میں لے کر شیخ سنان سے ہتھیار ڈلوائے اور اس سے قلعہ خالی کرا کے اسے بخش دیا تھا۔ اس محاصرے کی تفصیلات سنائی جا چکی ہیں۔

شیخ سنان جون ۱۱۷۶ء کے ایک روز تریپولی (لبنان) پہنچا۔ اس کے ساتھ اس کے فدائی اور فوج تھی۔ کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ سلطان ایوبی نے انہیں تحفہ کر کے رخصت کیا تھا۔ تریپولی اور گرد و نواح کا وسیع علاقہ ایک صلیبی حکمران ریمانڈ کے قبضے میں تھا۔ شیخ سنان اس کے پاس پہنچا اور پناہ مانگی۔ دو روز بعد ریمانڈ نے اِدھر اُدھر سے دوسرے صلیبی بادشاہوں اور کمانڈروں کو تریپولی بلایا تاکہ سلطان ایوبی کے خلاف آئندہ لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ صلیبیوں کی انٹیلی جنس کا ماہر ڈائریکٹر جرمن نژاد ہرمن بھی اس کانفرنس میں موجود تھا۔

"آپ مجھے اس بنا پر نہیں کوس سکتے کہ میں صلاح الدین ایوبی سے شکست کھا کر آیا ہوں"۔۔۔ شیخ سنان نے صلیبیوں کی اس کانفرنس میں کہا۔۔۔ "آپ جانتے ہیں کہ ہم فوج کی طرح نہیں لڑ سکتے۔ سلطان ایوبی کا مقابلہ تمہاری فوج بھی نہیں کر سکتی، میرے فدائی اس کے محاصرے میں کیسے لڑ سکتے ہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ آپ ایوبی کے دشمن مسلمان امراء کو اپنی فوجیں دیں۔ وہ سب مل کر بھی اُس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے"۔

"شیخ سنان!"۔۔۔ ریمانڈ نے کہا۔۔۔ "یہ ہم تک رہنے دیں کہ ایوبی کے خلاف ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نے اس کے قتل کے لیے جو چار آدمی بھیجے تھے وہ بھی ناکام ہو گئے ہیں۔ مارے گئے اور پکڑے گئے ہیں۔ صلاح الدین ایوبی پر آپ کا ایک بھی قاتلانہ حملہ کامیاب نہیں ہوا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے بیکار آدمی بھیجتے رہے ہیں جن کے مر جانے یا گرفتار ہو جانے سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ہم آپ کو جو مراعات اور رقم دیتے رہے وہ ضائع ہو گئی ہے"۔

"صرف ایک صلاح الدین کے قتل نہ ہونے سے آپ کی رقم ضائع نہیں ہوئی"۔۔۔ شیخ سنان نے کہا۔۔۔ "میں نے مصر میں صلاح الدین کی حکومت کے جو دو حاکم قتل کرائے ہیں انہیں اپنی رقم کے حساب میں رکھیں۔ آپ کے تین طاقتور مخالف سوڈان میں تھے۔ انہیں میں نے قبروں میں اتارا اور وہاں آپ کا راستہ صاف کیا ہے۔ صلاح الدین ایوبی کے مخالف مسلمان امراء میں سے جو حلب میں الملک الصالح کے ساتھ تھے، وہ صلاح الدین کے حامی ہو گئے تھے۔ آپ کے اشارے پر میں نے انہیں قتل کرایا ہے اور اب مصر میں حاکموں کے خفیہ قتل کا جو سلسلہ شروع ہوا

ہے وہ کس نے شروع کیا ہے؟ کیا آپ اسے بھی ناکام کہیں گے؟"

"ایوبی کب قتل ہوگا؟"۔۔۔ فرانسیسی صلیبی گے آف لوزینان نے میز پر مکہ مار کر پوچھا۔۔۔ "صلاح الدین ایوبی کے قتل کی بات کرو۔ آپ نے نورالدین زنگی کو جو زہر دیا تھا وہ صلاح الدین کو کب دو گے؟"

"جس روز اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں گے جیسے نورالدین زنگی کے وقت پیدا ہو گئے تھے"۔۔۔ شیخ سنان نے کہا۔۔۔ "زنگی زلزلے کی تباہ کاری کے متاثرین کی امداد کے لیے اکیلا بھاگا دوڑتا رہتا تھا۔ نہ اُسے ہوش تھا نہ اُس کے عملے کو کہ اس کے لیے جو کھانا پکتا ہے وہ کون پکاتا ہے اور کوئی اس کی نگرانی بھی کرتا ہے یا نہیں۔ اس موقعے سے میرے اُن آدمیوں نے جو میں نے آپ کے کہنے پر اُس کے قتل کے لیے بھیج رکھے تھے، فائدہ اٹھایا اور اُس کے کھانے میں وہ زہر ملا دیا جو گلے کی بیماری بن گیا اور وہ تین چار دنوں بعد مر گیا۔ اس کے طبیب آج بھی کہتے ہیں کہ نورالدین زنگی خناق سے مرا ہے مگر صلاح الدین کے کھانے تک پہنچنا ممکن نہیں"۔

"کیا آپ اُس باورچی کو خرید نہیں سکتے جو اُس کا کھانا پکاتا ہے؟"۔۔۔ ایک اعلیٰ کمانڈر نے پوچھا۔

"اس کا جواب ہمارا دوست ہرمن دے سکتا ہے"۔۔۔ شیخ سنان نے کہا اور ہرمن کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

پچھلی کہانیوں میں ہرمن کا ذکر چند بار آیا ہے۔ وہ جرمنی کا رہنے والا تھا۔ علی بن سفیان کی طرح جاسوسی اور سراغرسانی کا ماہر تھا۔ تخریب کاری اور کردار کشی میں خصوصی مہارت رکھتا تھا۔ مصر میں سلطان ایوبی کے خلاف جو سازشیں اور وسیع پیمانے پر ایک بغاوت جو ہوئی تھی وہ اُسی نے کرائی تھی۔ سلطان ایوبی کے ان دو چار اعلیٰ حکام کو بھی ہرمن نے اُس کے خلاف کر دیا تھا جو سلطان ایوبی کے معتمد تھے۔ وہ مسلمان حکام اور عوام کی نفسیات اور کمزوریوں کو خوب سمجھتا اور انہیں استعمال کرنے کا فن جانتا تھا۔ اُسے ایک صلیبی بادشاہ فلپ آگسٹس اپنے ساتھ لایا تھا۔ وہ سوڈان، مصر اور عرب کے ہر حصے کی زبان مقامی لب و لہجے سے بول سکتا تھا۔

"شیخ سنان ٹھیک کہتے ہیں"۔۔۔ ہرمن نے کہا۔۔۔ "اس سوال کا جواب مجھے دینا چاہیے کہ صلاح الدین ایوبی کے باورچی کو کیوں نہیں خریدا جا سکتا۔ اگر صلاح الدین پر ہوتا تو وہ اب تک زہر سے مارا جا چکا ہوتا۔ وہ اُس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اُس کے کھانے کی کسی نے نگرانی کی ہے یا نہیں۔ اس نے اپنی جان کو خدا کے سپرد کر رکھا ہے۔ اس عقیدے کا وہ پکا ہے کہ اُس کی موت کا جو دن مقرر ہے اُس روز اُسے اپنی جان خدا کے حضور پیش کرنی ہے اور اُسے کوئی انسان روک نہیں سکتا۔ اُس کے محافظ دستے کا کمانڈر، خفیہ محکمے کا ایک ذمہ دار آدمی اور اُس کا ایک معتمد خاص اس کا کھانا کھا کر دیکھتے ہیں۔ بعض اوقات طبیب آ جاتا ہے اور وہ بھی کھانا دیکھتا ہے۔ اس اتنی کڑی نگرانی کے علاوہ دوسری دشواری یہ ہے کہ صلاح الدین ایوبی کے باورچی اور دیگر تمام ملازم اس کے مرید ہیں۔ اُن کے دلوں میں اُس کی اندھی عقیدت ہے۔ ایوبی انہیں اپنے نوکر نہیں سمجھتا۔ اُن کے ساتھ دوستوں اور بھائیوں جیسا سلوک کرتا ہے۔ پوری طرح جائزہ لیا جا چکا ہے۔ صلاح الدین کے اس ذاتی حلقے میں

سے کسی کو خرید بنایا اس حلقے میں اپنا کوئی آدمی داخل کرنا ممکن نہیں۔ اُس کے پاس افراد ایسے ہیں جو اس کے گرد حصار کھینچے ہوئے ہیں۔ یہ ہیں علی بن سفیان، غیاث بلبیس، حسن بن عبداللہ اور زاہدان۔ یہ سب اتنے ماہر سراغرساں ہیں کہ ان کی نظریں انسان کے ضمیر اور روح کو بھی دیکھ لیتی ہیں۔"

"اسلام کا خاتمہ"۔۔۔ فلپ آگسٹس نے کہا۔۔۔ "میں سو بار کہہ چکا ہوں کہ ہمیں اسلام کا خاتمہ کرنا ہے۔ یہ ایسا مذہب ہے جو انسان کی روح کو قبضے میں لے لیتا ہے۔ جس کسی نے اسلام کو اپنی روح میں اتار لیا اُسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ آپ سب نے دیکھ لیا ہے کہ صلاح الدین کے گرد جن مسلمانوں کا گھیرا ہے وہ مذہب کے اتنے پکے ہیں کہ تم زر و جواہرات سے اور اتنی خوبصورت لڑکیوں سے اُن کا گھیرا نہیں توڑ سکتے۔ وہ مسلمان پکے ایمان کے ہیں جنہیں تم خرید لیتے ہو۔ انہوں نے اسلام کو اپنی روح میں نہیں اُترنے دیا۔ تم نے دیکھا ہے کہ ہمارے کتنے بڑے بڑے لشکروں کو صلاح الدین کے کتنے تھوڑے سے سپاہیوں نے کتنا کتنا نقصان پہنچایا ہے۔ جہاں ہمارے گھوڑے تھکن اور پیاس سے رہ جاتے ہیں، وہاں صلاح الدین کے سپاہی تھکن اور پیاس سے بے نیاز رہتے ہیں۔ اس قوت کو یہ لوگ ایمان کہتے ہیں۔ ہمیں اُن کا ایمان کمزور کرنا ہے ہرمن! اُن کے ایک دو اُمرا یا اعلیٰ حکام کو ہاتھ میں لینا بیشک ضروری ہے۔ اس سے آپ نے بہت فائدہ اٹھایا ہے لیکن کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو جس سے اس قوم کے دل میں اپنے مذہب کے خلاف بیزاری پیدا ہو جائے۔ پختہ عمر کے آدمیوں کے نظریات بدلنا آسان نہیں ہوتا، ان کی نسل کو بچپن اور لڑکپن میں اپنا نشانہ بنالو۔ کچے ذہن کو تم اپنے سانچے میں ڈھال سکتے ہو۔ ان کے حیوانی جذبے کو بھڑکاؤ۔"

"یہودی یہ کام کر رہے ہیں"۔۔۔ ہرمن نے کہا۔۔۔ "اور اس محاذ پر میں جو کچھ کر رہا ہوں اس کے نتائج آہستہ آہستہ سامنے آ رہے ہیں۔ ایک دن یا چند ایک دنوں میں آپ کسی کے نظریات اور عقیدے سے نہیں بدل سکتے۔ اس عمل میں وقت لگتا ہے۔ ایک دور گزر جاتا ہے۔"

"یہ عمل جاری رہنا چاہیے"۔۔۔ فلپ آگسٹس نے کہا۔۔۔ "میں یہ توقع نہیں رکھوں گا کہ نتائج ہماری زندگی میں سامنے آئیں۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ ہم نے کردار کشی کا یہ عمل جاری رکھا تو وہ وقت آئے گا کہ مسلمان برائے نام مسلمان رہ جائیں گے، ان کے ہاں مذہبی فرائض محض رسمی بن جائیں گے اور ان پر ہمارا رنگ چڑھ جائے گا۔ ان کی مسجدوں پر صلیب غالب آجائے گی۔"

"شیخ سنان!"۔ ریمانڈ نے شیخ سنان سے کہا۔ "اگر آپ ہم سے عنیبات کے قلعے کے بدلے ایک اور قلعے کا مطالبہ کریں گے تو ہم ابھی یہ مطالبہ پورا نہیں کر سکیں گے۔ ہمارا معاہدہ قائم رہے گا۔ قلعے کے سوا دوسری تمام مراعات آپ کو حاصل رہیں گی۔ اگر آپ ان مراعات اور مالی وظیفوں کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو قاہرہ میں اور خصوصاً تمام تر مصر میں صلاح الدین ایوبی کی فوج اور انتظامیہ کی اہم شخصیتوں کا قتل جاری رکھیں اور صلاح الدین ایوبی کے قتل کی بھی کوششیں جاری رکھیں۔"

"صلاح الدین کے قتل کے متعلق میں آپ کو صاف الفاظ میں بتا دیتا ہوں کہ میں اس میں اور کوئی آدمی ضائع نہیں کروں گا"۔۔۔ شیخ سنان نے کہا۔۔۔ "اس شخص کا قتل ممکن نظر نہیں آتا۔ میں بڑے قیمتی فدائی ضائع کر چکا ہوں۔ مجھے یہ کہنے کی بھی اجازت دیں کہ سلطان صلاح الدین نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ میں نے اس

کے آگے ہتھیار ڈالے تو مجھے یہ توقع تھی کہ میں نے اُس پر جتنے قاتلانہ حملے کرائے ہیں اُن کا انتقام لینے کے لیے وہ مجھے اور میرے چیدہ چیدہ فدائیوں کو قتل کر دے گا لیکن اُس نے میری اور میرے آدمیوں کی جان بخشی کر دی۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ وہ ہمیں دھوکہ دے رہا ہے۔ جونہی ہم پیٹھ پھیریں گے وہ ہم پر تیروں کا مینہ برسا دے گا یا ہم پر گھوڑے دوڑا دے گا۔ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ میں اپنے تمام آدمیوں اور پوری فوج کے ساتھ آپ کے سامنے زندہ موجود ہوں۔ آپ مجھے مراعات سے محروم کر دیں، میں صلاح الدین ایوبی کے قتل سے دستبردار ہو گیا ہوں۔ البتہ قاہرہ میں میرے آدمیوں کی کارگزاری سے آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔"

"قاہرہ میں ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں جو صلاح الدین کو قاہرہ جانے پر مجبور کر دیں گے"۔ ہرمن نے کہا۔۔۔ "بہت جلد سوڈانی مصر کی سرحدی چوکیوں پر حملوں کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔ مصر پر کوئی بڑا حملہ نہیں کیا جائے گا، حملے کا دھوکہ دیا جائے گا تاکہ سلطان صلاح الدین شام سے مصر چلا جائے۔"

ہرمن جاسوسی اور سراغرسانی کا ماہر تھا لیکن اُسے معلوم نہیں تھا کہ اس کانفرنس میں جو خاص ملازم شراب اور کھانے کی چیزیں لا اور لے جا رہے تھے، ان میں ولکٹرنام کا ایک فرانسیسی سلطان ایوبی کا جاسوس تھا اور انہی خاص ملازموں میں راشد چنگیز نام کا ایک ترک مسلمان بھی تھا جس نے اپنے آپ کو یونان کا عیسائی ظاہر کر کے یہ نوکری حاصل کی تھی۔ یہ بھی سلطان ایوبی کا جاسوس تھا۔ ہرمن نے ان خاص ملازموں کو جو کانفرنسوں اور کمانڈروں کی محفلوں اور دعوتوں میں حاضر رہتے اور کھانا کھلاتے تھے، گہری چھان بین کے بعد اس ملازمت کے لیے منتخب کیا تھا۔ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ سلطان ایوبی نے جاسوسوں کا جال پھیلا رکھا تھا۔ اُسے صلیبیوں کے دُور اندر کی باتوں کا قبل از وقت علم ہو جاتا تھا۔ اب شیخ سنان کی اس کانفرنس کی تمام باتیں اُس کے دو جاسوسوں نے سُن لی تھیں جنہیں چند دنوں تک سلطان ایوبی تک پہنچ جانا تھا۔

☆

اُن دنوں قاہرہ میں زمین دوز تخریب کاری بڑھ گئی تھی۔ مصر کی فوج کے نائب سالار سے ایک درجہ کم عہدے کا ایک کمانڈر شہر کے باہر مردہ پایا گیا۔ وہ شام کے بعد گھر سے نکلا تھا۔ ساری رات گھر نہ آیا۔ صبح اس کی لاش دیکھی گئی۔ اس کے جسم پر کوئی زخم نہیں تھا، کوئی چوٹ نہیں تھی۔ سراغرسانوں نے جائے واردات پر ایک تو مرنے والے کے نقوش پا دیکھے اور دو نقوش کسی اور کے تھے۔ اس کمانڈر کے چال چلن کی سب تعریف کرتے تھے۔ اُس کا اٹھنا بیٹھنا غلط یا مشکوک قسم کے لوگوں کے ساتھ نہیں تھا۔ اُس کی ایک ہی بیوی تھی جو اس سے ہر لحاظ سے مطمئن تھی۔ اس کی موت کا باعث معلوم کرنے کی بہت کوشش کی گئی۔ اگر یہ قتل تھا تو قاتل کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔

تین چار دنوں بعد اسی عہدے کا ایک اور فوجی کمانڈر بالکل اسی طرح ایک صبح اپنے کمرے میں مُردہ پایا گیا۔ وہ فوجی بارکوں کے ایک کمرے میں رہتا تھا۔ اس کے متعلق بھی رپورٹیں بالکل صاف تھیں۔ اُس کے دوستوں کے حلقے میں اپنے ہی دستے کے کچھ آدمی تھے۔ ان میں سے کسی کے ساتھ اس کا لڑائی جھگڑا نہیں تھا۔

قتل کی بظاہر وجہ کوئی نہیں تھی۔ اُسے قتل کہا ہی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ جسم پر زخم یا چوٹ کا کوئی ہلکا سا بھی نشان نہیں تھا۔ یہ لاش سرکاری طبیب نے دیکھی۔ لاش کے ہونٹوں کے کونوں میں ذرا ذرا سی جھاگ تھی۔ اُس نے یہ جھاگ لکڑی کے ایک نبوترے ٹکڑے کے سرے پر لگا لی۔ اُس نے ایک کتا منگوایا اور یہ جھاگ گوشت کے ایک ٹکڑے پر لگا کر ٹکڑا کتے کو کھلا دیا۔

اُس نے کتے کو اپنے گھر لے جا کر باندھ دیا اور اُسے دیکھتا رہا۔ کتے نے کوئی غیر معمولی حرکت نہ کی۔ اُسے جو کھانے کو دیا گیا وہ کھاتا رہا۔ طبیب ساری رات جاگ کر کتے کو دیکھتا رہا۔ آدھی رات کے بعد کتا اٹھا اور جہاں تک رسّی اجازت دیتی تھی وہ بڑے آرام سے ٹہلتا رہا۔ بہت دیر ٹہل کر وہ رُکا اور گر پڑا۔ طبیب نے دیکھا، کتا مر چکا تھا۔ طبیب نے رپورٹ دی کہ دونوں کمانداروں کو ایسا زہر دیا گیا ہے جس سے کوئی تلخی نہیں ہوتی۔ انسان نہایت اطمینان سے مر جاتا ہے۔

سراغرسانوں نے دونوں کمانداروں کے متعلق گہری تفتیش کی۔ یہ معلوم کرنے کی بہت کوشش کی گئی کہ زندگی کے آخری روز وہ کس کس سے ملے، کہاں گئے اور انہوں نے کس کے ساتھ کچھ کھایا پیا مگر کوئی سراغ نہ ملا۔ شادی شدہ کمانڈر کی بیوی سے بھی پوچھ گچھ کی گئی لیکن اس پر شک کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ دونوں کمانداروں میں مشترک وصف یہ تھا کہ پکے مسلمان تھے۔ میدانِ جنگ میں اُن کی کمانڈ اور دلیری کی تعریف سلطان ایوبی نے بھی کی تھی۔ دونوں سرحدی دستوں کے کمانڈر رہ چکے تھے اور انہوں نے کئی ایک سوڈانیوں کو سرحد پار کرتے گرفتار کیا تھا۔ سوڈانیوں نے انہیں بہت رشوت پیش کی تھی جو انہوں نے قبول نہیں کی تھی۔ اب دونوں کو نائب سالاری کی ترقی ملنے والی تھی۔ وہ اس قابل تھے کہ کسی بھی جگہ حملے کی قیادت آزادانہ کر سکیں۔

علی بن سفیان نے رائے دی کہ قتل کی یہ دونوں وارداتیں صلیبی تخریب کاروں کی ہیں اور قاتل فدائی ہیں۔ اس نے کہا کہ دشمن نے اب اہم شخصیتوں کے قتل کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ تمام کمانداروں اور حکام کو خبردار کر دیا گیا کہ کسی اجنبی یا مشکوک آدمی کے ہاتھ سے کوئی چیز نہ کھائیں اور ایسے آدمیوں پر نظر رکھ کر انہیں پکڑنے کی کوشش کریں جو دوستی لگانے اور کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کرنے کی کوشش کریں۔ سراغرساں مصروف ہو گئے۔

دوسرے کمانڈر کے قتل کے سات آٹھ روز بعد ایک رات فوج کے خیموں کو آگ لگ گئی۔ ہزاروں خیمے ایک جگہ لپٹے پڑے تھے۔ ان کے انباروں کے اوپر چھپر تھے۔ وہاں پہرہ بھی تھا پھر بھی آگ لگ گئی۔ یہ آگ تخریب کاری کا نتیجہ تھی۔ وہاں اتفاقیہ آگ لگنے کا کوئی امکان نہیں تھا کیونکہ ان چھپروں کے قریب آگ جلانے کی ممانعت تھی۔ اس کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ پُراسرار سے کچھ اور واقعات ہوئے تھے۔ سرحدی دستوں کو اور زیادہ چوکس کر دیا گیا تھا۔ سوڈان کی طرف سرحد کے اندر چوری چھپے آنے والوں کی تعداد اور رفتار بڑھ گئی تھی۔ اس کا اندازہ ان لوگوں کی گرفتاریوں سے ہوتا تھا۔

☆

علی بن سفیان نے اپنی انٹیلی جنس کو اور زیادہ پھیلا دیا اور پہلے سے زیادہ ہوشیار کر دیا تھا۔ قاہرہ سے

کچھ دُور دریائے نیل کے کنارے پہاڑی علاقہ تھا۔ اُس کے اندر کہیں فرعونوں کے زمانے کے کھنڈر تھے۔ اس سے پہلے ایسے واقعات ہوئے تھے کہ صلیبی اور سوڈانی تخریب کاروں نے ایسے کھنڈروں کو خفیہ اڈوں کے طور پر استعمال کیا تھا۔ مصر میں ایسے کھنڈروں کی تعداد کچھ کم نہیں تھی۔ اس پہاڑی علاقے کو نظر میں رکھ کے بے علی بن سفیان نے اپنے جاسوسوں کو خصوصی ہدایات کے ساتھ مقرر کر رکھا تھا۔ اب کے صلیبی تخریب کاروں نے یہ کامیابی بھی حاصل کر لی تھی کہ انہوں نے دو تین مہینوں کے عرصے میں علی بن سفیان کے چھ سات جاسوس جو قاہرہ میں مختلف جگہوں پر مختلف بھروپوں میں رہتے تھے غائب کر دیئے تھے۔

یہ وہ جاسوس تھے جو صلیبیوں کے جاسوسوں کو پکڑنے کے ماہر تھے لیکن وہ خود پکڑے گئے یا مارے گئے۔ خطرہ یہ تھا کہ وہ پکڑے گئے تو صلیبی انہیں حشیشین کے حوالے کر کے انہیں مصر کی ہی حکومت اور فوج کے خلاف استعمال کریں گے۔ اصل خطرہ تو یہ تھا کہ دشمن کے جاسوسوں نے قاہرہ کے جاسوسوں کو پہچان لیا تھا۔ جاسوسی اور سراغرسانی کی اس جنگ میں دشمن جیت رہا تھا۔ علی بن سفیان نے اب نئے اور نیچے عہدوں کے ایسے جاسوس جو اپنے فن میں خصوصی مہارت رکھتے تھے استعمال کرنے شروع کر دیئے تھے۔ ان میں ایک مہدی الحسن تھا جو یروشلم اور تریپولی تک بڑی کامیاب جاسوسی کر آیا تھا۔ بہت دلیر اور دانشمند جاسوس تھا۔

علی بن سفیان نے یہ پہاڑی علاقہ اُسے دے رکھا تھا۔ اس علاقے کے اندر صرف ایک راستہ تھا۔ پیچھے دریا اور باقی ہر طرف پہاڑیاں اور چٹانیں بھی تھیں۔ اندرونی علاقے میں سبزہ اور درخت تھے، کہیں کہیں پانی کی جھیلیں بھی تھیں۔ اطلاع ملی تھی کہ اس کے اندر مشکوک سے آدمی آتے جاتے دیکھے گئے ہیں۔ فرعونوں کی کسی عمارت کے کھنڈر سامنے نظر نہیں آتے تھے۔ کسی نے کبھی دیکھے بھی نہیں تھے، لیکن یہ یقین ضرور تھا کہ اس کوہسار کے اندر فرعونوں نے کچھ نہ کچھ بنایا ضرور تھا جو اب تک موجود ہے۔ بہرحال یہ جگہ ایسی تھی جو تخریب کاروں کا خفیہ اڈہ بننے کے لیے موزوں تھی۔

مہدی الحسن وہاں ایک دو اونٹ اور چند ایک بھیڑ بکریاں لے جا کر صحرائی خانہ بدوش یا گڈریئے کے بہروپ میں جایا کرتا تھا۔ اس کے جانور اِدھر اُدھر چرتے پھرتے رہتے اور وہ گھومتا پھرتا رہتا تھا۔ اُس نے کچھ دُور اندر تک علاقہ دیکھا تھا۔ وہاں اُسے کچھ بھی نظر نہیں آیا تھا۔ بہت آگے جا کر ایک پہاڑی ایسی تھی جس کے دامن سے بیس پچیس فٹ اوپر ایک قدرتی سرنگ کا دہانہ تھا۔ مہدی الحسن اس سرنگ کے اندر گیا تھا۔ یہ اتنی اونچی اور فراخ تھی کہ اس میں سے اونٹ گزر سکتا تھا۔ یہ پہاڑی کی طرف تک چلی گئی تھی۔ مہدی الحسن دوسری طرف گیا۔ وہاں تنگ سی ایک وادی تھی جہاں کوئی اڈہ نہیں ہو سکتا تھا۔ سرنگ بہت لمبی تھی۔ اُس کے اندر دائیں بائیں دیواروں میں غاریں سی بنی ہوئی تھیں۔ اتنے بڑے بڑے پتھر بھی تھے کہ ایک پتھر کے پیچھے آدمی بیٹھ کر چھپ سکتا تھا۔

اس مصری جاسوس نے علی بن سفیان کو رپورٹ دی تھی کہ وہ جہاں تک جا سکا ہے، اُسے کوئی

مشکوک جگہ نظر نہیں آئی اور اتنے دن اُسے کوئی ایک بھی آدمی اندر جاتا یا باہر آتا دکھائی نہیں دیا۔ علی بن سفیان نے اُسے کہا کہ وہ سارا دن وہیں گزارا کرے اور وہ زیادہ اندر تک نہ جایا کرے کیونکہ پکڑے یا مارے جانے کا خطرہ تھا۔ علی بن سفیان نے اُسے یہ بھی کہا کہ کبھی کبھی وہ اونٹ پر سوار ہو کر رات کو بھی چلا جایا کرے۔ اگر کوئی آدمی اُسے مل جائے تو اُسے بتائے کہ وہ قاہرہ جا رہا ہے۔ اپنے آپ کو کسان ظاہر کرے۔ اِس ہدایت کے تحت مہدی الحسن رات کو بھی وہاں گیا تھا۔ ایک رات اسے کسی کے بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ یہ کوئی جنگلی جانور بھی ہو سکتا تھا اور یہ کوئی انسان بھی ہو سکتا تھا۔ مہدی الحسن آگے نہ گیا۔ کچھ دیر وہاں رُکا رہا پھر واپس آ گیا۔

☆

وہ دوسرے دن سورج نکلنے سے پہلے دو تین اونٹ اور بھیڑ بکریاں لے کر وہاں چلا گیا۔ انہیں کھلا چھوڑ کر خود اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے لگا۔ وہاں سبزہ تھا۔ جھاڑیاں اور گھاس تھی اور جنگلی پودے بھی۔ کچھ آگے جا کر اُسے ایک آدمی دکھائی دیا جو زمین پر جُھکا ہُوا تھا۔ اُس نے قیمتی چغہ پہن رکھا تھا اور اس کی لمبی داڑھی تھی۔ سر پر عمامہ بھی قیمتی تھا۔ مہدی الحسن آہستہ آہستہ اس کی طرف چلنے لگا۔ جُھکے ہوئے آدمی نے اُس کی طرف دیکھا۔ مہدی الحسن نے اپنی چال ڈھال میں جارحانہ پن نمایاں رکھا اور آہستہ آہستہ اس آدمی کے قریب جا کر رُکا ہُوا۔

چغے والے کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا جس میں ہرے پتے بھرے ہُوئے تھے اور اُس کے دوسرے ہاتھ میں ایک پودے کی ہری شاخ تھی۔

"آپ کیا ڈھونڈ رہے ہیں؟" — مہدی الحسن نے گنواروں کے سے لہجے میں احمقوں کی طرح ہنس کر پوچھا — "کوئی چیز گم ہو گئی ہے؟ میں بھی تلاش کروں؟"

"میں حکیم ہوں" — اس آدمی نے کہا — "جڑی بوٹیاں ڈھونڈ رہا ہوں۔ ان کی دوائیاں بناؤں گا۔"

مہدی الحسن نے اُس کا چہرہ دیکھ کر پہچان لیا۔ وہ قاہرہ کا حکیم تھا اور خاصی شہرت رکھتا تھا۔ مہدی الحسن نے اس کے اس جواب کو غلط نہ سمجھا کہ وہ جڑی بوٹیاں ڈھونڈ رہا ہے۔ اس علاقے میں جڑی بوٹیاں وجود تھیں۔ حکیم نے اس سے پوچھا کہ وہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ یہاں سے تھوڑی ہی دُور اپنے ایک کنبے کے ساتھ خیمے میں رہتا ہے اور یہاں جانوروں کو چرانے اور پانی پلانے لایا ہے۔

"ان بوٹیوں سے آپ کس مرض کی دوائیاں بنائیں گے؟" — مہدی الحسن نے پوچھا۔

"تم کسی مرض کو نہیں سمجھ سکتے" — حکیم نے جواب دیا — "بعض مرض ایسے ہوتے ہیں کہ مریض کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اُسے کیا ہے؟"

یہ حکیم مشہور تھا۔ دُور دُور سے اس کے پاس مریض آتے تھے۔ اتفاق سے مہدی الحسن کو یہاں مل گیا۔ یہ انسانی فطرت کی کمزوری ہے کہ انسان پر مرض کا وہم بھی طاری ہو جاتا ہے اور انسان بڑی لمبی عمر کا اور ایسی

جسمانی طاقت کا متمنی رہتا ہے جو کبھی کم نہ ہو۔ مہدی الحسن کو شاید معمولی سی کوئی تکلیف تھی۔ اُس نے اس کا ذکر حکیم سے کیا۔ حکیم نے اُس کی نبض پر ہاتھ رکھا، پھر اس کی آنکھوں میں جھانکا اور یوں چونکا جیسے اُسے ان آنکھوں میں کوئی عجیب چیز نظر آئی ہو۔ اس نے مہدی الحسن کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ حکیم کے چہرے پر حیرت کا تاثر تھا۔

"تم میرے دواخانے میں آ سکتے ہو؟" — حکیم نے پوچھا — "شہر میں آ جاؤ۔"

"میں بہت غریب آدمی ہوں" — مہدی الحسن نے کہا — "آپ کو پیسے کہاں سے دوں گا؟"

"تم ابھی میرے ساتھ چلو" — حکیم نے کہا — "میرا اونٹ اُدھر چر رہا ہے، تمہارے پاس بھی اونٹ ہے۔ مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں۔ امیر لوگ بہت پیسے دے جاتے ہیں۔ غریبوں کا علاج مفت کرتا ہوں۔ تمہاری بیماری اس وقت تو معمولی ہے لیکن یہ اچانک بڑھ جائے گی۔ مجھے کوئی اور شک بھی ہے۔"

مہدی الحسن دراصل ڈیوٹی پر تھا۔ معمولی سے مرض کی خاطر وہ ڈیوٹی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اُس نے حکیم سے کہا کہ وہ شام کو اُس کے دواخانے میں آئے گا، اُسے راستہ اور جگہ بتا دے۔ مہدی الحسن کو پہلے ہی معلوم تھا کہ اُس کا دواخانہ کہاں ہے۔ وہ انجان بنا رہا اور حکیم نے اُسے سمجھا دیا کہ دواخانہ کہاں ہے۔

☆

مہدی الحسن شام کے بعد اسی بہروپ میں حکیم کے دواخانے میں چلا گیا۔ اُس نے اونٹ ساتھ رکھا تھا تاکہ حکیم کو شک نہ ہو۔ اُسے خود حکیم پر کوئی شک نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حکیم جڑی بوٹیاں تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اسے فی الواقع خیال پیدا ہو گیا تھا کہ جسے وہ معمولی سی تکلیف سمجھتا ہے وہ خطرناک بیماری بن سکتی ہے۔ حکیم نے اُسے اچھی طرح دیکھا اور کہا — "میں دوائی دے دیتا ہوں۔ اگر اس سے افاقہ نہ ہوا تو وہ کوئی اور بندوبست کرے گا کیونکہ اُسے کوئی اور شک ہے۔"

مہدی الحسن نے پوچھا کہ اور کیا شک ہے؟

"اللہ نہ کرے میرا شک درست ہو" — حکیم نے کہا — "تم خوبصورت جوان ہو۔ صحرا میں گھومتے پھرتے رہتے ہو۔ جس جگہ تم مجھے ملے تھے وہ جگہ ٹھیک نہیں۔ وہاں بدروحیں رہتی ہیں۔ ان میں بعض فرعونوں کے وقتوں کی بڑی حسین لڑکیوں کی بدروحیں ہیں۔ انہیں فرعونوں نے زبردستی اپنے پاس رکھا اور عیاشی کا ذریعہ بنایا تھا، پھر انہیں مروا ڈالا تھا کیونکہ ان کی جگہ انہیں دوسری لڑکیاں مل گئی تھیں۔ روح بوڑھی نہیں ہوتی ہمیشہ جوان رہتی ہے۔ جن لڑکیوں کو قتل کیا گیا تھا اُن کی روحیں اس سرسبز خطے میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ مجھے شک ہے کہ تمہاری شکل و صورت فرعونوں کے دَور کے کسی ایسے جوان سے ملتی جُلتی ہے جسے اُس دَور کی کوئی لڑکی چاہتی تھی مگر وہ کسی فرعون کا شکار ہو گئی۔ تم اس جگہ جاتے رہتے ہو۔ اس لڑکی کی بدروح نے تمہیں دیکھ لیا ہے اور تمہاری روح کے ساتھ دل بہلا رہی ہے۔"

"یہ مجھے نقصان تو نہیں پہنچائے گی؟" — مہدی الحسن نے حکیم کی بات سے متاثر ہو کر پوچھا — "بدروح

کی دوستی اچھی تو نہیں ہوتی۔ کیا آپ اس بدروح سے نجات دلا سکتے ہیں؟"

"میرا شک غلط ہو سکتا ہے"۔۔۔ حکیم نے کہا۔۔۔ "پہلے دوائی دوں گا۔ افاقہ نہ ہوا تو بدروح کا کچھ کروں گا۔ میرے پاس اس کا بھی علاج ہے۔ تعویذ دوں گا۔ عمل کروں گا۔ ضرورت پڑی تو اس بدروح کے ساتھ تمہاری ملاقات کرا دوں گا۔ بدروح سے نجات حاصل کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہوتا ہے۔ بدروح کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی؟"

مہدی الحسن قابل اور ذہین جاسوس تھا لیکن وہ عالم فاضل نہیں تھا۔ اپنی قوم کے ہر فرد کی طرح جنات، چڑیلوں اور بدروحوں کے وجود پر یقین رکھتا تھا۔ اُس نے ان کی جو کہانیاں اور روائتیں سُنی تھیں انہیں سچ مانتا تھا۔ حکیم کا ایک ایک لفظ اُس کے دل میں اُتر گیا اور اُس پر بدروح کا خوف طاری ہو گیا۔ وہ حکیم کے پاس جاسوسی کے لیے نہیں علاج کے لیے ہی گیا تھا۔ حکیم نے اُسے تسلی دی کہ وہ کوئی فکر نہ کرے لیکن وہ نڈھال ہو گیا۔ حکیم نے اُسے دوائی کی صرف ایک خوراک دی اور کہا کہ رات سونے سے پہلے کھا لے۔

اُس نے سونے سے پہلے یہ دوائی کھا لی۔ اُسے فوراً نیند آ گئی۔ اِس سے پہلے اُس کی اتنی جلدی آنکھ کبھی نہیں لگی تھی۔ صبح آنکھ کھلی تو اُس نے محسوس کیا کہ اس کی طبیعت غیر معمولی طور پر ہشاش بشاش ہے۔ وہ سب سے پہلے علی بن سفیان کے پاس گیا۔ اُسے یہ نہ بتایا کہ اُس نے اس پہاڑی علاقے میں، حکیم کو جڑی بوٹیاں تلاش کرتے دیکھا تھا۔ یہ بتانے والی بات نہیں تھی کیونکہ حکیم کوئی مشکوک انسان نہیں تھا۔ وہ قاہرہ کا اتنا مشہور اور قابل حکیم تھا کہ فوج اور حکومت کے بڑے بڑے افسر بھی اُس کے پاس علاج کے لیے جاتے تھے۔ اُس کے متعلق یہ بھی مشہور تھا کہ تعویذ بھی دیتا اور جنات وغیرہ کو بھی قبضے میں رکھتا ہے۔ علی بن سفیان نے مہدی الحسن سے کہا کہ وہ اُسی جگہ جائے، اُسے وہاں کوئی نہ کوئی مشکوک انسان ضرور نظر آئے گا۔ علی بن سفیان دراصل تخریب کاروں کے ایک اڈے کی تلاش میں تھا۔

مہدی الحسن اُس طرف جانے حکیم کے پاس چلا گیا۔ وہ گڈریوں کے لباس میں تھا۔ اُس نے حکیم سے کہا کہ وہ صبح سویرے اتنی دُور سے یہ بتانے آیا ہے کہ رات اُسے بہت گہری نیند آئی ہے اور اب وہ اتنا ہشاش بشاش ہے جتنا وہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

"اگر شام تک تم اسی حالت میں رہے تو بدروح نہیں ہو سکتی"۔۔۔ حکیم نے کہا۔۔۔ "شام کو پھر آ جانا"۔

مہدی اونٹ پر سوار ہوا اور اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہو گیا۔

☆

اس سرسبز جگہ وہ بہت دنوں سے جا رہا تھا اور سارا سارا دن وہاں رہتا تھا۔ رات کو بھی وہاں گیا تھا مگر اب حکیم سے ملاقات کے بعد اسے اس جگہ سے ڈر محسوس ہونے لگا۔ حکیم نے اُسے بتایا تھا کہ بدروح نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ وہ محبت کی خاطر اس کی روح کے پاس آتی ہے، پھر بھی اَن دیکھی

پُراسرار مخلوق کا ڈر تو تھا۔ اُسے ایسے محسوس ہونے لگا جیسے اس کے گرد بدروحیں منڈلا رہی ہوں۔ وہ دلیر آدمی تھا۔ ڈر دل سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا اور اس بدروح کو تصور میں لانے لگا جس کا ذکر حکیم نے کیا تھا۔ اس تصور نے اُسے تسکین دی اور وہ اونگھنے لگا۔

اچانک اُس نے محسوس کیا کہ اس کی طبیعت جو اتنی زیادہ ہشاش بشاش تھی بجھ رہی ہے۔ اندر دل پر گھبراہٹ طاری ہو رہی ہے۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن گھبراہٹ بڑھتی گئی۔ اور اُس نے حکیم کو اپنی جو کیفیت بتائی تھی وہ پہلے کی نسبت زیادہ ہو گئی۔ اُس نے اُسی وقت حکیم کے پاس جانا چاہا لیکن ڈیوٹی نہیں چھوڑ سکتا تھا، برداشت کرتا رہا۔ بہت دیر بعد اس کی طبیعت گھبراہٹ سے آزاد ہونے لگی اور آہستہ آہستہ اس حالت میں آ گئی جس میں کل دوائی کھانے سے پہلے تھی۔ اسے یقین ہونے لگا کہ یہ بدروح کا اثر ہے۔

دن گزر گیا۔ اُس نے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو کھانا کھایا اور انہیں وہاں لے گیا جہاں رات کو جاتا تھا۔ اونٹ پر سوار ہو کر وہ شہر میں حکیم کے پاس چلا گیا۔ اسے اپنی طبیعت کی یہ تبدیلی بتائی۔ حکیم نے بدروح کے شک کا اظہار کیا لیکن ایک نسخہ اور دوائی کھانے کو کہا۔ اُس نے دوائی وہیں دے دی جو مہدی الحسن نے رات سونے سے پہلے کھا لی۔ گذشتہ رات کی طرح اسے گہری نیند آئی اور صبح طبیعت شگفتہ تھی۔ وہ روزمرہ کی طرح علی بن سفیان کے پاس گیا اور وہاں سے اپنی ڈیوٹی کی جگہ چلا گیا۔

اس کی جسمانی حالت اچھی رہی، ذہنی حالت یہ تھی کہ بدروح کا خیال غالب تھا۔ آٹھ دن گزر گئے۔ اس کی شگفتگی کم ہونے لگی جو آہستہ آہستہ ختم ہو گئی اور اس کی جگہ گھبراہٹ اور اداسی آ گئی۔ اس نے درمیان میں اُدھر کرنے کی کوشش کی اور ٹہلنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ طبیعت ٹھکانے آ گئی۔ اُس کے کانوں میں ایسی آواز پڑی جیسے دُور کہیں کوئی عورت رو رہی ہو۔ رونے کی آواز بلند ہوئی پھر مدھم ہوتے ہوتے خاموشی ہو گئی۔ مہدی الحسن جہاں تھا وہیں رہا۔ یہ کوئی بدروح رو رہی تھی اور یہ نہ بدروح ہو سکتی تھی جس کا ذکر حکیم نے کیا تھا۔ مہدی الحسن کے دل پر خوف طاری ہوا جس پر اُس نے قابو پا لیا۔ اُس نے یہ ارادہ کیا کہ بدروح سے بات کرے لیکن حکیم نے اُسے بتایا نہیں تھا کہ بدروح کے ساتھ بات کرنی چاہیئے یا نہیں۔ اگر وہ کسی اور جگہ اور مختلف ماحول میں کسی عورت کے رونے کی آواز سنتا تو دوڑ کر مدد کو پہنچتا لیکن یہاں کسی بیتی جاگتی عورت کا کوئی کام نہیں تھا۔ یہ فرعونوں کے دور کی کسی لڑکی کی بدروح تھی۔

شام کو وہ حسبِ معمول حکیم کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ اُس کی حالت کیا ہوئی اور اُس نے کیسی آوازیں سنی ہیں۔ حکیم گہری سوچوں میں کھو گیا اور بولا۔۔۔ "میرا شک یقین میں بدل گیا ہے۔ یہ بدروح ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ میں ابھی ایک تعویذ دوں گا پھر بدروح سے پوچھوں گا کہ کیا چاہتی ہے۔ اس کے مطابق کچھ اور کروں گا لیکن تمہیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ یہ بدروح تمہارے ساتھ محبت کرتی ہے، اس لیے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ تم اُس جگہ جاتے رہنا۔ اگر تم نے اس بدروح سے بھاگنے کی کوشش کی تو نقصان کا خطرہ ہے"۔

حکیم نے اُسے ایک تعویذ دے دیا جو اُس نے اپنے بازو کے ساتھ باندھ لیا۔

"میں رات کو اپنا عمل کروں گا۔" حکیم نے کہا۔ "کل صبح میرے پاس آنا۔ تمہیں بتاؤں گا کہ بدروح کیا ہے۔ تم نے رونے کی جو آوازیں سنی ہیں وہ اسی بدروح کی ہیں۔ یہ بدروح شیطان نہیں، پھر بھی کوشش کروں گا کہ تمہیں اس سے نجات مل جائے۔"

مہدی الحسن دل پر تذبذب اور ہیجان لے کر چلا گیا۔

☆

اگلے روز مہدی الحسن کو علی بن سفین کی طرف سے کچھ اور ہدایات ملیں۔ وہ بھاگم بھاگ حکیم کے پاس گیا۔ حکیم جیسے اُسی کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسے اندر لے گیا۔

"وہ تمہارے ساتھ صرف ایک ملاقات کرنا چاہتی ہے۔" حکیم نے اُسے کہا۔ "وہ تمہارے سامنے آئے گی۔ اپنا آپ دکھائے گی۔ تم اُسے دیکھ سکو گے۔ ہو سکتا ہے پہلے روز وہ تمہارے سامنے آئے اور غائب ہو جائے۔ وہ دوسری دنیا کی مخلوق ہے۔ شاید اس دنیا کے انسانوں کے قریب آنے سے گریز کرے۔ اگر اُس نے ایسا ہی کیا تو تمہیں اگلے روز پھر جانا پڑے گا۔"

"کہاں؟"

"وہیں، جہاں تم ہر روز جاتے ہو۔" حکیم نے کہا۔ "جہاں تم نے مجھے دیکھا تھا۔ تم وہاں رات کو جاؤ گے۔"

"آپ بھی ساتھ ہوں گے؟"

"نہیں۔" حکیم نے جواب دیا۔ "اُس جہان میں گئی ہوئی روح صرف اُسے نظر آتی ہے جسے وہ چاہتی ہے، اور اگر کوئی گناہگار بدروح کسی انسان پر نظر رکھ لے تو اُسے فوراً مار ڈالتی ہے۔ یہ بدروح جو تمہیں ملنا چاہتی ہے کسی کو پریشان کرنے والی نہیں۔ اُس کے رونے کو سنو۔ وہ مظلوم ہے۔ محبت کی پیاسی ہے۔ میں نے رات جب اُسے حاضر کیا تو وہ زار و قطار روئی اور اُس نے میری منت کی کہ اِس شخص کو تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس بھیج دو، پھر ہمیشہ کے لیے چلی جاؤں گی۔"

اگر یہ باتیں کوئی اور کر رہا ہوتا تو مہدی الحسن پر اتنا زیادہ اثر نہ ہوتا جتنا اُس نے قبول کیا۔ یہ باتیں اُس حکیم کی زبان سے نکل رہی تھیں جس سے مہدی الحسن کے بڑے حاکم بھی متاثر تھے..... وہ حکیم بھی تھا، اور عالم بھی۔ اُس کے بولنے کا انداز ایسا تھا جو سننے والے کی روح میں اُتر جاتا تھا۔ اُس نے مہدی الحسن کو یقین دلایا کہ رات کو اس بدروح کی ملاقات سے اُس پر کوئی خوف طاری نہیں ہوگا اور اُسے نقصان کی بجائے شاید کچھ فائدہ بھی ملے۔

"ایک احتیاط بھی ضروری ہے۔" حکیم نے اُسے کہا۔ "کسی کے ساتھ اس بدروح کے متعلق یا اُس کی ملاقات کے متعلق کوئی بات نہ کرنا۔ اگر تم نے یہ راز فاش کر دیا تو نقصان کا خطرہ ہے۔ تم اپنی دنیا کے انسانوں کو دھوکہ دے سکتے ہو، عالمِ غیب میں گئی ہوئی روح کا راز فاش کرو گے تو میں بتا نہیں سکتا کہ تمہارے جسم کے کون سے دو اعضاء ہمیشہ کے لیے بیکار ہو جائیں گے۔ دونوں ٹانگیں سوکھ جائیں گی یا دونوں بازو یا دونوں

آنکھیں بینائی سے محروم ہو جائیں گی۔ اب میں تمہیں جو بات بتانے لگا ہوں یہ بھی ایک راز ہے۔ یہ راز تمہیں اس لیے دے رہا ہوں کہ تم عبرت حاصل کر سکو۔ یہاں کی فوج کے دو اعلیٰ رتبہ کے کمانڈر رات کے وقت مارے گئے ہیں۔ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کس طرح مرے ہیں۔ مجھے دو تین بدروحوں نے بتایا ہے کہ انہیں بدروحوں نے مارا ہے۔ انہوں نے بدروحوں کے راز فاش کر دیئے تھے۔"

"وہ کس طرح؟" مہدی الحسن گنوار گڈریا اور صحرائی خانہ بدوش بنا ہوا تھا لیکن وہ دراصل جاسوس تھا۔ وہ ان دو کمانڈروں کی موت کا سراغ لینا چاہتا تھا۔ اُس نے حکیم سے تفصیل پوچھی۔

"میں ایسی راز کی بات کسی کو بتا نہیں سکتا۔" حکیم نے کہا۔ "جتنی اجازت تھی اتنی بتا دی ہے۔ تم بالکل خاموش رہنا۔ اپنے اس راز کے ساتھ واسطہ رکھو جو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ یہ بھی نہ سوچنا کہ میں تمہاری ذات میں کسی لالچ اور کسی اُجرت کے بغیر اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہوں۔ میں ان روحوں اور بدروحوں کی خواہشات کا پابند ہوں۔ اگر میں انہیں ناراض کر دوں تو میرا علم بیکار ہو جائے اور بدروحیں میرا بھی وہی حشر کر دیں جو وہ اپنے دشمنوں کا کرتی ہیں۔ اس روح نے جو تمہیں دیکھ کر روتی ہے مجھے کہا ہے کہ میں اس کے ساتھ تمہاری تھوڑی سی دیر کی ملاقات کرا دوں تو یہ میرا فرض ہے کہ اس کی خواہش پوری کروں۔"

"اگر میں اس سے نہ ملوں تو کیا ہوگا؟"

"وہ بدروح بن کر تمہاری روح پر اپنا سایہ کرے گی۔" حکیم نے جواب دیا۔ "تم نے مجھے اپنی جو تکلیف بتائی تھی وہ کوئی جسمانی تکلیف نہیں۔ یہ روحانی عارضہ ہے۔ اس نے تم پر ابھی اپنا پورا اثر نہیں ڈالا تھا۔ تم کوئی نیک انسان ہو۔ تمہاری نیکی تمہارے کام آئی ہے۔ تم نے میرے ساتھ اس تکلیف کا ذکر کر دیا۔ خدائے ذوالجلال جس پر رحمت فرمانا چاہتے ہیں اس کے لیے وہ کسی انسان کو سبب بنا دیتے ہیں۔ یہ کرشمہ اللہ کی ذات کا ہے کہ تم نے مجھے وہاں دیکھ لیا اور ہم دونوں ملے۔ اس رحمت سے ڈرو نہیں۔ اگر تم اس بدروح کی ملاقات کی خواہش کرو گے تو وہ اس دنیا میں تمہیں بہت فائدہ دے گی۔ ایک فائدہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نہایت خوبصورت لڑکی کے روپ میں گوشت پوست کا زندہ جسم بن کر تمہیں جب چاہو گے ملا کرے گی۔ تم اُسے بیوی بنا کر گھر رکھ سکتے ہو اور اگر وہ زیادہ مہربان ہو گئی تو مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں کسی فرعون کے مدفون خزانے کا بھید بتا دے اور ایسا ذریعہ پیدا کر دے کہ تم یہ خزانہ نکال کر اور اس بدروح کو ساتھ لے کر مصر سے کہیں دور چلے جاؤ اور کسی خطے کے بادشاہ بن جاؤ۔"

"ملاقات کب ہوگی؟"

"آج رات چلے جاؤ۔" حکیم نے کہا۔

حکیم نے اُسے ایک اور تعویذ دیا اور اُسے بہت سی ہدایات دیں۔ خطروں سے بھی آگاہ کیا اور فائدے بھی بتائے اور زور دے کر کہا کہ ڈرنا نہیں۔ وہاں پہنچنے کا وقت بھی بتایا جو رات تاریک ہو جانے کے کچھ دیر بعد کا تھا۔ مہدی الحسن عجیب و غریب سے تاثرات لے کر وہاں سے اٹھا اور اپنی روزمرہ کی ڈیوٹی پر چلا گیا۔

دن وہاں گزارا اور سورج غروب ہونے سے بہت پہلے واپس چلا گیا۔

☆

رات تاریک ہوئی تو وہ پھر وہاں موجود تھا مگر اب ڈیوٹی پر نہیں بدروح کی ملاقات کے لیے گیا تھا۔ ایسی تاریک تنہائی اور ایسے سنسان ماحول میں اُسے خوفزدہ ہونا چاہیے تھا لیکن حکیم کی باتیں اُسے حوصلہ دے رہی تھیں۔ اُس نے بازو کے ساتھ دو تعویذ باندھ رکھے تھے اور وہ اپنے طور پر کوئی وِرد بھی کر رہا تھا۔ وہ اُس جگہ پہنچ گیا جو اُسے حکیم نے بتائی تھی۔ یہ پہاڑیوں کے اندر تھی۔ درخت بھوتوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ ماحول اس قدر خاموش تھا کہ مہدی الحسن کو اپنے دل کی دھڑکن بھی سنائی دے رہی تھی۔

اُسے رونے کی وہی آواز سنائی دی جو اُس نے دن کو سنی تھی۔ وہ اس آواز کی طرف چل پڑا۔ کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ وہ ذرا سا چل کر رُک گیا۔ اب کے رونے کی آواز اس کے عقب سے آنے لگی۔ یہ بھی دُور تھی۔ وہ اُس طرف چل پڑا۔ اس جگہ سے وہ واقف تھا اس لیے آسانی سے چلا جا رہا تھا۔ یہ آواز بھی خاموش ہو گئی۔

مہدی الحسن نے بلند آواز سے کہا۔ "مجھے اپنا آپ دکھاؤ گی یا اسی طرح ڈراتی رہو گی؟"

اُسے اپنے یہی الفاظ سنائی دیئے۔ اگر اُسے یہ علم نہ ہوتا کہ یہ اُس کی اپنی صدائے بازگشت ہے تو وہ ڈر کے مارے بھاگ جاتا۔ یہ صحرائی پہاڑیاں تھیں جو دیواروں کی طرح کھڑی تھیں۔ ان میں زیادہ تر عمودی اور کچھ ڈھلانی تھیں۔ مہدی الحسن کو اپنی آواز تین چار بار سنائی دی۔ اُس کی آواز ماحول اور فضا میں گھومتی اور تیرتی محسوس ہوتی تھی۔

اس آواز کی گونج تاریک فضا میں تحلیل ہو گئی تو اُسے ایک نسوانی آواز سنائی دی ــــ "مجھ سے ڈرو نہیں۔ آگے آؤ"۔ یہ آواز دُور سے آئی تھی۔ یہ اُسے کئی بار سنائی دی اور آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔

آواز پھر آئی ــــ "اب بے وفائی نہ کرنا۔ میں دو ہزار سال سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں"۔

مہدی الحسن کو یہ الفاظ کئی بار سنائی دیئے، پھر مہدی الحسن کی آواز اُبھری اور بار بار سنائی دینے کے بعد خاموش ہو گئی۔ اس طرح دونوں طرف سے آوازیں اُبھرتی، بھٹکتی اور گونجتی رہیں۔ بدروح کی آواز میں التجا تھی جس سے مہدی الحسن کا خوف دُور ہو گیا۔ وہ ان پہاڑیوں میں اندر تک چلا گیا۔ اُسے سامنے روشنی کی چمک دکھائی دی جو آسمانی بجلی کی طرح چمکی اور بجھ گئی۔ اس چمک میں اُس نے دیکھ لیا کہ وہ کہاں ہے۔ اُسے اس چمک میں اُس سرنگ کا دہانہ نظر آیا تھا جس میں سے گزر کر وہ ایک بار دوسری طرف گیا تھا۔ وہ وہیں رُک گیا۔

کچھ دیر بعد روشنی پھر چمکی اور اس میں اُسے سرنگ کے دہانے میں کوئی انسان کھڑا نظر آیا۔ روشنی جلانے کہاں سے آ رہی تھی۔ یہ اتنی لمبی چوڑی تھی کہ دہانے میں کھڑا انسان صاف نظر آتا تھا۔ وہ اس سے کم و بیش پچاس قدم دُور تھا۔ اُس نے غور سے دیکھا۔ چہرہ بڑی ہی خوبصورت لڑکی کا تھا۔ صرف چہرہ نظر آتا تھا۔ باقی سارا جسم سفید کفن میں لپٹا ہوا تھا۔ مہدی الحسن ڈرنے لگا۔ اُسے نسوانی آواز سنائی دی ــــ "مجھ سے ڈرو نہیں۔ دو ہزار سال

سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں"۔

وہ آگے بڑھا۔ چند قدم پار ہو گا کہ کفن سے ایک بازو باہر آیا جو مہدی الحسن کی طرف بڑھا۔ ہاتھ کی ہتھیلی اس طرح آگے ہوئی جیسے اشارہ کیا ہو "آگے آؤ"۔ مہدی الحسن وہیں رُک گیا۔ روشنی بجھ گئی۔ وہ اِس انتظار میں کھڑا رہا کہ روشنی ایک بار پھر چمکے گی اور اُسے کفن میں لپٹی ہوئی یہ لڑکی نظر آئے گی مگر اُسے آواز سنائی دی۔

"تم پر اعتبار کون کرے۔ پیچھے جاؤ۔ چلے جاؤ"۔

"مجھ پر اعتبار کرو"۔ مہدی الحسن نے کہا اور آگے کو دوڑا۔ وہ پکارتا جا رہا تھا "میں تمہاری خاطر آیا ہوں۔ میرے قریب آؤ"۔

وہ سرنگ کے دہانے میں جا رکا۔ اُسے سرنگ کے اندر سے آواز سنائی دی ــــ "کل آنا۔ چلے جاؤ۔ تم فانی دنیا کے انسان ہو۔ تمہارے وعدے بھی فانی ہیں"۔

مہدی الحسن سرنگ کے اندر چلا گیا اور آگے ہی آگے چلتا گیا۔ اُسے سرنگ کا دوسرا دہانہ دکھائی دیا۔ سرنگ کے اندر کی نسبت باہر تاریکی کم تھی اس لیے سرنگ کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔ سرنگ میں اس روشنی میں ایک لمبوترا سایہ دکھائی دیا جو ذرا سا چل کر غائب ہو گیا۔ یہ کفن میں لپٹی ہوئی لڑکی جیسا تھا۔ مہدی الحسن دوڑ پڑا۔ ٹھوکر کھا کر گرا اور اُٹھ کر پھر دوڑا۔ اگلے دہانے میں جا کر اُس نے آوازیں دیں مگر اُسے اپنی ہی پکار کی صدائے بازگشت کے سوا کوئی جواب نہ ملا۔ رونے کی آواز بھی نہ اُبھری۔ بدروح نے بھی اُسے نہ پکارا۔ وہ مایوس ہو کر واپس چل پڑا۔ ابھی وہ سرنگ کے وسط ہی میں تھا کہ اُسے سرنگ کے سامنے والے دہانے میں روشنی دکھائی دی۔ مگر اس روشنی میں کفن میں لپٹی ہوئی لاش نہیں تھی۔

روشنی بجھ گئی۔ مہدی الحسن سرنگ سے نکل گیا۔ اُسے سامنے اور ذرا بائیں کو بلندی پر روشنی کا دھوکہ ہوا مگر وہ کسی اور طرح کی روشنی تھی جیسے کسی نے کنڈیں یا چٹان کے پیچھے آگ جلا رکھی ہو۔ مہدی الحسن نے کچھ سوچا اور اُدھر کو چل پڑا جدھر سے آیا تھا۔ وہ اس پہاڑی علاقے سے نکل گیا۔ اُس کا اونٹ باہر بندھا تھا۔ وہ اونٹ پر سوار ہوا اور قاہرہ کی سمت روانہ ہو گیا۔ اس کی ذہنی کیفیت ایسی تھی جس میں ڈر اور خوف نہیں بلکہ اضطراب اور ہیجان تھا۔ وہ ان دو روشنیوں کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ایک وہ جس میں اُسے کفن میں لپٹی ہوئی لاش نظر آئی تھی اور دوسری وہ جو اُسے بلندی پر دکھائی دی تھی۔ بلندی والی روشنی آگ کی تھی۔

وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ رات بہت گزر گئی تھی پھر بھی اُسے نیند نہ آئی۔ بار بار کفن میں لپٹی ہوئی لڑکی کا چہرہ اُس کے سامنے آتا تھا اور یہ ارادہ اُسے تڑپا دیتا کہ وہ رات وہیں گزارے اور اس لڑکی کو قریب سے دیکھ کر تو آئے۔

☆

عادت کے مطابق وہ صبح وقت پر اُٹھا۔ مشین کی طرح روزمرہ کے کام کیے۔ علی بن سفیان کے پاس جانے کی نئی ہدایات ملیں جن میں ایک یہ تھی کہ اس علاقے میں اس کی ڈیوٹی ختم کر دی گئی تھی۔ اُسے شہر کے باہر کسی

اور جگہ جانے کو کہا گیا۔

"مجھے ابھی وہیں جانے دیں جہاں اتنے دنوں سے جا رہا ہوں۔" مہدی الحسن نے کہا۔ "مجھے توقع ہے کہ ان پہاڑیوں میں مجھے کچھ مل جائے گا۔ میں دو تین روز بعد آپ کو بتا سکوں گا کہ یہ علاقہ صاف ہے یا نہیں۔"

علی بن سفیان اس کے مشوروں کو نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ وہ کوئی عام قسم کا جاسوس نہیں تھا۔ اس شعبے کا سمجھدار تھا اور تجربے کے لحاظ سے وہ قابلِ اعتماد تھا۔ کچھ دیر کی بحث اور غور و خوض کے بعد علی بن سفیان نے اپنے اسی عہدے میں جانے کی اجازت دے دی۔ مہدی الحسن بدروح سے ملے بغیر اس علاقے کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ شاید پہلا موقع تھا کہ اُس نے فرض پر اپنی ذاتی خواہش کو ترجیح دی تھی۔ علی بن سفیان کو ذرا سا بھی شک ہوتا کہ وہ کسی اور چکر میں اپنی ڈیوٹی بدلنے سے گریز کر رہا ہے تو اُسے کبھی نہ جانے دیتا۔ ایک تجربہ کار جاسوس اور سراغرساں اپنے آپ کو ایسے خطرے میں ڈال رہا تھا جس میں اس کی جان ضائع ہو سکتی تھی۔

مہدی الحسن حکیم کے پاس گیا اور اُسے رات کی واردات سنائی۔ حکیم نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے آنکھیں کھولیں اور مہدی الحسن کی آنکھوں میں جھانکا۔

"آج رات پھر جاؤ۔" حکیم نے اُسے کہا۔ "اُس پاک جہان کی مخلوق اِس ناپاک دنیا کے کسی انسان کے قریب آنے سے ڈرتی ہے۔ تم کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کرنا۔ شاید آج بھی ذرا سی دیر نظر آ کر وہ غائب ہو جائے۔ تم بے صبر نہ ہو جانا۔ وہ تمہیں ملنے کو بے تاب ہے۔ ضرور ملے گی۔ اگر اس ملاقات میں تمہارا فائدہ نہ ہوتا تو میں تمہیں وہاں نہ بھیجتا۔ تمہاری جان کو بھی کوئی خطرہ نہیں۔"

مہدی الحسن چلا گیا۔ اُس علاقے میں گھوما پھرا۔ سرنگ کے اندر گیا۔ دوسری طرف گیا۔ سرنگ کے دہانے سے نیچے اُتر گیا۔ اُسے زمین پر کپڑے کی ایک پٹی پڑی نظر آئی۔ اُس نے اٹھا لی۔ یہ نصف انچ چوڑی اور کوئی نصف گز لمبی ہو گی۔ اسے وہ دیکھتا رہا اور اپنے پاس رکھ لی۔ وہ پھر سرنگ میں داخل ہوا اور باہر آ گیا۔ اُس نے اُس بلندی کی طرف دیکھا جہاں رات اُسے آگ کا دھوکہ ہوا تھا۔ اُدھر ڈھلان تھی۔ وہ سرنگ سے نکل کر ڈھلان پر چڑھنے لگا۔ اُسے ایک مردانہ آواز سنائی دی — "اوپر نہ جانا۔ جس کے لیے تم آئے ہو وہ تمہیں رات کو ملے گی" — یہ آواز گونج بن کر بار بار سنائی دینے لگی۔

"ہماری دنیا میں آ کر کھوج نہ لگاؤ۔" وہی آواز پھر سنائی دی۔

مہدی الحسن رُک گیا۔ اُسے ایسے محسوس ہونے لگا جیسے یہ آواز اُس کے اردگرد گھوم رہی ہے۔ وہ اوپر نہ گیا۔ حیرت زدہ ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ اس نے سوچا کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے یہاں کی کوئی بدروح اُسے نقصان پہنچا دے۔ وہ اس جگہ سے باہر چلا گیا اور ایک جگہ بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اس جگہ کی حقیقت کیا ہے۔ دن اسی سوچ میں گزر گیا اور وہ رات کو یہیں واپس آنے کے لیے چلا گیا۔

سورج غروب ہونے کے بعد جب وہ اس پہاڑی خطے میں جانے لگا تو وہی بھیس بدلا جس میں وہ وہاں جایا کرتا تھا۔ دن کے وقت جب وہ ڈیوٹی پر جاتا تھا تو اپنا لمبا خنجر ساتھ لے جاتا تھا۔ حکیم نے اُسے بڑی سختی سے کہا تھا کہ وہ رات کو جب بدروح سے ملنے جائے تو اپنے ساتھ کوئی ہتھیار نہ لے جائے۔ گزشتہ رات وہ خنجر اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا۔ اب شام کو وہ بدروح کی ملاقات کے لیے جا رہا تھا۔ اُس نے گدڑیوں کا بھیس بدل لیا۔ خنجر دیوار کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ اُس نے خنجر کو دیکھا اور گہری سوچ میں کھو گیا۔ ہدایت کے مطابق اُسے خنجر ساتھ نہیں لے جانا تھا لیکن اُس نے گہری سوچ سے بیدار ہو کر خنجر دیوار سے اتار لیا۔ اپنے کپڑوں کے اندر کمر کے ساتھ باندھ لیا اور باہر نکل گیا۔

اُس جگہ پہنچ کر اُس نے اونٹ کو بٹھا دیا اور اُس جگہ چلا گیا جہاں سے سرنگ کا دہانہ نظر آتا تھا۔ اُسے اپنے عقب میں کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی جو فوراً خاموش ہو گئی۔ اُس کے فوراً بعد اوپر سے پتھر لڑھکنے کی آواز آئی جو ایسی بلند تو نہیں تھی، لیکن ایسے سکوت اور ایسی وادیوں میں جو عمودی پہاڑیوں میں گھری ہوئی تھیں، یہ آواز لڑھکتے پتھر ساکن ہو جانے کے بعد بھی سنائی دیتی رہی پھر ایسی گونج بن کر فضا میں تیرنے لگی جیسے کوئی سسکیاں اور ہچکیاں لے رہا ہو۔ ذرا اور وقت گزرا تو مہدی الحسن کو رونے کی آوازیں سنائی دیں۔

"میرے سامنے آؤ۔" مہدی الحسن نے بلند آواز سے کہا — "میری دنیا ناپاک ہے، میں ناپاک نہیں ہوں۔"

"تم مجھے پھر چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔" یہ نسوانی آواز کہیں قریب سے آئی۔

مہدی الحسن کی آواز اور یہ نسوانی آوازیں بار بار سنائی دینے لگیں جیسے ایک دوسرے کے تعاقب میں دوڑ رہی ہوں۔ روشنی چمکی اور بجھ گئی جس سے مہدی الحسن کو سرنگ کا دہانہ نظر آیا۔ وہ دبے پاؤں تیز قدم آگے چلا گیا اور سرنگ کے دہانے سے ذرا نیچے ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا۔ اُس نے اُدھر اوپر دیکھا جہاں گزشتہ رات اُسے آگ کا دھوکہ ہوا تھا۔ وہ دھوکہ آج بھی موجود تھا۔ سرنگ کا دہانہ ذرا بلند تھا۔ وہ پیٹ کے بل سرکتا اوپر چلا گیا اور وہ چند لمحوں بعد دہانے کے اندر تھا۔ وہاں سے اُس نے چھپ کر اُدھر اوپر دیکھا جدھر اُسے آگ کا دھوکہ نظر آیا تھا۔ اب چونکہ وہ خود بھی بلندی پر تھا اس لیے اُسے وہاں آگ کی ایسی روشنی دکھائی دی جس کا شعلہ کہیں چھپا ہوا تھا۔

اُسے سرنگ کے اندر سے کسی عورت کی آواز سنائی دی — "دو ہزار سال سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں۔ آگے آؤ۔"

مہدی الحسن سرنگ کی دیوار کے ساتھ ساتھ اور اندر کو چل پڑا۔ اُسے خیال آیا کہ حکیم نے اُسے کہا تھا کہ اپنے ساتھ کوئی ہتھیار نہ لے جانا ورنہ اس لڑکی کی روح سامنے نہیں آئے گی۔ اُس کے پاس ڈیڑھ فٹ لمبا خنجر تھا اور بدروح بول رہی تھی۔ وہ اور آگے چلا گیا اور سرنگ کے وسط میں پہنچ گیا۔ سرنگ فراخ تھی۔

اُسے کوئی آنا محسوس ہُوا۔ وہ دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ اس کے قریب سے کوئی گزرنے لگا۔ اتنے گھُپ اندھیرے میں بھی اُس نے اندازہ لگایا کہ یہ وہی لڑکی ہے اور یہ کفن میں لپٹی ہوئی ہے۔ لڑکی رُک گئی اور اس نے رونے کی آواز نکالی۔ مہدی الحسن نے یہ آواز پہلے کئی بار سنی تھی۔ اُس کا دل بہت زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کفن میں لپٹی ہوئی لاش آگے کو سرکی۔ عین اُس وقت دہانے پر روشنی چمکی اور بجھ گئی۔ مہدی الحسن اٹھا اور بجلی کی تیزی سے پیچھے سے لاش کو دبوچ لیا۔ لاش کی آواز سنائی دی ــــ "اوہ بدبخت، تمہیں کس وقت مذاق سُوجھا ہے۔ چھوڑ مجھے۔ شکار انتظار میں کھڑا ہے۔"

مہدی الحسن نے جس شک میں جان کی بازی لگا کر اُسے پکڑا تھا وہ شک صحیح ثابت ہُوا۔ اُس نے سوچ لیا تھا کہ یہ بدروح ہوئی تو اُس کے ہاتھ نہیں آئے گی اور اُس کی جان نکال لے گی اور اگر یہ کوئی دھوکہ ہُوا تو اُسے بڑا موٹا شکار مل جائے گا۔

کفن میں لپٹی ہوئی اس عورت کی آواز سنتے ہی مہدی الحسن سرگوشی میں بولا ــــ "اونچی آواز نکالی تو خنجر ایک پہلو میں گھونپ کر دوسرے پہلو سے نکال دوں گا۔"

"میں تمہارا دل اور کلیجہ منہ کے راستے نکال کر کھا جاؤں گی۔" عورت نے کہا ــــ "میں روح ہوں۔"

مہدی الحسن نے اُسے ایک بازو سے دبوچے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے خنجر نکال کر اُس کی نوک عورت کے پہلو میں رکھ دی۔ سرنگ کے سامنے والے دہانے پر ایک بار پھر روشنی چمکی۔ مہدی الحسن کا اُدھر جانا پُرخطر تھا۔

"میں اسی لیے تمہیں اپنے قریب نہیں آنے دیتی تھی کہ تم فریبی اور فانی دنیا کے انسان ہو۔" عورت نے رُندھی ہوئی اور اثر انگیز آواز میں کہا ــــ "دو ہزار سال سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں۔"

"تمہارا انتظار ختم ہو گیا ہے۔" مہدی الحسن نے کہا ــــ "اب تم روحوں کی پاک دنیا میں واپس نہیں جاؤ گی۔ تم اب میری ناپاک دنیا کی عورت ہو۔"

"میں عورت نہیں۔" اس نے کہا ــــ "میں جوان لڑکی ہوں۔ میں حسین لڑکی ہوں۔ میں اونچا نہیں بولوں گی۔ میری بات غور سے سُن لو۔ میں جانتی ہوں تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔ تم مجھے اتنے اچھے لگتے ہو کہ میں نے تمہیں حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔"

"تو چلو میرے ساتھ۔" مہدی الحسن نے کہا۔

"نہیں۔" لڑکی نے کہا ــــ "تم میرے ساتھ چلو۔ میں تمہارے ساتھ گئی تو ہم دونوں بھوکے مریں گے۔ تم میرے ساتھ آئے تو فرعونوں کا خزانہ ہمارا ہوگا۔ پھر تمہیں ویرانوں میں بھٹکتے پھرنے اور تھوڑی سی تنخواہ کے عوض جاسوسی کرنے پھرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"خزانہ نکال رہے ہیں۔" لڑکی نے کہا ــــ "میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ ہوں۔"

"وہ سب کہاں ہیں؟"

"میرے ساتھ چلو۔ سب تمہارا استقبال کریں گے۔" لڑکی نے کہا ــــ "مجھے روشنی میں دیکھو گے تو خوفزدہ کر اور اپنی دنیا کو بھول جاؤ گے۔"

مہدی الحسن جو خوشبو اس لڑکی کے جسم سے سونگھ رہا تھا وہ اُس پر خمار طاری کر رہی تھی۔ اُس نے اس لڑکی کو جب اپنے بازوؤں میں دبوچا تھا تو اُس نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ جسم ایمان خریدنے کا اثر رکھتا ہے۔ لڑکی کی آواز میں ترنم تھا۔ اس پر نشہ طاری ہو چلا تھا۔ اُس لمحے سرنگ کے دہانے پر روشنی چمکی۔ مہدی الحسن بیدار ہو گیا۔ اُس نے لڑکی سے یہ پوچھنا مناسب نہ سمجھا کہ اس کے آدمی سرنگ کے پیچھے بھی ہیں یا نہیں۔ سامنے کے دہانے کی طرف وہ نہیں جانا چاہتا تھا کیونکہ اُدھر کے متعلق اُسے یقین تھا کہ اُدھر آدمی ہوں گے اور روشنی کا انتظام تو اُدھر تھا ہی۔

"اٹھو۔" اس نے لڑکی کو اٹھایا اور کہا ــــ "کفن اتار دو۔"

لڑکی نے کفن اتار دیا۔ مہدی الحسن نے کفن سے لمبی اور چوڑی پٹیاں پھاڑیں۔ ایک سے لڑکی کے ہاتھ پیچھے باندھ دیئے۔ دوسری پٹی سے اُس کی ٹانگیں ٹخنوں کے قریب سے باندھیں۔ تیسری پٹی اُس کے مُنہ پر باندھ کر اُسے کندھے پر ڈال لیا۔ خنجر ہاتھ میں رکھا اور وہ سرنگ کے پچھلے دہانے کی طرف چل پڑا۔ اُسے وہاں سے بہت جلدی نکلنا تھا۔

☆

گزشتہ رات جب مہدی الحسن یہاں آیا تھا تو وہ بدروح سے ہی ملنے آیا تھا۔ سرنگ کے دہانے پر وہ روشنی کی چمک میں اُسے نظر آئی اور غائب ہو گئی تھی۔ مہدی نے دہانے پر جا کر ایک تو دہانے کے سامنے بلندی پر روشنی سی دیکھی تھی اور پھر وہ سرنگ کے اندر گیا تو اس نے دوسرے دہانے میں سے ایک سایہ سا باہر جاتے دیکھا تھا۔ دن کے وقت وہ پھر سرنگ میں سے گزر کر دوسری طرف گیا تو اُسے کپڑے کی ایک باریک سی پٹی زمین پر پڑی نظر آئی تھی۔ اُسے پٹی دیکھتے ہی یاد آ گیا کہ میت پر کفن ایسی ہی پٹیوں سے باندھا جاتا ہے۔ وہ چونکہ علی بن سفیان کا تربیت یافتہ تھا اس لیے وہ ذرا ذرا سی چیزوں اور لطیف سے اشاروں کو بہت اہمیت دے رہا تھا۔ وہ جب آج رات بدروح کی ملاقات کے لیے چلا تھا تو اُس نے حکیم کے منع کرنے کے باوجود خنجر ساتھ لے لیا تھا۔ یہ آزمائش کا ایک طریقہ تھا۔ خنجر کے باوجود بدروح آ گئی۔

اس نے دلیری یہ کی کہ آج دہانے پر روشنی نظر آتے ہی وہ دہانے میں چلا گیا اور وہاں سے اس نے بلندی پر دیکھا۔ وہاں آگ کا چھپا ہُوا شعلہ تھا۔ دہانے پر چمک وہیں سے آتی تھی۔ مہدی الحسن کو وہ واقعات یاد آ گئے۔ صلیبیوں کے ایجنٹوں نے مصر کے ایسے ہی پہاڑی علاقوں میں مصر کے دیہاتیوں کو توہمات میں اُلجھانے اور انہیں اثر میں لینے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ ایک پہاڑی پر بڑے شعلے والی مشعل جلا کر چھپا رکھی تھی۔ اس کے سامنے لکڑی کا ایسا تختہ رکھنے تھے جس پر ابرق چپکا ہُوا تھا۔ دوسرے واقعہ میں چمکیلی دھات کی

چادر استعمال کی گئی تھی۔ ابتق یادداشت کی چمک سامنے والی پہاڑی پر پڑتی تھی۔ مشعل اور چادر کے درمیان ایک اور تختہ رکھتے تو چمک بجھ جاتی تھی۔ یہ مشعل اور چمکیلی چادر ایسی جگہ رکھی جاتی جہاں سے یہ لوگوں کو نظر نہیں آتی تھیں۔

ان دونوں واردا توں میں صلیبی ایجنٹ پکڑے گئے اور ان کا یہ طریقہ بے نقاب ہوگیا تھا ورنہ سیدھے سادے لوگ اسے غیب کی چمک سمجھتے تھے۔ ان دونوں وارداتوں پر چھاپہ مارنے والوں میں مہدی الحسن بھی تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ سرنگ کے بالکل بالمقابل پہاڑی پر جو آگ کا دھوکہ سا ہوتا ہے وہ مشعل چھپی ہوئی ہے اور سرنگ کے دہانے پر اسی کی چمک پھینکی جاتی ہے۔

اُسے ٹریننگ کے دوران بتایا گیا تھا کہ جو انسان مرجاتا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے تعلق توڑ جاتا ہے۔ خدا اُس کی روح کو یوں بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑ دیتا کہ وہ انسانوں کے پیچھے دوڑتی پھرے۔ جو مرجاتے ہیں وہ نہ جسمانی طور پر واپس آتے ہیں نہ روح یا بد روح کی شکل میں۔ مہدی الحسن کو ٹریننگ میں یہ اٹل حقیقت ذہن نشین کرائی گئی تھی کہ انسان کو خدا نے اتنی زیادہ جسمانی اور روحانی قوت عطا کی ہے جو پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرسکتی ہے۔ ایمان جتنا مضبوط ہوگا یہ قوت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ جنات اور بھوت اور چڑیلیں انسان کے اپنے ذہن کی تخلیق ہیں۔ صلیبی ہمارا ایمان کمزور کرنے کے لیے ہم پر وار رہے اور توہمات طاری کررہے ہیں۔

یہ سبق قوم کے ہر فرد کو ملنا چاہیئے تھا لیکن یہ ممکن نہ تھا۔ سلطان ایوبی نے لڑاکا جاسوسوں (کمانڈوز) کے جو دستے تیار کیے تھے انہیں بڑی کاوش سے ذہن نشین کرایا گیا تھا کہ ایمان کی قوت کیا ہوتی ہے۔ انہیں توہمات سے دُور رکھا گیا تھا۔ انہیں عملی سبق بھی دیئے گئے تھے۔

"صلیبیوں نے تمہارے سامنے حضرت عیسٰی کو زمین پر اُتارا تھا۔" مہدی الحسن کو علی بن سفیان کا ایک سبق یاد آگیا تھا۔ "تمہارے سامنے خدا کو بھی انہوں نے زمین پر اُتارا تھا۔ وہ بد روحوں کو بھی لائے۔ تم نے یہ فریب کاری اپنی آنکھوں دیکھی تھی اور یہ بھی دیکھا تھا کہ یہ فریب کاری کیسی کاریگری سے کی جارہی تھی۔ تم نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے کہ یہ شعبدہ بازی تھی۔ یہ اسلامی نظریات کو مجروح اور مسخ کرنے کی کوششیں تھیں جو تم نے ناکام کیں۔ خدا پہلے ہی زمین پر موجود ہے۔ قرآن کا فرمان ہے کہ کوئی پیغمبر واپس نہیں آئے گا۔ رسولِ اکرم صلعم کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا ہے۔ خدائے ذوالجلال نے ہمیں اپنا نور دکھا دیا ہے۔ صلیبی اس کوشش میں مصروف ہیں کہ مسلمان کے سینے میں اللہ، رسول صلعم اور قرآن کا یہ نور بجھ جائے۔"

سلطان ایوبی نے اپنی فوج میں اور خصوصاً اپنے جانباز دستوں کے دلوں میں یہ اصول پیوست کررکھا تھا ــــ "اللہ کے نام پر تم جو بھی خطرہ مول لوگے وہ تمہارے لیے خطرہ نہیں رہے گا کیونکہ تمہیں خدا کی خوشنودی اور مدد حاصل ہوگی۔ اگر آج تم توہم پرستی کا شکار ہوگئے تو تمہاری اگلی نسل کا ایمان اتنا کمزور ہوگا کہ وہ کفر کے آگے ہتھیار ڈال دے گی۔"

ایسے ہی کچھ اور سبق تھے جو مہدی الحسن کو یاد آگئے تھے۔ اُسے اپنی اہمیت کا بھی احساس ہوگیا تھا۔

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ وہ معمولی عہدے یا درجے کا جاسوس نہیں تھا۔ اس کی قابلیت اور تجربہ بھی غیر معمولی تھا۔ دشمن کے تخریب کار اُسے قتل کرسکتے تھے۔ اسی علاقے میں اُسے دُور سے تیر مار سکتے تھے لیکن اُس کے پائے کے جاسوسوں کو دشمن زندہ پکڑنے یا اپنے جال میں پھانس کر اس پر اپنا طلسم طاری کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ صلیبیوں اور حشیشین کے پاس ایسے طریقے تھے جن سے وہ کسی بھی انسان کے ذہن پر قبضہ کرکے اسے اپنے حق میں استعمال کرسکتے تھے۔ مہدی الحسن اُن کے کام کا انسان تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ انہوں نے صرف اس کو پکڑنے کے لیے اس پہاڑی علاقے میں یہ ڈھونگ رچایا تھا۔ اس علاقے میں کسی جگہ انہوں نے اپنا اڈہ بنا رکھا تھا۔ مہدی الحسن کو انہوں نے گڈریے کے روپ میں بھی پہچان لیا تھا۔ چنانچہ اسے پھانسنے کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔

☆

مہدی الحسن لڑکی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُسے کندھے پر اٹھائے سرنگ کے دوسرے دہانے کی طرف جارہا تھا۔ اُسے سارے سبق یاد آگئے تھے اور اس کے گرد سلطان ایوبی کی آواز گونج رہی تھی۔ "جس طرح ایک غدار پوری قوم کو ذلت و رسوائی میں ڈال سکتا ہے۔ اسی طرح ایک حریت پسند جانباز پوری قوم کو بڑے سے بڑے خطرے سے بچا سکتا ہے۔"

مہدی الحسن کے دل میں یہ احساس ایک بڑا ہی مضبوط بند بن کر بیدار ہوگیا کہ اس کی قوم جو گہری نیند سو رہی ہے وہ اُسی کے بھروسے پر سو رہی ہے۔ وہ جاسوسوں کی زمین دوز جنگ کا جانباز تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ قوم بہت بڑے لشکر کا اور گھوڑ سواروں کے طوفان کا اور تیروں کی بوچھاڑوں کا مقابلہ کرسکتی ہے لیکن دشمن کے جاسوسوں اور تخریب کاروں کا مقابلہ صرف ایک یا دو جاسوس ہی کرسکتے ہیں۔ مہدی الحسن مصر اور اپنی قوم کا واحد پاسبان اور سلامتی کا ضامن بن گیا مگر ایک سوال اسے پریشان کررہا تھا ــــ "کیا حکیم بھی دشمن کے تخریب کاروں کے گروہ کا فرد ہے؟"

اُس کا ذہن تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا کہ اتنا عالم، معزز اور صاحبِ حیثیت طبیب جس کی عزت حکام بالا بھی کرتے تھے دشمن کا ساتھی ہوسکتا ہے۔ اُسے یاد آیا کہ اُسے جو سبق دیئے گئے تھے اور اس کے اپنے جو تجربے اور مشاہدے تھے اُن سے اُس پر یہ حقیقت واضح ہوئی تھی کہ ایمان فروشی کا عہدے اور رُتبے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اُس نے دیکھا یہ تھا کہ ایمان کا سودا عموماً اونچے رتبے کے لوگ کرتے ہیں اور زیادہ بڑا بننے کے لالچ میں آکر بعض انسان ایمان گروی رکھ دیتے ہیں۔

اُس کے سامنے اب مسئلہ یہ تھا کہ لڑکی کو ساتھ لے کر وہ کس طرف سے باہر نکلے اور اپنے اونٹ تک پہنچے۔ لڑکی سے وہ اس لیے راہنمائی نہیں لینا چاہتا تھا کہ وہ اُسے غلط راستے پر ڈال کر کسی اور جال میں پھانس سکتی تھی۔ وہ جس راستے سے آیا تھا اُس راستے کو وہ اب مسدود سمجھتا تھا۔ روشنی پھینکنے والوں نے دہانے پر دو تین بار روشنی پھینکی تھی مگر لڑکی کو مہدی الحسن نے سرنگ میں دبوچ رکھا تھا۔ لڑکی کی وہ آواز بھی بند ہوگئی تھی جو

مہدی الحسن کو بہ روح کا تاثر دیتی تھی۔ ان حالات میں اُسے یہ خطرہ نظر آرہا تھا کہ اُدھر اس گروہ کے آدمی نیچے اُتر آئے ہوں گے۔ سرنگ کی دوسری طرف اُسے معلوم نہیں تھا کہ کسی طرف سے باہر جانے کا راستہ ہے یا نہیں۔

وہ لڑکی کو اٹھائے سرنگ سے باہر نکل گیا۔ ایک طرف دبانے سے کچھ دُور جا کر اُس نے لڑکی کو زمین پر بٹھا دیا اور اُس کے منہ سے پٹی کھول کر کہا ــــ "کیا تم بتاؤ گی کہ میں کس طرف سے جاؤں جدھر تمہارا کوئی آدمی نہ ہو؟"

"اگر اکیلے جاؤ تو بتا سکتی ہوں۔"

"تم میرے ساتھ چلو گی۔" مہدی الحسن نے کہا ــــ "مجھے بچانے کی کوشش کرو گی تو میں اپنے آپ کو زندہ نہیں رہنے دوں گا نہ تمہیں زندہ چھوڑوں گا۔"

"میں تمہیں وہ راز بتا دوں جو تم جاننا چاہتے ہو تو اکیلے چلے جاؤ گے؟"

"میں وہ راز جان چکا ہوں۔" مہدی الحسن نے کہا ــــ "مجھے راستہ بتاؤ۔"

"مجھے صرف ایک بار روشنی میں دیکھ لو۔" لڑکی نے کہا ــــ "پھر مجھے اپنا سمجھنا۔ ایک بار میرے ساتھ چلے چلو۔ میں تمہیں دھوکہ نہیں دے رہی۔"

لڑکی نے مہدی الحسن کی مردانگی کو بھڑکانے کے جتن کیے۔ زرد جواہرات کے لالچ بھی دیئے مگر اُسے راستہ نہ بتایا۔ مہدی الحسن نے پٹی سے اُس کا منہ بند کر دیا اور خود ہی ایک محفوظ راستہ سوچ لیا۔ یہ راستہ پہاڑیوں کے اوپر تھا۔ اُس نے لڑکی کو وہیں بیٹھے رہنے دیا اور اوپر چڑھنے لگا۔ نیچے کسی کی آواز سُن کر وہ وہیں دبک گیا۔ کوئی مرد اس لڑکی کو پکار رہا تھا۔ مہدی الحسن آہستہ آہستہ نیچے آگیا اور لڑکی کے قریب ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس آدمی نے لڑکی کو شاید دیکھ لیا تھا۔

"تم بولتی کیوں نہیں؟" ــــ اُس آدمی نے پوچھا اور اوپر آنے لگا۔ لڑکی کا منہ بند تھا۔ وہ آدمی اس کے قریب آ بیٹھا اور بولا ــــ "کیا ہوا ہے تمہیں؟ اُدھر نہیں گئی؟"

مہدی الحسن اُس کے عقب میں تھا۔ فاصلہ دو چار قدم تھا۔ اُس نے اُٹھ کر اُس آدمی کی پیٹھ میں خنجر کو بھرپور وار کیا۔ فوراً بعد دوسرا وار کیا۔ جوان آدمی کے دونوں وار دُور تک اُتر گئے۔ اس آدمی کی آواز بھی نہ نکلی۔ مہدی الحسن نے اُسے گھسیٹ کر اُس پتھر کے نیچے پھینک دیا جس کے پیچھے وہ چھپا تھا۔ اُس نے لڑکی کو کندھے پر ڈالا اور پہاڑی پر چڑھ گیا۔ یہ کوئی اونچی پہاڑی نہیں تھی۔ اوپر سے چوڑی تھی۔ وہ اس پر چلنے لگا۔ اس کے لیے آسان طریقہ یہ تھا کہ رات بھر کہیں چھپا رہتا اور دن کی روشنی میں نکل جاتا لیکن اُس کی کوشش یہ تھی کہ بہت جلد قاہرہ پہنچ جائے تاکہ حکیم کی گرفتاری اور اس علاقے کو محاصرے میں لینے کا انتظام صبح سے پہلے ہو جائے۔

اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا جہاں مشعل کی روشنی تھی۔ اب چونکہ وہ خود بلندی پر تھا اس لیے اُسے انتہائی بلندی پر مشعل صاف نظر آرہی تھی۔ ایک آدمی دونوں ہاتھوں میں آئینے کی طرح چمکتی ہوئی چادر کی

یا ہتھ کی اٹھائے اِدھر اُدھر عکس مار رہا تھا۔ اُس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا۔ مہدی الحسن کے لیے اوپر اوٹ تھی۔ وہ اس کی مدد سے روشنی سے بچتا آگے ہی آگے بڑھتا گیا حتیٰ کہ مشعل اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

☆

اس پہاڑی خطے میں دُور دُور تک جہاں تک کوئی مسافر اور کوئی گھوڑا نہیں پہنچ سکتا تھا، ایک پہاڑی کے دامن میں خانہ کا تنگ سا دہانہ تھا۔ اس کے پیچھے غار اتنا وسیع تھا جو غار نہیں بلکہ بہت بڑا کشادہ کمرہ تھا۔ اس میں بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ دو لڑکیاں بھی تھیں۔

"اب تک اُسے واپس آجانا چاہیے تھا۔" ــــ ایک آدمی نے کہا۔

"آجائے گی۔" ایک اور نے کہا ــــ "یہاں کون سا خطرہ ہے۔ آج وہ اُسے لے کے ہی آئے گی۔"

"آدمی کام کا ہے۔" ــــ ایک نے کہا ــــ "کمبخت بہت تجربہ کار ہے۔ ہم اسے ضائع نہیں کریں گے۔"

اتنے میں ایک آدمی دوڑتا اندر آیا اور بولا ــــ "گوپل مرا پڑا ہے اور لڑکی کا پتہ نہیں چل رہا کہ کہاں ہے۔ گوپل کو خنجروں سے ہلاک کیا گیا ہے۔"

"وہ (مہدی الحسن) کہاں ہے؟" ــــ کسی نے پوچھا

"کہیں نظر نہیں آرہا۔" ــــ اُسے جواب ملا ــــ "اُس کا اونٹ یہیں ہے، وہ خود کہیں نظر نہیں آرہا۔"

سب باہر کو دو مشعلیں اٹھا کر دوڑ پڑے اور سرنگ کے دہانے تک گئے۔ وہاں اُن کے ساتھی کی لاش پڑی تھی۔ سرنگ میں جا کر دیکھا۔ لڑکی کا کفن پڑا تھا۔ اُس کے لیڈر نے سب سے کہا۔ دو آدمی باہر چلے جاؤ۔ اگر باہر سے کوئی خطرہ آئے تو اطلاع دو، اگر وہ نظر آئے تو اُسے پکڑو۔ مقابلہ کرے تو مار ڈالو اور باقی آدمی چلے جاؤ۔ وہ یہیں کہیں ہوگا۔ اگر وہ صبح تک نہ ملے تو یہاں سے نکلو۔

اُس وقت مہدی الحسن لڑکی کو کندھے پر اٹھائے ایک مشکل میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ سرنگ والی پہاڑی سے دُور نکل گیا تھا۔ آگے پہاڑی دیوار کی طرح ہو گئی تھی۔ نہ وہ ڈھلان تھی نہ بائیں، اور یہ بلند تھی۔ یہ بالکل دیوار تھی جس پر بیک وقت دونوں پاؤں نہیں رکھے جا سکتے تھے۔ وہ اس پر اس طرح بیٹھ گیا جس طرح گھوڑے پر بیٹھتے ہیں۔ وہ گرنے لگا۔ لڑکی کو کندھے پر سنبھالنا اور توازن قائم رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ لڑکی نے اُس کے توازن کو بگاڑنے کے لیے تڑپنا شروع کر دیا۔ مہدی الحسن کو معلوم تھا کہ یہاں سے گرا تو ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اس سے اُس نے اندازہ لگایا کہ یہاں جو جید ہے وہ اتنا بیتی اور نازک ہے کہ یہ لڑکی اسے چھپائے رکھنے کی خاطر مہدی الحسن کو اپنے ساتھ گرا کر خود بھی مرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

یہ دیوار ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی اور لڑکی اس سے سنبھل نہیں رہی تھی۔ اُدھر لڑکی کے گروہ کے آدمی تلاش اور تعاقب میں پھیل گئے تھے۔ اُن کے لیے یہ زندگی اور موت کا سوال تھا۔ تخریب کاری کے اڈے کا پکڑے جانا اُن کی شکست تھی اور ان میں سے جنہیں پکڑے جانا تھا اُن کے لیے بڑی ہی اذیت ناک موت تھی۔ مہدی الحسن نے لڑکی کے گرد بازو اس تندہی سے لپیٹ لیا کہ اُس کی پسلیاں ٹوٹنے لگیں۔ وہ تو

اپنی روح کی بھی طاقت استعمال کر رہا تھا۔ آخر یہی طاقت اسے دیوار سے گزارے گئی۔ آگے جو چوٹی آئی وہ خاصی چوڑی تھی۔ مہدی الحسن نے لڑکی کو زمین پر پٹخ دیا اور غضب ناک آواز میں بولا — "کیا تم میرا راستہ روک لوگی؟" — اُس نے لڑکی کو اپنے غصّے کا ذائقہ چکھانے کے لیے دو چار قدم پیچھے ہٹ کے بل گھسیٹا اور کہا۔ "میرے لیے کوئی مشکل پیدا کی تو میں تمہیں اسی طرح گھسیٹ کر ساتھ لے جاؤں گا۔ مرتی ہو تو مر جاؤ۔"

اُسے دُور نیچے ایک شعل دکھائی دی۔ وہ بہت تھک گیا تھا اور وہ محسوس کرنے لگا تھا کہ خطرے سے نکل آیا ہے مگر اس جگہ سے نکلنا ابھی ٹیڑھا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ اسے بہت جلدی قاہرہ پہنچنا تھا۔ اُس نے لڑکی کے پاؤں کھول دیئے۔ ہاتھ پیٹھ پیچھے بندھے رہنے دیئے۔ اُسے آگے کر لیا اور خنجر کی نوک اس کی پیٹھ کے ساتھ لگا کر کہا — "چلو، میرے کہے بغیر دائیں بائیں نہ گھومنا۔"

☆

تعاقب میں جو آدمی نکلے تھے وہ سُرنگ میں اور اُس کے ارد گرد وادیوں میں گھوم پھر رہے تھے۔ دو آدمی اُس جگہ جا کھڑے ہوئے جہاں سے مہدی الحسن اندر آتا جاتا تھا۔ مہدی الحسن ڈھلانیں اُترتا اور چڑھائیاں چڑھتا ایک ایسی چٹان پر جا پہنچا جہاں آگے کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کا بھیدی تھا۔ اُسے اتنا تجربہ تھا کہ اندھیرے میں بھی اجنبی زمین کے خدوخال بھانپ لیا کرتا تھا۔ اُسے یہ سمجھنے میں کچھ دیر لگی کہ نیچے دریا ہے اور یہ دریائے نیل ہے۔ اُس نے لڑکی کے ہاتھ بھی کھول دیئے اور منہ سے بھی پٹی اتار دی۔ چٹان کی ڈھلان کھڑی تھی۔ لڑکی سے کہا کہ بیٹھو اور نیچے کو سرکو۔

دونوں سرک کر نیچے گئے۔ پانی کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔ چٹان کی ڈھلان ختم ہو چکی تھی۔ وہ ابھی دریا کی سطح سے بلند تھے۔ اُس نے لڑکی سے کہا کہ دریا میں کُود دو۔ لڑکی بولی — "میں تیرنا نہیں جانتی۔"

مہدی الحسن نے خنجر نیام میں ڈالا اور لڑکی کو اپنے بازوؤں میں لے لیا جیسے بغل گیر ہوا جاتا ہے۔ اس نے لڑکی کو مضبوط گرفت میں لیے ہوئے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ دریا کا رُخ قاہرہ کی طرف تھا۔ لڑکی کو اُس نے دانستہ چھوڑ دیا۔ اُس نے دیکھا کہ لڑکی تیر رہی ہے۔

"مجھے معلوم تھا تم تیر سکتی ہو" — مہدی الحسن نے کہا — "تمہیں ہر ڈھنگ سکھا کر ہمارے ملک میں بھیجا جاتا ہے۔ زیادہ زور نہ لگاؤ، دریا اُدھر ہی جا رہا ہے جدھر ہم جا رہے ہیں۔"

اُن کے ایک طرف چٹانیں اور پہاڑیاں کھڑی تھیں۔ انہیں تلاش کرنے والے اس کو ہسار کے دوسری طرف بھاگ دوڑ رہے تھے۔ لڑکی نے تیرتے تیرتے ایک بار پھر کوشش کی کہ مہدی الحسن کو اپنے جواں جسم کا اسیر بنا لے لیکن اُس نے کوئی اثر نہ لیا۔ بہت دُور آگے جا کر جب مہدی الحسن نے دیکھا کہ وہ خطرے کے علاقے سے دُور آ گیا ہے، منہ میں دو انگلیاں ڈال کر خاص انداز سے سیٹیاں بجائیں۔ وہ تیرتا بھی گیا اور وقفے وقفے سے سیٹیاں بھی بجاتا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے دُور سے ایسی ہی سیٹی سنائی دی۔ پھر سیٹیوں کا تبادلہ ہوا ایک کشتی اُن کے قریب آ گئی۔

مہدی الحسن کو معلوم تھا کہ جس طرح سرحد پر گشتی سنتری گھومتے پھرتے رہتے ہیں اسی طرح دریا میں بھی

گشتی پہرہ ہوتا ہے۔ خطرے کے وقت ایک دوسرے کو بلانے کے لیے وہ منہ سے اسی طرح سیٹی بجایا کرتے تھے۔ یہ کشتی گشتی سنتریوں کی تھی۔ مہدی الحسن نے اپنا تعارف کرایا۔ سنتریوں نے اُسے اور لڑکی کو کشتی میں بٹھا لیا۔

☆

علی بن سفیان گہری نیند سویا ہوا تھا۔ اُسے ملازم نے جگایا اور بتایا کہ مہدی الحسن نام کا ایک آدمی ایک لڑکی کو ساتھ لے کے آیا ہے۔ مہدی الحسن کا نام ہی کافی تھا۔ علی بن سفیان اُچک کر اُٹھا اور باہر کو دوڑا۔ مہدی الحسن اور لڑکی کے کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دونوں کو کمرے میں بٹھایا۔ قندیل جل رہی تھی مہدی الحسن نے پہلی بار لڑکی کا چہرہ دیکھا اور سوچا کہ لڑکی نے ٹھیک کہا تھا کہ مجھے روشنی میں دیکھو گے تو سب کچھ بھول جاؤ گے۔"

مہدی الحسن نے حکیم کا نام لے کر کہا — "اُس کے گھر پر فوراً چھاپہ ماریں۔"

"مہدی!" — علی بن سفیان نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا — "کس کی بات کر رہے ہو؟"

"کیا ایمان فروشی کوئی نئی خبر ہے؟" — مہدی الحسن نے کہا اور لڑکی سے پوچھا — "حکیم تمہارا ساتھی ہے نا؟ یہاں جھوٹ بولو گی تو انجام بڑا ہی بھیانک ہوگا۔"

لڑکی نے سر جھکا لیا۔ علی بن سفیان نے اُس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا — "یہاں تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں ہوگا جو تم سوچ رہی ہو۔ تمہارے حسن اور جوانی کے لیے ہم پتھر ہیں اور جب ہم بے بس عورت کی عزت کرنے پر آتے ہیں تو ہم ریشم کی طرح ملائم اور نرم ہیں.... حکیم تمہارا ساتھی ہے؟"

لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا۔

مہدی الحسن نے نہایت مختصر طور پر سنایا کہ وہ کیا دیکھ کر آیا ہے اور حکیم نے اُسے بددعا کا کس طرح جھانسہ دیا تھا۔

علی بن سفیان نے ملازم اور اپنے محافظوں کو بلایا اور انہیں مختلف کمانداروں کی طرف پیغامات دے کر دوڑا دیا۔ کوتوال غیاث بلبیس کو بھی بلوا لیا۔ اُس نے اس قسم کے ہنگامی حالات کے لیے زیادہ نفری کا ایک دستہ تیار کر رکھا تھا جو چند منٹوں میں کارروائی کے لیے تیار ہو جاتا تھا۔ مہدی الحسن کی رپورٹ پر یہ دستہ فوراً تیار ہو گیا۔ علی بن سفیان نے غیاث بلبیس کے سپرد یہ کام کیا کہ حکیم کے گھر چھاپہ مارے اور اُسے گرفتار کر کے اُس کے مکان اور دوا خانے کو سربمہر کر دے۔ اُس نے خود سواروں کو ساتھ لیا۔ ایک گھوڑے پر مہدی الحسن کو دوسرے پر لڑکی کو بٹھایا اور واردات والے علاقے کو روانہ ہو گیا۔

وہ جگہ بہت دُور نہیں تھی۔ لڑکی کے گروہ کے آدمی اُس وقت تک تلاش سے مایوس ہو چکے تھے۔ انہوں نے تنگ ہار کر فیصلہ کیا کہ وہاں سے نکل بھاگیں۔ انہیں خدشہ یہ تھا کہ لڑکی اگر قاہرہ پہنچ گئی تو وہ نشاندہی کر دے گی۔ گروہ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ آدمی کہتے تھے کہ مہدی الحسن کا اونٹ یہیں ہے۔ وہ اگر نکل گیا ہے تو اتنی جلدی قاہرہ نہیں پہنچ سکے گا۔ اسی کشمکش میں انہوں نے وہاں سے بھاگنے میں وقت ضائع کر دیا۔ آخر وہ اپنا سامان سمیٹ کر خارنما کمرے سے نکلے مگر انہیں گھوڑوں کے قدموں کے دھماکے سنائی دینے لگے۔ باہر نکلنے کا راستہ

بند ہو چکا تھا۔

علی بن سفیان کے سواروں نے مشعلیں جلالیں اور وادیوں میں پھیل گئے۔ لڑکی کو ساتھ رکھا گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس گروہ کا کہاں رہتا ہے۔ وہاں گئے تو غار کے اندر سے چار پانچ آدمی پکڑے گئے۔ اندر مختلف قسم کے سامان کے انبار تھے جن میں آتش گیر مادہ، تیر و کمان اور خنجر تھے اور ایک مضبوط بکس میں سونے اور چاندی کے وہ سکے تھے جو مصر میں رائج تھے۔ ان آدمیوں میں صرف ایک صلیبی تھا باقی قاہرہ کے مسلمان تھے۔ اُن کی نشاندہی پر گروہ کے دوسرے افراد کی تلاش شروع ہوئی۔ ساری رات اور اگلا پورا دن تلاش جاری رہی جس کے نتیجے میں باقی افراد بھی پکڑے گئے جن میں دو ایسی ہی لڑکیاں تھیں جیسی مہدی الحسن نے پکڑی تھی۔

☆

اُدھر قاہرہ میں حکیم کے لشکر کو گھیرے میں لے کر اُس کے دروازے پر دستک دی گئی تو دروازہ ایک ملازم نے کھولا۔ غیاث بلبیس اپنے چند ایک آدمیوں کے ساتھ اندر چلا گیا۔ اُس کے آدمی کمروں میں گھس گئے۔ اُن کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں۔ حکیم کے سونے کا کمرہ اندر سے بند تھا۔ دروازہ ایک نیم برہنہ لڑکی نے کھولا۔ حکیم پلنگ پر نیم برہنہ پڑا تھا۔ پلنگ کے قریب صراحی اور پیالے رکھے تھے۔ حکیم نشے کی حالت میں بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے مرلچی اور معتقد تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ حکیم اس حالت تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ لڑکی اُس کی بیوی نہیں تھی، اور وہ مسلمان بھی نہیں تھی۔ یہ صلیبیوں کا بھیجا ہُوا تحفہ تھا، اور اُس کے گھر سے جو دولت برآمد ہوئی وہ یقیناً حکمت کی آمدنی نہیں تھی۔

حکیم اُس وقت ہوش میں آیا جب وہ قید خانے کے تہہ خانے میں بندھا ہُوا تھا۔ غیاث بلبیس کو اطلاع دی گئی کہ حکیم بیدار ہو گیا ہے۔ وہ حکیم کے پاس گیا اور اُسے کہا کہ وہ اب کچھ بھی چھپانے کی کوشش نہ کرے۔ ذرا سی پس و پیش کے بعد اُس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ اُس نے دو نائب سالاروں کے نام لے کر بتایا کہ وہ مصر میں سلطان ایوبی کا تختہ الٹنا چاہتے تھے۔ یہ گروہ صلیبیوں نے تیار کیا تھا۔ حکیم کو یہ لڑکی تحفے کے طور پر اور بے انداز رقم دے کر اس گروہ میں شامل کیا گیا تھا۔ اُس کی یہ شرط بھی مان لی گئی تھی کہ نئی حکومت میں اُسے وزارت کے درجے کا عہدہ دیا جائے گا۔ حکیم چونکہ بڑے بڑے افسروں میں بھی مقبول تھا اور وہ قابل حکیم بھی تھا اِس لیے اُس کی ہر بات برحق مانی جاتی تھی۔ اس مقبولیت اور اثر و رسوخ سے یہ فائدہ اُٹھاتا رہا کہ سلطان ایوبی کے خلاف نفرت پھیلاتا رہا۔

قاہرہ میں جو تخریب کاری کے واقعات ہوئے تھے، ان میں حکیم ذمہ داری سے ملوث تھا۔ اُس نے اپنی حیثیت اور مقبولیت سے یہ فائدہ بھی اٹھایا کہ علی بن سفیان کے بعض جاسوسوں کو پہچان لیا تھا۔ اُن میں مہدی الحسن بھی تھا جو اُس پہاڑی علاقے میں جانے لگا جس میں تخریب کاروں کا اڈہ تھا۔ پہلے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ حکیم نے اُسے دیکھ لیا۔ اتفاق سے حکیم نے مہدی الحسن کے متعلق بھی معلوم کر لیا تھا کہ قابل اور جرأت مند جاسوس ہے۔ حکیم نے فیصلہ کیا کہ اتنے تجربہ کار آدمی کو قتل کرنے کی بجائے ایسے

طریقے سے اپنے جال میں پھانسا جائے کہ وہ اس گروہ کے لیے کام کرے۔ گروہ کے پاس ایسے طریقے موجود تھے۔ وہ چند ایک مصری جاسوسوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر استعمال کر رہے تھے۔ علی بن سفیان کا شبہ انہیں اپنے دیانتدار جاسوس سمجھتا تھا۔

حکیم نے مہدی الحسن کو پھانسنے کا یہ طریقہ اختیار کیا جو سنایا جا چکا ہے۔ اُسے پورا یقین تھا کہ مہدی الحسن آتی حسین "مدر روح" کے جھانسے میں آ جائے گا۔ آگے حشیشین اور صلیبی ماہرین اس کے ذہن کو اپنے قبضے میں لے لیں گے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا اور جو طریقہ اختیار کیا گیا تھا وہ نیا بھی نہیں تھا۔ یہ ایک عام طریقہ تھا۔ یہ طریقہ اور یہ شعبدہ بازی صرف اُن پر کامیاب نہیں ہوتی تھی جن کا ایمان مضبوط ہوتا تھا۔ مہدی الحسن انہی ایمان والوں میں سے نکلا۔

جو دو کارندے پُراسرار طور پر مر گئے تھے، اُن کے متعلق حکیم نے بتایا کہ انہیں قتل کیا گیا تھا۔ دونوں کو حکیم نے وہ زہر دیا تھا جس سے دیر تک بھر تلخی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ انسان اپنے اندر کوئی تکلیف یا تبدیلی محسوس نہیں کرتا تھا، اور بارہ گھنٹوں بعد اچانک مر جاتا تھا۔ ان دونوں کو قتل کرنے کی ضرورت یہ پیش آئی تھی کہ سلطان ایوبی اور اس کی حکومت کے وفادار تھے۔ دیندار مسلمان تھے۔ انہیں خریدنے کی کوشش کی گئی تھی مگر وہ ایمان بیچنے کی بجائے ایمان خریدنے والوں کے لیے خطرہ بن گئے تھے۔ حکیم پہلے ان میں سے ایک کو اس طرح ملا جیسے اتفاقیہ آمنا سامنا ہو گیا ہو۔ باتوں باتوں میں حکیم نے اُسے کسی بیماری کے وہم میں مبتلا کیا اور دوائی خانے میں بلا کر اُسے دوائی کے بہانے زہر دے دیا جو حشیشین کی ایجاد تھا۔ چند دنوں بعد دوسرے کارندے کے ساتھ بھی حکیم نے ایسی ہی اتفاقیہ ملاقات کی اور اُسے بھی کسی خفیہ بیماری کے وہم میں ڈال کر زہر دے دیا۔

حکیم نے یہ انکشافات از خود ہی نہیں کر دیئے تھے۔ اُس کی زبان تہ خانے کی اذیتوں نے کھلوائی تھی۔ اُس نے بتایا کہ فوج میں ایک طرف تو بے اطمینانی پھیلائی جا رہی ہے اور دوسری طرف اس میں نشے اور جنسی لذت پرستی کی عادت پیدا کی جا رہی ہے۔ فوجی افسروں کو حکومت کے خلاف کیا جا رہا ہے اور جو مضبوط جذبے والے ہیں انہیں پُراسرار طریقے سے قتل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ سوڈان کی فوج عنقریب مصر کی سرحدوں پر مصر کی سرحدی چوکیوں پر حملوں کا سلسلہ شروع کرنے والی ہے۔ اس سلسلے کی نگرانی اور قیادت صلیبی کریں گے۔ سرحدی دیہات کے لوگوں کو سوڈانی اپنے زیر اثر لیں گے۔

علی بن سفیان اور غیاث بلبیس نے مصر کے قائمقام امیر العادل کو ان گرفتاریوں، تفتیش اور انکشافات سے باخبر رکھا لیکن اور کسی کو اس راز میں شریک نہیں کیا گیا۔ حکیم اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے جن نائب سالاروں اور دیگر عہدوں کے افراد کے نام بتائے تھے، انہیں گرفتار کرنا ضروری تھا لیکن العادل (سلطان ایوبی کا بھائی) گھبرا گیا۔ اُس نے اس راز کو راز ہی رکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ صورت حال اتنی نازک ہے کہ اسے سلطان ایوبی خود ہی آ کر سنبھالے تو زیادہ بہتر ہے۔ معاملہ بڑا ہی نازک تھا۔ اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ سلطان ایوبی کے پاس خود جائے اور اُسے مصر آنے کو کہے یا اس سے ہدایات لے لے۔

العادل کی روانگی خفیہ رکھی گئی۔ تمام مشتبہ نائب سالاروں وغیرہ کے ساتھ ایک ایک جاسوس سائے کی طرح لگا دیا گیا۔

☆

"میں کوئی نئی خبر نہیں سن رہا۔" شام میں حلب کے قریب اپنے ہیڈ کوارٹر میں العادل سے ساری بات سن کر سلطان ایوبی نے کہا۔ "میں کہہ نہیں سکتا کہ قوم میں ایمان فروشی کا جو مرض پیدا ہو گیا ہے اس کا کیا علاج ہوگا۔ میری نظریں بیت المقدس پر نہیں یورپ پر لگی ہوئی ہیں مگر میرے ایمان فروش بھائی مجھے مصر سے نہیں نکلنے دے رہے۔۔۔۔ تم یہ محاذ سنبھالو۔ میں دمشق جاتا ہوں، وہاں سے مصر چلا جاؤں گا۔"

سلطان ایوبی نے العادل کو محاذ کی تمام تر صورتِ حال بتائی، ہدایات دیں اور کہا کہ اپنے جاسوس اتنی دور تک گئے ہوئے ہیں کہ صلیبیوں نے اگر حملہ کیا تو تمہیں کم از کم دو تین روز پہلے اطلاع مل جائے گی۔ چھاپہ مار جیش ہر وقت تیاری کی حالت میں رہتے ہیں۔ میں نے انہیں حملے کے ممکنہ راستوں کے ارد گرد چھپا رکھا ہے تازہ اطلاعات یہ ہیں کہ صلیبی حملہ نہیں کریں گے۔ اگر میری غیر حاضری سے وہ فائدہ اٹھانے کی سوچ لیں تو گھبرانا نہیں۔ قلعہ بند ہو کر نہ لڑنا۔ دشمن کو آگے آنے دینا۔ پہلا وار دشمن کو کرنے دینا۔ بے شک تم پیچھے ہٹ جانا زمین موزوں ہے۔ بلندیوں پر قبضہ رکھنا۔

"اور خاص طور پر یاد رکھو۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "الملک الصالح، سیف الدین اور حسن امراء نے ہماری اطاعت قبول کی ہے، صلیبیوں کے حملے کی صورت میں ان پر اعتبار نہ کرنا۔ ان کے ذہنوں سے بادشاہی کی خواہش نکلی نہیں۔ معاہدے کے مطابق وہ کوئی فوج نہیں رکھ سکتے۔ میں نے ان کے اندر تک جاسوس بھیج دیئے ہیں اور میں نے زندگی میں پہلی بار اپنے اصول کے خلاف یہ انتظام کر دیا ہے کہ ہمارے یہ مسلمان بھائی ذرا سی بھی مخالفانہ حرکت کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔"

قاضی بہاؤ الدین شداد نے اپنی یادداشتوں میں ربیع الاول ۵۷۲ ہجری (ستمبر ۱۱۷۶ء) کا مہینہ لکھا ہے جب سلطان ایوبی العادل کو محاذ پر چھوڑ کر دمشق گیا۔ اس کا ایک اور بھائی شمس الدولہ طوران شاہ یمن سے واپس آ چکا تھا۔ یمن میں بھی صلیبی اثرات پیدا ہو گئے تھے اور وہاں کے مسلمان سلطنتِ اسلامیہ کے خلاف باغی ہو رہے تھے۔ سلطان ایوبی نے وہاں شمس الدولہ کو بھیجا تھا جو کامیاب لوٹا تھا۔ سلطان ایوبی نے اسے دمشق کا گورنر مقرر کیا اور ۱۱ اکتوبر ۱۱۷۶ء میں مصر کو روانہ ہو گیا۔

قاہرہ پہنچتے ہی اس نے تمام مشتبہ افراد کو کسی کے عہدے کا لحاظ کیے بغیر گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔ ان کی گرفتاری کے اگلے روز اس نے وہ تمام سونا اور خزانہ پریڈ کے میدان میں رکھوایا جو غار سے برآمد ہوا تھا۔ اس وقت تک جتنی صلیبی لڑکیاں پکڑی جا چکی تھیں اور اب جو پکڑی گئی تھیں انہیں خزانے کے انبار کے قریب کھڑا کیا گیا۔ ان میں حکیم بھی تھا، نائب سالار بھی تھے اور کماندار بھی۔ سب زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ مصر میں جتنی فوج تھی اسے ان کے قریب سے گذار کر میدان میں کھڑا کیا گیا۔

سلطان ایوبی گھوڑے پر سوار آیا اور فوج کے سامنے رکا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہیں حکومت کے خلاف اکسایا جا رہا ہے۔" سلطان ایوبی نے بلند اور گرجدار آواز میں کہا۔ "اگر تم میں سے کوئی مجھے یہ یقین دلا دے کہ وہ اسلام کی عظمت اور رسولِ خدا کی محبت کی خاطر تمہیں میرے خلاف اور میری حکومت کے خلاف بھڑکا رہا ہے اور وہ قبلۂ اول کو کفار سے آزاد کرانے کا عزم رکھتا ہے اور وہ سپین پر حملہ کر کے اس ملک کو ایک بار پھر سلطنتِ اسلامیہ کا عزم کیے ہوئے ہے تو وہ سامنے آئے، میری تلوار لے لے اور میرے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ میں اس کے حق میں سلطانی سے دستبردار ہوتا ہوں۔"

ہر طرف سناٹا طاری ہو گیا۔

سلطان ایوبی نے پیچھے کو مڑ کر اور ملزموں سے کہا۔ "میری جگہ لینے والا تم میں ہے۔ وہ کون ہے؟ آگے آئے۔ ربِ کعبہ کی قسم! میں سچے دل سے اپنی حکومت اس کے حوالے کر دوں گا اور خود اس کے حکم کا پابند رہوں گا۔"

خاموشی۔ گہرا سکوت۔

"اللہ کے شیرو!" سلطان ایوبی فوج سے مخاطب ہوا۔ "تمہیں بغاوت پر نہ اسلام کی عظمت کے لیے اکسایا جا رہا نہ رسول صلعم کے نام مقدس کی خاطر۔ تمہیں جو خزانہ دکھایا گیا ہے اور جو لڑکیاں تمہارے سامنے کھڑی ہیں یہ وہ انعام ہے جو ان لوگوں کو دیا گیا ہے۔ یہ ان کے ایمان کی قیمت ہے۔ میں ان سب سے کہتا ہوں کہ آگے آئیں اور کہیں کہ میں نے جو کہا ہے یہ جھوٹ ہے۔"

کوئی آگے نہ آیا۔ سلطان ایوبی گھوڑے سے اترا اور ملزموں سے حکیم کو بازو سے پکڑا۔ اسے اپنے گھوڑے کے قریب لے جا کر کہا۔ "میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور کہو کہ ایوبی جھوٹ بول رہا ہے۔"

حکیم گھوڑے پر سوار ہو گیا مگر اس نے سر جھکا لیا۔

"کہو سلطان جھوٹ بول رہا ہے۔" سلطان ایوبی نے غضبناک آواز میں کہا۔

حکیم نے سر اٹھایا اور بلند آواز سے کہا۔ "سلطان ایوبی نے جو کہا ہے سچ کہا ہے۔" اور وہ گھوڑے سے کود آیا۔

وقائع نگار لکھتے ہیں کہ سلطان ایوبی کو پہلی بار غصے میں دیکھا گیا۔ حکیم گھوڑے سے اتر کر سر جھکائے کھڑا تھا۔ سلطان ایوبی نے تلوار نکالی اور ایک ہی وار میں حکیم کا سر تن سے جدا کر دیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بڑی ہی بلند آواز سے چلایا۔ "اللہ کے سپاہیو! عظمتِ اسلام کے پاسبانو! اگر میں نے بے انصافی کی ہے تو یہ لو، میری تلوار سے میری گردن اڑا دو۔" اس نے اپنی تلوار برچھی کی طرح فوج کی طرف پھینکی۔ تلوار کی نوک زمین میں گڑ گئی اور تلوار جھولنے لگی۔

سب سے آگے والا سالار گھوڑے سے کود کر اترا۔ تلوار زمین سے اکھاڑ کر اور دونوں ہاتھوں پر رکھ کر سلطان کو پیش کی اور کہا۔ "سلطان! اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔" فوج میں اتنا شور اٹھا کہ سالار کی آواز دب گئی۔ فوج ملزموں کے خلاف بھڑک اٹھی تھی۔ سلطان ایوبی نے ہاتھ اوپر کر کے فوج کو خاموش کیا اور تخریب کاروں کے جرائم سنائے۔

اُسی روز سلطان ایوبی نے سوڈان کو اپنا ایلچی اس تحریری پیغام کے ساتھ روانہ کردیا کہ اگر سوڈان کی فوج نے مصر کی سرحد پر ذرا سی بھی بدامنی پیدا کی تو اسے مصر پر حملہ تصوّر کیا جائے گا اور اس کے جواب میں ہم سوڈان پر حملہ کرنے میں حق بجانب اور آزاد ہوں گے اور ہم سوڈان پر اسلامی پرچم لہرا کر دم لیں گے۔ ☆

ایک منزل کے مسافر

خون جو سلطان صلاح الدین ایوبی کی تلوار سے ٹپک رہا تھا وہ صاف کیے بغیر اُس نے تلوار نیام میں ڈال لی۔ یہ خون اُس غدّار حکیم کا تھا جو صلیبیوں کا جاسوس اور تخریب کار بنا ہُوا تھا۔

فوری طور پر جنہیں غدّاری اور دشمن کے ساتھ ساز باز کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا وہ پابجولاں قید خانے کی طرف لے جائے جا رہے تھے۔ سلطان ایوبی اپنے سالاروں، نائب سالاروں، فوج اور شہری انتظامیہ کے اعلیٰ حکام کے اجلاس میں بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں خون اُترا ہُوا تھا۔ وہ بہت کچھ کہہ چکا تھا اور بہت کچھ کہتے کہتے رُک گیا تھا۔ اجلاس کے حاضرین اُس کی جذباتی کیفیت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہ سلطان ایوبی سے نظریں ملانے سے بھی ڈرتے تھے۔

"سلطانِ عالی مقام!" ایک سالار نے کہا ــــ "ہم صلیبیوں کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔"

سلطان ایوبی نے بڑی تیزی سے نیام سے تلوار نکالی۔ تلوار خون آلود تھی۔ اُس نے تلوار حاضرین کے آگے کر کے کہا ــــ "یہ خون کس کا ہے؟.... یہ تم سب کا خون ہے۔ یہ میرا خون ہے۔ یہ ہمارے اُس بھائی کا خون ہے جو ہمارے ساتھ مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھا کرتا تھا۔ اُس کے گھر میں قرآن بھی ہے۔ اگر یہ خون غدّار ہو سکتا ہے تو صلیبیوں کی ہر سازش کامیاب ہو گی.... صلیبیوں کی یہ سازش کامیاب ہو چکی ہے۔ وہ اسلام کی اُن افواج کو جنہیں متحد ہو کر فلسطین کو صلیبی استبداد سے آزاد کرانا تھا آپس میں لڑا کر ہمیں اتنا کمزور کر چکے ہیں کہ ہم ایک لمبے عرصے تک فلسطین کی طرف کوچ کرنے سے معذور ہو گئے ہیں۔ ہماری منزل بیت المقدس تھی۔ ہمیں آج قاہرہ میں نہیں یروشلم میں ہونا چاہیے تھا مگر اسلام کی جنگی طاقت تباہ ہو گئی ہے۔"

سلطان ایوبی نے تلوار اپنے دربان کی طرف پھینکی پھر نیام بھی اتار کر اُسے دی اور کہا ــــ "اگر یہ خون کسی کافر کا ہوتا تو میں نیام صاف نہ کراتا۔ یہ ایک غدّار کا خون ہے۔ نیام میں اُس کی بو بھی نہ رہے" ــــ دربان تلوار اور نیام صاف کرنے کے لیے باہر لے گیا۔ سلطان ایوبی نے اجلاس کے حاضرین سے کہا ــــ "صلیبیوں کی سازش کامیاب ہو چکی ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ میں حلب سے آگے نہ جا سکوں۔ دیکھ لو، میں آگے جانے کی

بجائے قاہرہ میں آگیا ہوں۔ اپنے آپ کو دھوکے میں نہ رکھو۔ اب صلیبی آگے بڑھیں گے۔ ہم جب آپس میں لڑ رہے تھے وہ ہمیں فیصلہ کن شکست دینے کی تیاریاں کر رہے تھے۔"

"ہم نے مسلمانوں کو لڑا کر صلاح الدین ایوبی کا رُخ پھیر دیا ہے۔" یہ ٹرپولی (لبنان) کا صلیبی حکمران ریمانڈ کہہ رہا تھا۔ صلیبی جاسوسوں نے وہاں خبر پہنچا دی تھی کہ سلطان ایوبی حلب سے مصر چلا گیا ہے اور اس کی جگہ اُس کا بھائی العادل محاذ پر آیا ہے۔ یہ خبر یروشلم تک پہنچ گئی تھی۔ یہ خبر عکرہ تک بھی پہنچ گئی تھی جہاں صلیبِ اعظم تھی اور جہاں بڑا پادری بھی تھا جسے صلیبِ اعظم کا محافظ کہتے تھے۔ وہ فوراً ٹرپولی جمع ہو گئے تھے۔ اُن کے ہاں بھی ایسی ہی کانفرنس ہو رہی تھی جیسی سلطان ایوبی نے بلا رکھی تھی۔

"ایوبی یروشلم کو فتح کرنے نکلا تھا۔" ریمانڈ کہہ رہا تھا۔ "ہم نے ایک بھی تیر چلائے بغیر اُسے مصر کی طرف پسپا کر دیا ہے۔ اُس کے ہاتھوں اُن مسلمان امراء اور حکمرانوں کو بے کار کر دیا ہے جو کسی بھی وقت ہمارے خلاف ایوبی کی قوت بن سکتے تھے۔ ہم اس سے بڑی اور کیا کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔"

"یہ کامیابی اتنی بڑی نہیں ہے جتنی آپ نے کہا ہے۔" ایک صلیبی حکمران بالڈوِن نے کہا۔ "ہم نے حملے کے لیے زمین ہموار کی ہے۔ اصل کام تو حملہ ہے۔ اس کی کامیابی کو ہم بہت بڑی کامیابی کہیں گے۔ فوجیں فوراً جمع کرو اور پیشقدمی کرو اور سلطان ایوبی کو سنبھلنے کا موقعہ نہ دو۔"

"اگر ہم نے اپنے آپ کو بہت جلدی نہ سنبھالا تو میں بتا نہیں سکتا کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔" سلطان ایوبی نے اپنے سالاروں اور دیگر حکام سے کہا۔ "آج ہی سے نئی بھرتی شروع کر دو۔ سوار زیادہ ہونے چاہئیں۔ سوڈان کے اُن جوانوں کو بھی بھرتی کرو جنہیں سات سال ہوئے بغاوت کے جرم میں فوج سے نکال کر قابلِ کاشت زمینوں پر آباد کیا گیا تھا۔ انہیں نے مصر میں اتنی خوشحالی دیکھی ہے کہ اب دھوکہ نہیں دیں گے۔ ایسے جوان جو گھوڑ سواری اور تیغ زنی کی سوجھ بوجھ رکھتے ہوں، انہیں جنگی تربیت دو۔ میں بہت جلدی مصر سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ اگر صلیبیوں کا دماغ خراب ہو گیا ہو تو دنیائے عرب اُن کی دستبرد سے بچ جائے گی اور اگر اُن کا دماغ ٹھکانے ہے تو انہیں میری غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً حملہ کر دینا چاہیئے۔ وہ اناڑی نہیں۔ میرے لیے یہ حالات انہوں نے کسی مقصد کے تحت پیدا کیے تھے جن سے مجبور ہو کر میں مصر آ گیا ہوں۔ وہ ہم سے بیت المقدس کو صرف اسی صورت میں بچا سکتے ہیں کہ مقبوضہ علاقوں سے نکل کر ہمارے علاقوں میں آ کر لڑیں۔ اس جنگ کے لیے مجھے بہت سی فوج کی ضرورت ہے۔"

"میں اس وقت دو سو پچاس نائٹ (زرہ پوش سوار) میدان میں لا سکتا ہوں۔" ٹرپولی کی کانفرنس میں ایک مشہور صلیبی حکمران رینالٹ آف خوبین نے کہا۔ "اس حملے کی قیادت میری فوج کرے گی۔ میں نے اس کا پلان بھی تیار کر لیا ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ ہم صلاح الدین ایوبی کی طرح چوروں والی جنگ نہیں لڑیں گے۔ ہم طوفان اور سیلاب کی مانند پیش قدمی کریں گے۔ ہم سب اپنی فوجوں کو اکٹھا کر کے کوچ کریں گے تو آپ

خود محسوس کریں گے کہ انسانوں اور گھوڑوں کا یہ طوفان دنیائے عرب کو خس و خاشاک کی طرح اڑاتا ہوا کہیں سے کہیں پہنچ جائے گا اور اس کا زور سوڈان میں جا کر ٹوٹے گا۔"

"اگر صلیبی افواج متحد ہو کر آئیں تو عرب کی سرزمین ہم سب سے اتنا خون مانگے گی جس میں ریگزار کے ذرّے بھیگ جائیں گے۔" سلطان ایوبی قاہرہ میں کہہ رہا تھا۔ "اب کے ہم سروں سے کفن باندھ کر جائیں گے۔ میرے رفیقو! میری ایک حس مجھے بتا رہی ہے کہ ہمیں پوری تیاری سے اور پوری طرح متحد ہو کر میدان میں اترنا پڑے گا۔"

"ایوبی کو مصر میں اُلجھائے رکھنے کے لیے ہمیں تخریب کاری تیز کرنی ہوگی۔" ریمانڈ نے کہا اور صلیبیوں کی انٹیلی جنس کے استاد ہرمن سے کہا۔ "ہرمن! مصر پر اپنی گرفت اور سخت کر دو۔ مجھے توقع یہ ہے کہ ایوبی ہمیں سے بیٹھنے والا آدمی نہیں۔ اُس کی فوج کا جانی نقصان بہت ہو چکا ہے۔ وہ فوری طور پر نئی بھرتی کرے گا.... کوشش کرو کہ اُسے بھرتی نہ ملے۔ اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو مصر کی فوج کے ذخیرے تباہ کراتے رہو۔ وہاں کی فوج پر نظر رکھو اور وہاں کے جاسوسوں سے کہو کہ صلاح الدین ایوبی کی ایک ایک حرکت کی اطلاع فوراً پہنچاتے رہیں۔"

"اور ہرمن!" ایک صلیبی کمانڈر نے کہا۔ "مصر کی خبر ملے نہ ملے، زیادہ ضروری یہ ہے کہ یہاں کی خبر باہر نہ جانے پائے۔ ہمیں تسلیم کرنا چاہیئے کہ ایوبی جس طرح میدانِ جنگ میں ہمارے لیے مصیبت بن جاتا ہے، وہ جاسوسی کے میدان میں بھی ہم سے ہوشیار ہے۔ ہمارے درمیان اُس کے جاسوس موجود ہیں۔ یہاں کی مسلمان آبادی پر گہری نظر رکھو۔ کسی پر ذرا سا شک ہو اُسے قید کر دو، قتل کر دو، تمہیں پورے اختیارات دیئے جاتے ہیں۔"

"میں کسی کے دل میں نہیں اُتر سکتا۔" سلطان ایوبی کہہ رہا تھا۔ "ایمان فروشوں کے سروں پر سینگ نہیں ہوتے۔ میں علی بن سفیان اور غیاث بلبیس کو اجازت دیتا ہوں کہ جس پر شک ہو کہ وہ صلیبیوں کا جاسوس ہے اسے قتل کر دو۔ اگر اُس پر رحم کرنا چاہو تو اُسے قید میں ڈال دو۔ میں ان حالات میں جب صلیبی متحد ہو کر آتے نظر آ رہے ہیں کسی کو بخش نہیں سکتا۔ میں اب تحقیقات اور عدل و انصاف کے طور طریقے بھی بدل دینا چاہتا ہوں.... اور علی بن سفیان!" اُس نے اپنی انٹیلی جنس کے سربراہ سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم نے مقبوضہ علاقوں میں اپنا جال پھیلا رکھا ہے۔ صلیبیوں کے ہاں اپنے کچھ اور آدمی بھیج دو اور وہاں کے جاسوسوں سے کہو کہ کوئی خبر اور اطلاع زیادہ دیر تک اپنے پاس نہ رکھیں۔ خطوط مول لیں اور تیز رفتار گھوڑوں سے قاہرہ خبریں پہنچائیں۔ مجھے اندھا نہ کر دینا علی بن سفیان! اور کوشش کرو کہ یہاں سے کوئی خبر باہر نہ جا سکے۔"

"اگر ہماری افواج کی کمان مشترکہ ہو تو ہم زیادہ بہتر اور مؤثر طریقے سے لڑ سکیں گے۔" ریمانڈ نے کہا۔

"میں اتحاد پر زور دوں گا مشترکہ کمان پر نہیں۔" رینالٹ نے کہا۔ "مشترکہ کمان کے کچھ نقصانات بھی ہوتے ہیں۔ میدانِ جنگ میں ہمیں ایک دوسرے سے باخبر رہنا چاہیئے اور ایک دوسرے کے راستے میں نہیں آنا چاہیئے۔ ہم پیش قدمی کے لیے علاقے تقسیم کر لیں گے۔ احتیاط صرف یہ کی جائے کہ ہماری نقل و

حرکت رازمیں رہے۔"

☆

دونوں طرف جنگی تیاریوں کا ہنگامہ تھا۔ صلیبی اب کے سلطان ایوبی کو فیصلہ کن شکست دینے کا عزم کیے ہوئے تھے۔ سلطان ایوبی زخم خوردہ تھا۔ آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ صلیبیوں کی شہ پر تین مسلمان امراء سلطان ایوبی کے خلاف محاذ آرا ہو گئے تھے۔ اڑھائی تین سال مسلمان فوجیں ایک دوسرے کا خون بہاتی رہیں۔ سلطان ایوبی نے تینوں مسلمان افواج کو فیصلہ کن شکست دے کر اُن سے ہتھیار ڈلوائے اور انہوں نے سلطان ایوبی کی اطاعت قبول کر لی تھی مگر اس فتح کو سلطان ایوبی اُمتِ رسولؐ اللہ کی بدترین شکست کہتا تھا کیونکہ صلیبیوں کی سازش کامیاب ہو گئی تھی۔ اس خانہ جنگی میں اللہ کے وہ ہزارہا سپاہی مارے گئے یا عمر بھر کے لیے اپاہج ہو گئے جنہیں فلسطین کو صلیب سے پاک کرنا تھا۔

اس دوران صلیبیوں نے فوج میں اضافہ کر لیا تھا، فوج کو آرام بھی دے لیا تھا اور جنگی تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ اُن کا یہ دعویٰ بے بنیاد نہیں تھا کہ وہ طوفان کی طرح آئیں گے اور دنیائے عرب کو خس و خاشاک کی طرح اڑا لے جائیں گے۔ اُن کے مقابلے میں سلطان ایوبی کی فوج کے تجربہ کار سپاہی اور کمانڈر شہید ہو چکے تھے اور وہ نئی بھرتی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ رنگروٹوں کو لڑانا بہت بڑا خطرہ تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اُسے مصر میں بھی فوج کی زیادہ نفری رکھنی تھی کیونکہ سوڈان کی طرف سے خطرہ تھا۔ اس کے علاوہ ملک کے اندر تخریب کاری اور غداری بھی زیادہ تھی۔

صلیبی طوفان کی طرح آنے کے پلان بنا رہے تھے اور سلطان ایوبی اپنے طریقۂ جنگ سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے طے کر رکھا تھا کہ وہ شبخون مارنے اور "ضرب لگاؤ اور بھاگو" کے اصول پر لڑے گا۔ اب کے صلیبیوں نے ایسا پلان تیار کرنے کی سوچی تھی جس میں سلطان ایوبی کا کمانڈو آپریشن کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ اُس کی فوج کو گھیرے میں لے کر آمنے سامنے کی جنگ لڑانے کی ترکیبیں سوچ رہے تھے۔ دونوں طرف یہ کوشش ہو رہی تھی کہ اپنی اپنی جنگی تیاریوں، منصوبوں اور نقل و حمل کو راز میں رکھیں اور ایک دوسرے کے راز معلوم کریں۔ اس مقصد کے لیے دونوں کے ہاں ایک دوسرے کے جاسوس موجود تھے۔

صلیبی کمانڈروں وغیرہ کو یہ تو معلوم تھا کہ اُن کے درمیان سلطان ایوبی کے جاسوس موجود ہیں لیکن ریمانڈ والٹر ٹریپولی اور دیگر صلیبی حکمرانوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اُن کی کانفرنس میں دو مسلمان جاسوس موجود ہیں۔ پہلے بھی اِن کا ذکر آچکا ہے۔ ایک مسلمان راشد چنگیز تھا اور دوسرا فرانسیسی عیسائی وکٹر تھا۔ یہ اعلیٰ قسم کے ملازم تھے جو صلیبی بادشاہوں اور اعلیٰ کمانڈروں کی دعوتوں وغیرہ میں شراب اور کھانے وغیرہ کی سروس کی نگرانی کرتے تھے۔ راشد چنگیز نے اپنا نام عیسائیوں جیسا ظاہر کر رکھا تھا۔ ترک ہونے کی وجہ سے اُس کا رنگ یورپی باشندوں جیسا تھا۔ بہت ہوشیار اور چرب زبان تھا۔ وکٹر کے متعلق تو کسی کو شبہ ہی نہیں تھا کہ وہ عیسائی ہے۔ وہ فرانس کا رہنے والا تھا لیکن اپنے آپ کو اُس نے یونانی عیسائی بتایا تھا۔

صلیبیوں کی اِس کانفرنس میں بھی دونوں اپنی خصوصی وردی پہنے موجود تھے کیونکہ صلیبی شراب کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ یہ دونوں شراب پیش کر رہے تھے اور اُن کی باتیں غور سے سن رہے تھے۔ یہ باتیں بہت ہی قیمتی تھیں جو انہیں قاہرہ پہنچانی تھیں مگر یہ ابھی مکمل نہیں تھیں۔ وہ صلیبیوں کا پورا پلان معلوم کر کے قاہرہ پہنچانے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ علی بن سفیان کو اپنے ان دونوں جاسوسوں پر مکمل اعتماد تھا، حالانکہ وکٹر عیسائی تھا۔ صلیبیوں کو یہی خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ صلاح الدین ایوبی کو اُن کے پلان اور نقل و حرکت کا علم ہو گیا تو وہ جگہ جگہ گھات لگا کر تھوڑی تھوڑی نفری سے اُن کے لشکانی لشکر کو تباہ کر دے گا۔ چنانچہ وہاں سلطان کے جاسوسوں کو سراغ لگانے اور انہیں پکڑنے کے بڑے ہی سخت احکام جاری کر دیئے گئے۔

☆

مصر میں بھرتی کی مہم شروع ہو گئی۔ دو تین فوجی دستے ترتیب دیئے گئے جو اُن علاقوں کے دیہات میں نکل گئے جن سے بھرتی مل سکتی تھی۔ فوجی جاہ و جلال اور جنگی مظاہروں اور کھیل تماشوں کا انتظام کیا گیا۔ مسجدوں کے اماموں کے لیے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے سلطان ایوبی کا یہ پیغام بھیجا گیا کہ وہ لوگوں کو جہاد کی اہمیت بتائیں اور انہیں یہ بتائیں کہ کفار پوری طاقت کے ساتھ عالمِ اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں، اور یہ بھی کہ قبلۂ اوّل کفار کے قبضے میں ہے۔ اس صورت میں ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو گیا ہے۔ اماموں سے کہا گیا کہ وہ جوانوں کو مصر کی فوج میں بھرتی ہونے کی تلقین کریں۔

مذہب اور قوم کے وقار کے جذبے سے جوان سال آدمی بھرتی ہونے لگے۔ اُن کے ذہنوں میں مقصد واضح تھا مگر بہت سے جوان مالِ غنیمت کے لالچ سے بھرتی ہوئے۔ یہ دیہاتی علاقوں کے لوگ تھے۔ اُن کے کانوں تک اماموں کی آواز نہیں پہنچی تھی، اُن تک فوجی افسر پہنچے جنہوں نے سلطان ایوبی کے اس حکم کی تعمیل کی خاطر کہ بھرتی بہت جلدی کرو، لوگوں کو جہاد کے وعظ سنانے کی بجائے یہ کہا کہ صلیبیوں کے شہر فتح کیے جائیں گے جہاں اتنی دولت ہے کہ وہ سمیٹ نہیں سکیں گے۔ چنانچہ وہ دلوں میں جہاد کا جذبہ لے کر بھرتی ہونے کی بجائے مالِ غنیمت کا لالچ لے کر ہنسی خوشی بھرتی ہوئے۔ ان اناڑی اور کم فہم فوجی افسروں نے سلطان ایوبی کی توقع کے خلاف بے شمار جوانوں کو بھرتی کر لیا مگر اُسے یہ نہ بتایا کہ انہوں نے مقصد پورا نہیں کیا حکم کی تعمیل کی ہے۔ میدانِ جنگ میں جا کر یہ سپاہی سلطان ایوبی کے لیے بڑا ہی تکلیف دہ مسئلہ بن گئے۔

اُدھر ٹریپولی سے کچھ دور صلیبی فوج ایک میدان میں اکٹھی ہونے لگی۔ فلسطین کے دوسرے مقبوضہ شہروں میں ایلچی بھیج دیئے گئے کہ وہ صلیبی فوج کو تیار کریں۔ ٹریپولی میں سب سے زیادہ سرگرمی خوین کے حکمران رینالٹ کی تھی۔ اُس کی فوج خاصی زیادہ تھی جس میں ارمنی سوائٹ تھے۔ نائٹ ایک اعزاز تھا جو غیر معمولی طور پر ذہین، دلیر اور قیادت کے ماہر فوجی افسر کو دیا جاتا تھا۔ اُسے خاص قسم کی زرہ بکتر دی جاتی، اور وہ خصوصی دستوں کا کمانڈر ہوتا تھا۔ رینالٹ کو انتقام کی آگ پریشان کیے ہوئے تھی۔ آپ نے اس

سلسلے کی ایک کہانی "اسلام کی پاسبانی کب تک کرو گے" میں اس صلیبی بادشاہ کا نام اور واقعہ پڑھا ہوگا۔ ۳، اور کے اوائل میں صلیبیوں نے سمندر سے سکندریہ پر حملہ کیا تھا لیکن سلطان ایوبی کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے حملے کی خبر قبل از وقت مل گئی تھی۔ اُس نے حملے کے استقبال کا ایسا بندوبست کر رکھا تھا کہ صلیبیوں کا بحری بیڑہ بُری طرح تباہ ہُوا اور یہ بیڑہ فوج کو ساحل پر نہیں اُتار سکا تھا۔

اس حملے کی دوسری کڑی خشکی کے راستے حملہ کرنا تھا جس کی قیادت رینالٹ کر رہا تھا۔ چونکہ مسلمان جاسوس صلیبیوں کا پورا پلان لے آئے تھے اس لیے خشکی پر نورالدین زنگی نے اپنی فوج کی گھات لگا رکھی تھی۔ عقب اور پہلوؤں سے بھی حملوں کا انتظام کر رکھا تھا۔ رینالٹ اس پھندے میں آگیا۔ اُس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ گھات سے نکلنے کی کوشش کی مگر ایک رات نورالدین زنگی کے چھاپہ ماروں نے رینالٹ کے ہیڈکوارٹر پر شبخون مارا اور رینالٹ کو پکڑ لیا۔ صلیبیوں کا نہ صرف حملہ ناکام رہا بلکہ انہیں کمر توڑ شکست ہوئی۔ جانی اور مالی نقصان کے علاوہ سب سے بڑا نقصان تو یہ تھا کہ اُن کا رینالٹ جیسا جنگجو بادشاہ قیدی ہوگیا تھا۔

نورالدین زنگی کے لیے یہ بڑا ہی قیمتی قیدی تھا۔ اُس کی رہائی کے لیے وہ صلیبیوں سے بڑی ہی کڑی شرائط منوانا چاہتا تھا مگر زندگی نے وفا نہ کی۔ دو سال بعد زنگی فوت ہوگیا۔ اُس کے اعلیٰ حکام اور سالاروں نے زنگی کے گیارہ سالہ بیٹے الملک الصالح کو سلطنت کی گدی پر بٹھا دیا کیونکہ اُسے وہ اپنا کٹھ پتلی بنا کر من مانی کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے خلاف محاذ قائم کر لیا اور اُسے شکست دینے کے لیے صلیبیوں کے ساتھ دوستی کر لی۔ اس دوستی کا انہوں نے پہلا معاوضہ یہ دیا کہ رینالٹ جیسے قیمتی قیدی کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا۔ اور اُس کے ساتھ دوسرے تمام قیدیوں کو بھی رہا کر دیا۔ دمشق سے سلطان ایوبی کی مسلسل معرکہ آرائی اپنے پیر استاد اور عزیز دوست نورالدین زنگی کے بیٹے سے شروع ہوگئی۔ دوسرے امراء خلافت سے آزاد ہوگئے، اور سب نے سلطان ایوبی کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر لیا تھا۔ اس کا اور جو نقصان ہُوا سو ہُوا، ایک نقصان اب سامنے آیا کہ رینالٹ جیسے ان غدار مسلمانوں نے خیر سگالی کے طور پر یا صلیبیوں کی دوستی حاصل کرنے کے لیے رہا کر دیا تھا وہ ایک جنگی توت بن کر سلطان ایوبی کے خلاف نہیں بلکہ عالم اسلام کو تہ تیغ کرنے کے لیے فیصلہ کن حملے کے لیے آرہا تھا۔

الملک الصالح نے رینالٹ کے ساتھ جو جنگی قیدی رہا کیے تھے وہ بھی اسلام کے لیے بہت بڑا خطرہ بن کر آرہے تھے۔ رینالٹ اپنی شکست اور ذلت کا انتقام بھی لینا چاہتا تھا۔ صلیبیوں کی اس کانفرنس میں اُس نے اس تجویز کی مخالفت کی کہ تمام صلیبی افواج مشترکہ کمان کے تحت ہوں۔ اس مخالفت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ آزاد ہو کر اپنے عزائم کے مطابق جنگ لڑنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ صلیبیوں میں یہ کمزوری تھی کہ وہ متحد نہیں ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے لیکن ہر ایک کے دل میں یہ ہوتا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ علاقے فتح کر کے ان کا بادشاہ بن جائے۔ متعدد مؤرخین نے لکھا ہے کہ صلیبیوں کو اس کمزوری نے دنیائے عرب میں نقصان پہنچایا اور وہ اتنی زیادہ اور اتنی برتر جنگی طاقت کے باوجود نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان ایوبی کی صفوں میں غدار نہ ہوتے تو وہ صلیبیوں کو دنیائے عرب سے بے دخل کر کے یورپ کے لیے خطرہ بن جاتا۔

"اگر آپ صلاح الدین ایوبی کو شکست دینا چاہتے ہیں تو ہم سب اپنی اپنی فوج کو مشترکہ کمان کے سپرد کر دیتے ہیں"۔۔۔ ریمانڈ آف ٹرپولی نے کہا۔۔۔ "ورنہ ہم بکھر کر ناکام بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ حملے کی قیادت رینالٹ کی فوج کرے، یہ فیصلہ مشترکہ کمان کو کرنا چاہیے"

"میں آپ سے الگ نہیں ہوں گا"۔۔۔ رینالٹ نے کہا۔۔۔ "لیکن میں کسی مشترکہ کمان کا پابند نہیں رہوں گا۔ مجھے اپنی شکست کا انتقام لینا ہے۔ نورالدین زنگی تو مر چکا ہے، میں صلاح الدین ایوبی کو اسی طرح قید میں آپ سب کے سامنے لاؤں گا جس طرح زنگی مجھے قید کر کے دمشق لے گیا تھا، ورنہ تاریخ ہمیشہ مجھ پر لعنت بھیجتی رہے گی۔ میں آپ سب سے پوچھتا ہوں کہ جس وقت زنگی نے مجھ پر شب خون مار کر میرے دستوں کو بکھیر دیا اور اُن سے ہتھیار ڈلوا لیے تھے اُس وقت آپ میں سے کس نے زنگی پر جوابی حملہ کیا تھا؟ کون میری مدد کو پہنچا تھا؟۔۔۔ کوئی نہیں۔ اب مجھے پابند نہ کریں۔ میں نے اسی روز کے لیے فوج کو تیار کیا تھا۔ میرے انتقام کا دن آگیا ہے۔ میری فوج آپ کی کسی بھی فوج کی راہ میں حائل نہیں ہوگی۔ جسے بھی میری مدد کی ضرورت ہوگی اُسے خطرہ مول لے کر بھی مدد دوں گا لیکن میں آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے پابند نہ کریں"

"نہیں کریں گے"۔۔۔ بالڈون نے کہا۔۔۔ "ہماری آج کی کانفرنس ابتدائی بات چیت تک محدود رہے گی۔ اس میں ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ ہماری زمین دوز کوششوں سے مسلمانوں کی خانہ جنگی نے انہیں کمزور کر دیا ہے اور صلاح الدین ایوبی اِدھر آنے کی بجائے مصر چلا گیا ہے، لہٰذا ہمیں برق رفتار اور طوفانی قسم کا حملہ کرنا ہے۔ ہم نے آج اس حملے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب دو چار دن ہم سب فرداً فرداً سوچ لیں ہم میں سے جو بھی غیر حاضر ہیں انہیں بھی بلا لیں اور ایک دن مقرر کر کے حملے کا پلان تیار کر لیں۔ ہماری فوجیں تیار ہیں۔ اس دوران ہرمن اپنے شعبۂ جاسوسی کو اتنا زیادہ سرگرم کر دے کہ زمین کی تہوں میں سے بھی صلاح الدین ایوبی کے جاسوسوں کو نکال کر قید کر دے اور یہاں کے مسلمانوں پر کڑی نظر رکھے۔ ہر مسلمان گھرانے اور ہر مسلمان فرد کی روزمرہ حرکات کو بھی دیکھے۔ ہماری افواج کا اجتماع یہیں شروع ہوگیا ہے جسے چھپایا نہیں جا سکتا۔ یہ انتظام ہرمن کو کرنا ہے کہ کوئی آدمی یا عورت اس جگہ سے باہر جائے تو یہ یقین کر لیا جائے کہ وہ جاسوس نہیں"

"ایسا ہی ہوگا"۔۔۔ ہرمن نے کہا۔۔۔ "یہاں سے کوئی پرندہ بھی باہر نہیں جائے گا"

☆

پہلے سنایا جا چکا ہے کہ اس کانفرنس میں شراب پلانے والے خادموں (مردوں اور لڑکیوں) کے نگران اور انچارج دو آدمی تھے جو صلیبیوں کی کانفرنسوں اور دعوتوں وغیرہ میں بڑی دل کش وردی میں ملبوس رہتے تھے۔ یہ قابلِ اعتماد آدمی تھے۔ انہیں گہری چھان بین کے بعد ملازم رکھا گیا تھا مگر یہ دونوں سلطان ایوبی

کے جاسوس تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر ہوشیار اور ذہین تھے ورنہ ہرمن جیسے استاد جاسوس اور سازشیوں کی نظروں اور عقل کو دھوکہ دینا ممکن نہیں تھا۔ دونوں خوبرو جوان اور دراز قد تھے۔ دکٹر کو اپنا نام بتانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ تھا ہی عیسائی۔ راشد چنگیز جو ترک تھا اپنا نام عیسائیوں جیسا رکھے ہوئے تھا۔ یہ دونوں اس کانفرنس میں بھی موجود تھے۔ آدھی رات کے قریب کانفرنس برخاست ہوئی اور وہ دونوں اپنے کمرے میں چلے گئے۔

"ہم دونوں میں سے کوئی بھی نوکری سے غیر حاضر نہیں ہو سکتا"۔۔۔ دکٹر نے کہا۔۔۔ "یہ خبر کسی اور کے ذریعے قاہرہ بھیجنی پڑے گی۔ ایسا کون ہو سکتا ہے؟"

"امام سے بات کریں گے"۔۔۔ راشد چنگیز نے کہا۔۔۔ "وہی بہتر جانتا ہے کہ کون سا آدمی بہتر ہے قاہرہ تک تیز رفتاری سے پہنچنے کے لیے کسی خاص آدمی کی ضرورت ہوگی مگر ان کا پورا منصوبہ معلوم ہو جائے تو قاہرہ کو اطلاع دیں گے۔ ادھوری اطلاع پر سلطان ایوبی کوئی غلط چال نہ چل بیٹھے"۔

"امام کو اتنی سی اطلاع دینا تو ضروری ہے کہ صلیبی بہت بڑے حملے کا فیصلہ کر چکے ہیں"۔۔۔ دکٹر نے کہا۔ "تاکہ سلطان اپنی فوج کو تیار کر سکے اور اپنے نقصانات جلدی جلدی پورے کر لے۔۔۔۔ اور سنو!"۔۔۔ اس نے چنگیز سے کہا۔۔۔ "جس وقت یہ لوگ حملے کی باتیں کر رہے تھے تو میں نے تمہیں دیکھا تھا۔ تم شراب کا پیالہ ریمانڈ کے آگے رکھتے رکھتے رک گئے تھے اور صاف پتہ چلتا تھا کہ تم ان کی باتیں غور سے سن رہے ہو۔ میں نے تمہارا چہرہ دیکھا تھا۔ اس پر مجھے نیلاہٹ چمک نظر آئی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اتنا قیمتی راز مل جانے سے بیچین اور خوشی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہرمن بھی وہیں موجود ہوتا ہے۔ ہرمن علی بن سفیان کے پائے کا جاسوس ہے۔ میں نے تمہیں دیکھ کر فوراً ہرمن کی طرف دیکھا تھا۔ مجھے شک ہوتا ہے جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا تھا۔ محتاط رہو میرے بھائی! ہم دشمن کے پیٹ میں زندگی بسر کر رہے ہیں"۔

"ہرمن کے لیے ہم اجنبی نہیں"۔۔۔ راشد چنگیز نے کہا۔۔۔ "ہمارے متعلق وہ شکوک رفع کر چکا ہے۔ اب ڈرنے کی ضرورت نہیں"۔

"ڈرنے کی نہیں محتاط ہونے کی ضرورت ہے"۔۔۔ دکٹر نے کہا۔۔۔ "تم نے آج وہ ہدایات سن لی ہیں جو ہرمن کو ملی ہیں۔ وہ اب ہر کسی کو شک کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔۔۔۔ اور اب تم یوں کرو، مسجد میں چلے جاؤ۔ سب سو گئے ہیں۔ امام کو بتا آؤ کہ آج صلیبیوں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اگر قاہرہ کو کوئی جانے والا ہو تو اس فیصلے کی اطلاع علی بن سفیان کو دے دے اور اگر ادھر سے کوئی آئے تو ہم سے ملے بغیر واپس نہ جائے"۔

شہر کی ایک مسجد کا امام سلطان ایوبی کے لیے جاسوسی کرتا تھا۔ یہ مسجد جاسوسی کا خفیہ اڈہ بنی ہوئی تھی۔ مسلمان جاسوس مسجد میں جا کر امام کو خبریں پہنچاتے اور اس سے ہدایات لیتے تھے۔ دکٹر کبھی مسجد میں نہیں گیا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اسے نماز نہیں آتی اور مسجد کے آداب سے بھی واقف نہیں اس لیے اسے ڈر تھا کہ مسجد میں کوئی ایسا مسلمان اسے پکڑوا دے گا جو صلیبیوں کا جاسوس ہوگا۔ یہ غلط بھی نہیں تھا صلیبیوں کے مخبروں میں مسلمان بھی

تھے جو مسجدوں میں جانے والے نمازیوں پر بھی نظر رکھتے اور ان کی باتیں غور سے سنتے تھے۔ وہ اکثر مسلمانوں کو گرفتار کراتے رہتے تھے۔ راشد چنگیز نے چونکہ اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کر رکھا تھا اس لیے وہ دن کے وقت مسجد میں نہیں جاتا تھا۔ صلیبی کمانڈروں وغیرہ کی شبینہ دعوتوں سے فارغ ہو کر اگر فرصت پڑتے تو آدھی رات کے بعد امام کے گھر جاتا تھا جو مسجد کے بالکل ساتھ ملا ہوا تھا۔ اس کا ایک دروازہ مسجد کے صحن میں کھلتا تھا۔

☆

راشد چنگیز نے کپڑے بدلے۔ چغہ اور عمامہ پہنا۔ مصنوعی داڑھی چہرے پر باندھی اور کمرے سے نکل کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ حکم کے مطابق اسے داڑھی استرے سے صاف کرانی پڑتی تھی۔ اپنے مشن پر جانے کے لیے اس نے ایسی مصنوعی داڑھی بنا رکھی تھی جو فوراً لگائی اور اتاری جا سکتی تھی۔ ان دنوں رہاں رات کو بھی رونق رہتی تھی۔ ریمانڈ کی اپنی فوج کے علاوہ ریناٹ بھی اپنے بہت سے افسروں رانتوں کے ساتھ وہاں گیا ہوا تھا۔ اس کے چند ایک دستے بھی تھے۔ یہ فوجی افسر اور دیگر صلیبی کمانڈر راتیں عیش و عشرت میں گزارتے تھے۔ پیشہ ور عورتوں کی چہل پہل لگی رہتی تھی۔ اعلیٰ حکام کی بیویاں اور داشتہ عورتیں بھی ان کے ساتھ تھیں۔ وہاں یہ بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون سی عورت کس کی بیوی ہے۔ عورتوں کی عارضی اور مستقل خرید و فروخت بھی ہوتی تھی۔

راشد چنگیز اپنے کمرے سے نکلا تو اسے چھپ کر جانے میں بہت دشواری ہوئی۔ کمروں اور خیموں کے اندر تو طوفانِ بدتمیزی بپا تھا ہی باہر بھی کہیں کہیں اسے کوئی بدمست جوڑا نظر آ جاتا تھا جس سے بچ کر اسے راستہ بدلنا پڑتا۔ آخر وہ خطرے کے علاقے سے نکل گیا اور شہر کی گلیوں میں داخل ہو گیا۔ پھر وہ مسجد کے دروازے تک پہنچ گیا۔ وہ جب ادھر ادھر دیکھ کر مسجد میں داخل ہونے لگا تو اس نے دبے دبے قدموں کی آہٹ سنی جو گلی میں اٹھی اور موڑ پر خاموش ہو گئی۔ راشد چنگیز نے اس پر غور کیا لیکن یہ سمجھ کر اپنے آپ کو تسلی دی کہ کتا ہوگا اور یہ آہٹ وہم بھی ہو سکتی تھی۔ وہ مسجد کے صحن میں گیا اور امام کے دروازے پر مخصوص دستک دی۔ دروازہ کھلا۔ راشد چنگیز اندر چلا گیا اور امام کو ساری رپورٹ دے دی۔

"صلیبیوں کی زیادہ تر فوج یہاں جمع ہو گی"۔۔۔ چنگیز نے کہا۔۔۔ "یہ ریناٹ کی فوج ہو گی۔ یہاں کی فوج تو پہلے ہی یہاں موجود ہے۔ قاہرہ تک اس فوج کے کوچ اور عزائم کی اطلاع تو پہنچ ہی جائے گی، اگر ہم کوشش کریں تو اس فوج کو کوچ سے پہلے کچھ نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں اور اس کے کوچ کو التوا میں ڈال سکتے ہیں"۔

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ چھاپہ ماروں سے کہا جائے کہ وہ فوج کی رسد کو نذرِ آتش کر دیں"۔۔۔ امام نے کہا۔۔۔ "میں یہ کام کرا سکتا ہوں لیکن کراؤں گا نہیں۔ تم نے ایسے کئی واقعات سنے ہوں گے کہ جس مقبوضہ شہر میں ہمارے چھاپہ ماروں نے صلیبی فوج کو نقصان پہنچایا وہاں کے مسلمان باشندوں کے لیے زندگی دوزخ سے بدتر بنا دی گئی۔ گھر گھر تلاشی ہوئی۔ ہماری مستورات کی بے عزتی ہوئی۔ ہماری جوان بیٹیوں کو صلیبی پکڑ سے

گئے۔ قید اور قتل کا ظالمانہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ میں نے اپنے ایک قاصد کے ذریعے سلطان ایوبی تک یہ مسئلہ پہنچایا تھا۔ سلطانِ محترم نے میری توقع کے بالکل مطابق جواب بھیجا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ مسلمان باشندوں کی عزت، جان اور مال کی خاطر کسی شہر میں خفیہ تباہ کاری نہ کی جائے۔ دشمن کی رسد کو اس کی فوج کے ساتھ آنے دیا جائے۔ اسے میرے چھاپہ مار سپاہیوں جنگ میں نہیں آنے دیں گے۔"

"میں آپ کو مکمل اطلاع دو چار دنوں میں دے سکوں گا۔" چنگیز نے کہا۔ "اب آپ اور زیادہ محتاط ہو جائیں۔ یہاں کے سراغرساں غیر معمولی طور پر سرگرم ہو گئے ہیں۔ وہ اب یہاں کے جانوروں اور پرندوں کو بھی شکی نگاہوں سے دیکھیں گے۔"

یہ طے کر کے کہ ایک آدمی کو صبح قاہرہ روانہ کر دیں گے چنگیز مسجد سے نکلا۔ وہ چوری چھپے نہیں چل رہا تھا تاکہ کوئی شک نہ کرے۔ وہ گلی کا موڑ مڑا تو اسے پیچھے کسی کے قدموں کی دبی دبی آہٹ سنائی دی۔ اس نے غور کیا۔ گلی تاریک تھی۔ اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ اب کے یہ وہم نہیں تھا۔ وہ آگے چل پڑا۔ اپنے ٹھکانے کے قریب جا کر اس نے مصنوعی داڑھی اتار کر کپڑوں میں چھپا لی۔ اس کے کپڑے ایسے تھے جو کوئی شک پیدا نہیں کرتے تھے کیونکہ ایسے کپڑے عیسائی بھی پہنتے تھے۔

اب وکٹر اور چنگیز کی کوشش تھی کہ یہ معلوم کریں کہ صلیبی فوج کہاں کہاں حملہ کرے گی اور اس کے کوچ کا پروگرام کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ فوج جمع کرنے کے انتظامات شروع ہو گئے تھے۔ قاصدوں کی بھاگ دوڑ بھی شروع ہو گئی تھی۔ یہ دونوں جاسوس اس سرگرمی سے بظاہر لاتعلق ہو کر اس کی ہر ایک تفصیل معلوم کرنے میں مصروف تھے۔ ریمانڈ کی حیثیت یرغمال کی تھی کیونکہ یہ اس کا دارالحکومت تھا۔ اس نے ایک رات تمام صلیبی حکمرانوں، اعلیٰ کمانڈروں اور دیگر اعلیٰ حکام کی ضیافت کا اہتمام کیا۔ یہ رات وکٹر اور چنگیز کے لیے غیر معمولی مصروفیت کی رات تھی۔ چونکہ مہمانوں میں بادشاہ بھی تھے اس لیے انہیں شراب وغیرہ پیش کرنے میں زیادہ مستعد رہنا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ مستعدی کی ضرورت اس وقت تک ہوتی ہے جب تک مہمان ہوش میں رہتے ہیں۔ شراب میں بدمست ہو کر جب وہ بداخلاقی کے مظاہرے کرنے لگتے ہیں تو میزبانوں کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

اس ضیافت میں جتنے مرد تھے اتنی ہی عورتیں تھیں۔ ان میں نوجوان لڑکیاں بھی تھیں، نوجوان عورتیں بھی اور وہ بھی جو بڑھاپے کو جوانی کا دھوکہ دے رہی تھیں۔ وکٹر اور چنگیز کھانا اور شراب وغیرہ لانے والے ملازموں کی نگرانی کرتے اور بھاگتے دوڑتے رہے۔ ایک جوان یورپی عورت نے چنگیز سے دو تین بار شراب مانگی۔ چنگیز نے ہر بار کسی ملازم یا ملازمہ کو بلا کر کہا کہ اسے شراب دے۔ اس وقت مہمان ریمانڈ کے محل میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ یہ عورت بہت خوبصورت تھی۔ اس نے دیکھا کہ چنگیز ہر بار ملازم سے کہہ کر شراب منگواتا ہے تو اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں تمہارے ہاتھ سے تھوڑی سی پینا چاہتی ہوں۔ تم نوکروں کو حکم دے کر ادھر ادھر ہو جاتے ہو۔"

"میں لا دیتا ہوں۔" چنگیز نے نوکروں کے سے لہجے میں کہا۔

"یہاں نہیں۔" عورت نے کہا۔ "میں باہر باغ میں جا رہی ہوں۔ وہاں لانا۔"

چنگیز شراب کی ایک خوشنما صراحی لے کر اس طرف چلا جہاں وہ عورت جا بیٹھی تھی۔ یہ محل کا باغ تھا۔ وہاں بھی مہمان بکھرے ہوئے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ایک عورت اور ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔ یہ عورت اکیلی تھی اور چنگیز ذرا حیران بھی ہوا کہ ایسی جوان اور خوبصورت عورت اکیلی کیوں ہے۔ اس نے مہمانوں کو مکھیوں کی طرح بھنبھنانا چاہیے تھا۔ وہ اس کے پیالے میں شراب ڈالنے لگا تو عورت نے پوچھا کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ اس نے یورپ کے کسی شہر کا نام لیا اور بتایا کہ وہ یروشلم سے قاہرہ کے شاہی مہمان ہیں۔

"تم تھوڑی سی دیر میرے پاس رک سکو گے؟" عورت نے پوچھا اور پیالہ اس کی طرف بڑھا کر کہا۔ "لو، میرے پیالے میں تم بھی پیو۔" اس کی آواز میں التجا اور تشنگی تھی۔

"آپ دیکھ رہی ہیں کہ میں نوکر ہوں۔" چنگیز نے کہا۔ "آپ شاہی خاندان کی خاتون ہیں۔ میں اس وقت نوکری کے فرائض ادا کر رہا ہوں۔"

"اس وقت مجھے اپنا نوکر سمجھو۔" عورت نے اس کی کلائی پکڑ لی اور پیالہ مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم شہزادے ہو۔ یہ تو دل بتایا کرتا ہے کہ کون کیا ہے۔"

"آپ اکیلی کیوں ہیں؟" چنگیز نے پوچھا۔

"کیونکہ میرے جذبات مجھے اجازت نہیں دیتے کہ جس سے مجھے نفرت ہو اس کے ساتھ ہنسوں کھیلوں۔" اس نے جواب دیا۔ "مجھے جو اچھا لگتا ہے اسے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ تم نے میرے ہاتھ سے پیالہ لیا نہیں۔"

"کسی نے دیکھ لیا تو مجھے سولی پر کھڑا کر دیا جائے گا۔" چنگیز نے کہا۔

"اگر تم نے میرے پیالے سے ایک گھونٹ نہ پیا تو میں تمہیں سولی پر کھڑا کر دوں گی۔" عورت نے کہا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ اس نے اور آگے ہو کر دھیمی آواز میں کہا۔ "پاگل، تم مجھے اتنے اچھے لگتے ہو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہیں ادھر بلایا ہے۔ مجھے ٹالنے کی نہ سوچنا۔"

"میں شراب نہیں پیوں گا۔" چنگیز نے کہا۔

"نہ پیو۔" عورت نے کہا۔ "مگر میں جب بھی اور جہاں بھی تمہیں بلاؤں تمہیں آنا پڑے گا۔"

راشد چنگیز فہم و فراست کا مالک اور تجربہ کار انسان تھا۔ وہ اس پر ذرہ بھر حیران نہ ہوا کہ ایک پیچھے لگنے کی حسین و جمیل عورت اس کی دوستی کی خواہش کا اظہار کر رہی ہے۔ اسے یہ خیال بھی آیا کہ یہ کسی بوڑھے جرنیل کی جوان بیوی ہوگی یا کسی ایسے خاوند کی بیوی ہوگی جو اس وقت کسی اور کی بیوی کے ساتھ مشغول ہوگا۔ ایک وجہ تو صاف تھی۔ چنگیز خوبرو آدمی تھا جس کے تدبر میں بڑی کشش تھی۔ یہ پہلا موقع نہیں

تھا کہ کسی عورت نے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی ہو۔ صلیبی حکمرانوں اور اعلیٰ افسروں کو دعوتوں میں شراب پیش کرنے والی لڑکیاں خاص طور پر حسین اور دلکش تھیں۔ ان میں سے دو چنگیز کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کر چکی تھیں لیکن چنگیز نے اپنے کردار کو اُن سے بچائے رکھا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اُسے جو ذمہ دے کر بھیجا تھا اس کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے کردار کے تقدس کو مسمار نہ ہونے دے۔

علی بن سفیان نے اُسے ٹریننگ کے دوران ذہن نشین کرایا تھا کہ ذہن عیاشی کی طرف مائل ہو جائے تو فرائض ذہن سے نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اُس کے ذہن میں عورت کو ایک ایسے زہر کی مانند بٹھایا گیا تھا جو ایمان کھا جاتا ہے۔ ریمانڈ آف ترپولی کے محل میں اس کی حیثیت ایسی تھی کہ وہ جس ملازم یا ملازمہ کو چاہے نوکری سے نکلوا سکتا تھا۔ اُس کی اپنی شخصیت کا اثر تو جادو کا سا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ صلیبیوں کا کوئی کردار نہیں۔ ان کی عورتیں بے حیائی اور بداخلاقی کو قابلِ فخر سمجھتی تھیں۔ ان وجوہات کی بنا پر چنگیز کے لیے یہ عورت اور اُس کی یہ بے تکلفی عجوبہ نہیں تھی۔

وہ چونکہ خصوصی قابلیت کا جاسوس تھا اس لیے اس نے فوراً سوچ لیا کہ وہ اس عورت کو یہ بتائے بغیر کہ وہ جاسوس ہے اُسے جاسوسی کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ اس عورت نے اُسے یہ جو کہا تھا کہ جہاں بھی تمہیں بلاؤں تمہیں آنا پڑے گا، اس میں حکم یا دھمکی نہیں بلکہ دوستانہ بے تکلفی تھی اور اُس کے لہجے میں جو تاثر تھا، اسے چنگیز بھی اچھی طرح سمجھتا تھا۔ عورت کی مسکراہٹ کے جواب میں وہ بھی مسکرایا۔ اِس مسکراہٹ سے اُس نے شکاری کو اُس کے بچھائے ہوئے جال میں پھانسنے کی کوشش کی تھی۔

"اب مجھے جانے کی اجازت ہے؟"۔۔۔ اُس نے کہا۔۔۔ "میری ڈیوٹی ابھی ختم نہیں ہوئی۔ آپ مہمانوں میں چلی جائیں"۔۔۔ اُس نے ذرا جھک کر پوچھا۔۔۔ "آپ کس کی بیوی ہیں؟"

"بیوی نہیں راشد"۔۔۔ عورت نے کہا اور ایک اعلیٰ کمانڈر کا نام لے کر کہنے لگی۔۔۔ "کمبخت کے پاس بے شمار دولت ہے۔ یہاں آکر اُسے ایک اور مل گئی ہے۔ مجھے بھی آزاد نہیں کرتا۔ مجھ پر ان جذبات کا نشہ طاری رہتا ہے جو اپنے دل کی پسند اور ناپسند کے پابند ہوتے ہیں یا شاید دل اُن کا پابند ہوتا ہے۔ یہ وہ جذبات ہیں جو یہ نہیں دیکھتے کہ جو انسان دل پر قابض ہو گیا ہے وہ بادشاہ ہے یا غلام۔ مجھے تمہاری حیثیت سے کوئی غرض نہیں۔ مجھ سے دور نہ بھاگنا۔ یہ ظلم ہوگا۔ تم پہلے انسان ہو جسے میرے دل نے پسند کیا ہے۔ میں جسمانی آسودگی کی پیاسی نہیں۔ میری روح پیاسی ہے۔ اس کی پیاس تمہاری آنکھوں کے چشمے بجھا سکتے ہیں۔۔۔۔ اب جاؤ۔ کل رات میں تمہیں خود ڈھونڈ لوں گی"۔

☆

جس وقت چنگیز اس عورت کے ساتھ باغ میں تھا، دیکٹر مہمانوں میں گھوم پھر رہا تھا۔ اُس کے کان اُن چند ایک صلیبیوں کی باتوں پر لگے ہوئے تھے جنہیں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ پیش قدمی کس طرف کی جائے، حملہ کہاں کیا جائے۔ اُسے کام کی کچھ باتیں معلوم ہوئیں لیکن یہ ابھی تجویزیں اور مشورے تھے۔ راشد چنگیز

بھی مہمانوں میں چلا گیا اور ریبالٹ کے اردگرد گھومنے لگا۔ ریبالٹ اپنے ساتھیوں سے اپنا ہی منصوبہ دہرا رہا تھا جس کا اُس نے کانفرنس میں اظہار کیا تھا۔ اُس کے پاس اتنی زیادہ جنگی طاقت تھی جس کے زور پر وہ بڑے اونچے دعوے کر رہا تھا۔

رات گزر گئی۔ اگلے دن چنگیز کے پاس ایک آدمی آیا جو اس کے گروہ کا جاسوس تھا۔ اس نے اسے پیغام دیا کہ آدھی رات کے لگ بھگ امام کے پاس جائے۔ کوئی ضروری بات کرنی تھی۔۔۔۔ دن گزرا، رات آئی۔ چنگیز اور دکٹر ریمانڈ کے کھانے کے کمرے میں اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے۔ رات بہت دیر بعد فارغ ہوئے۔ چنگیز نے ابھی دکٹر کو نہیں بتایا تھا کہ ایک عورت اُس کی دوستی کی خواہاں ہے۔ فارغ ہو کر اُس نے دکٹر کو بتایا کہ وہ کپڑے بدل کر امام کے ہاں جا رہا ہے۔ دکٹر نے اُسے چند ایک باتیں بتائیں جو امام کو بتانے والی تھیں۔

چنگیز نے کپڑے بدلے اور مصنوعی داڑھی چہرے پر باندھ کر چہرہ عمامے میں چھپا لیا۔ وہ کمرے سے نکل کر اندھیرے میں چلا گیا۔ اس عمارت سے کچھ دور سرسبز میدان تھا جس میں درختوں کی بہتات تھی۔ پھولدار پودے بھی تھے اور اس کے اردگرد کوئی آبادی نہیں تھی۔ اُسے اس قدرتی باغ میں سے گزر کر جانا تھا۔ اس میں داخل ہوا ہی تھا کہ کسی درخت کے پیچھے سے ایک سایہ نمودار ہوا اور اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ چنگیز نے پہلا کام یہ کیا کہ مصنوعی داڑھی اتار کر چغے کی جیب میں ڈال لی۔ اُسے خطرہ تھا کہ اس جگہ دشمن آدمی آسکتا ہے جو اس جگہ ملازم ہوگا اور وہ اُسے پہچانتا ہوگا۔ اس نے رفتار سست کر لی، اور آہستہ آہستہ ٹہلنے لگا۔

سایہ دائیں طرف سے آرہا تھا اور جب قریب آیا تو بولا۔۔۔ "میں نے کہا تھا کہ تمہیں خود ڈھونڈ لوں گی"۔۔۔ اور اُس کے ساتھ نسوانی ہنسی سنائی دی۔ یہ وہی عورت تھی۔

"محل کی گھٹن نے دماغ خراب کر دیا ہے"۔۔۔ چنگیز نے کہا۔۔۔ "ہوا خوری کے لیے ادھر نکل آیا ہوں"۔

"میں تمہارے کمرے میں آرہی تھی"۔۔۔ عورت نے کہا۔۔۔ "ادھر آتے دیکھا تو تمہارے پیچھے آنے کی بجائے اس طرف سے آئی تاکہ کوئی دیکھ نہ لے۔۔۔۔ بیٹھو گے یا ٹہلو گے؟ میں صراحی اور دو پیالے اپنے ساتھ لے آئی ہوں"۔۔۔ وہ ہنس پڑی۔

راشد چنگیز نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ رہتی کہاں ہے اور اتنی رات گئے کہاں سے آئی ہے اور کیا جس کی وہ داشتہ ہے وہ اُسے ڈھونڈے گا نہیں؟ وہ اسی قدر سمجھ سکا کہ یہ عورت جذبات سے مغلوب ہے اور خطرے مول لے رہی ہے۔ چنگیز نے اس سے راز لینے کے ارادے سے کہا۔۔۔ "تم اپنے کمانڈر آقا سے نجات چاہتی ہو۔ یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ لڑائی پر چلا جائے مگر ایسا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ وہ کون سی فوج میں ہے؟"

"وہ بالڈوِن کی فوج کی ہائی کمان کا جرنیل ہے"۔۔۔ عورت نے جواب دیا۔۔۔ "شاید لڑائی پر چلا جائے

گرد مجھے اور دوسری لڑکی کو بھی ساتھ لے جائے گا۔"

"لڑائی کا کوئی امکان ہے؟" — چنگیز نے پوچھا — "وہ یہاں کیوں آیا ہے؟"

یہاں اُسے بالٹون نے اسی مقصد کے لیے بھیجا ہے کہ لڑائی کا امکان پیدا کیا جائے۔" عورت نے جواب دیا۔

"سلطان ایتوبی کی فوج کہاں ہے؟" — چنگیز نے پوچھا۔

"میں نے کبھی توجہ نہیں دی۔" اُس نے جواب دیا۔ "تم چاہو تو پوچھ کر بتا دوں گی۔"

شدید جذبات نے اس سے کچھ اور باتیں پوچھیں۔ اس عورت کو جو کچھ معلوم تھا اس نے بتایا اور جو معلوم نہیں تھا اس کے متعلق کہا۔ "پوچھ کر بتا دے گی۔"

"کوئی دے گی میرے تیر اس سے کیا؟" عورت نے جذباتی لہجے میں کہا — "اگر اُس نے مجھے صلیبی جنگ میں جانے کو کہا تو میں نہیں جاؤں گی۔ میں اس کی بیوی تو نہیں۔ میں نے اپنے موجودہ آقا کی خدمت صلیبیوں کے ساتھ میری دشمنی ہے۔ مجھے اتنا ذہین کیا گیا ہے کہ میں ان سب کو جو اپنے آپ کو صلیب کے محافظ کہتے ہیں زہر دے کر مر دینا چاہتی ہوں۔" — اُس نے چنگیز کو بٹھا لیا۔ دونوں پیالے زمین پر رکھ کر وہ شراب سے بھرا ایک پیالہ چنگیز کی طرف بڑھا کر بولی — "ایسی تنہائی اور ایسی تاریک رات کے مہمان کو میں شراب سے تہی دست نہ کروں گی۔"

چنگیز کے لیے مشکل پیدا ہو گئی۔ وہ ڈیڑھ سال سے ان شرابیوں میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے تو اس نے شراب کا ایک قطرہ بھی نہیں پیا تھا۔ اس گناہگار ماحول میں جہاں اُسے گناہوں کی بڑی ہی دلکش دعوتیں ملتی تھیں اُس نے اپنے ایمان کو داغدار نہیں ہونے دیا تھا۔ اب اُسے ایک ایسی عورت مل گئی جس کی رفاقت سے وہ اپنا فرض بہتر طریقے سے ادا کر سکتا تھا لیکن یہ عورت اُسے شراب پیش کر رہی تھی۔ خطرہ تھا کہ اس نے اس جذباتی عورت کی پیش کش ٹھکرائی تو وہ اُس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اُس کے لیے فیصلہ مشکل ہو گیا کہ فرض کی ادائیگی کی خاطر وہ شراب کے دو گھونٹ پیے یا اتنی قیمتی عورت کو ضائع کر دے۔

"مجھے شراب پسند نہیں۔" اُس نے کہا۔

"خدا نے تمہیں مردانہ حسن اور شجاعت کا بڑا ہی دلکش مجسمہ بنایا ہے۔" عورت نے کہا — "لیکن شراب تمہیں بزدلی ثابت کر رہے ہو کہ تم پتھر کا بے جان مجسمہ ہو۔"

کچھ دیر شراب اور عورت کا تعاقب جاری رہا۔ چنگیز نے اس حسین عورت کو اپنے جال میں پھانسنے کے لیے اس کے ہاتھ سے پیالہ لیا اور منہ سے لگا لیا۔ عورت نے اس کے پیالے میں اور شراب ڈال دی۔ چنگیز نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پیالہ ہونٹوں سے لگا لیا اور آہستہ آہستہ پیالہ خالی کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ محسوس کرنے لگا جیسے اس کے خیالات اور نظریات کی دنیا میں بھونچال آ گیا ہو۔ اُس کے ارد گرد دیواریں گر پڑیں اور وہ آزادی کے احساس سے لطف اندوز ہونے لگا جیسے کال کوٹھڑی سے رہا کر دیا گیا ہو۔

وہ نسوانی جسم کے لمس سے آشنا نہیں تھا۔ اُس نے شادی نہیں کی تھی۔ جاسوسی کے لیے اسے منتخب کیا گیا تھا اُس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ غیر شادی شدہ تھا اور اپنے کام کے دوران کسی عورت کے حال میں جب ایک دلکش عورت اُسے شراب پلا کر اس کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی تو اس کا دماغ ماؤف ہونا اس کی بہت بڑی کمزوری بن گئی تھی۔ یہ عورت اُسے گناہوں دعوت نہیں دے رہی تھی۔ اس نے اس محبت کی بھیک مانگ رہی تھی جو ہر مرد کو سرد اور مردہ کر دیا کرتی ہے۔ چنگیز کی فطرت ایسی نہیں تھا اس لیے اُس کے ذہن میں کوئی بے ہودہ ارادہ نہ آیا مگر اس صلیبی عورت سے وہ جس طرح اس نے اس کی پیاسی پیاسی اور جذباتی باتوں نے اور اُس کے سڈول بازوؤں نے اور اُس کے نرم گالوں نے اُسے وہ ہوش چنگیز بھی نہیں رہنے دیا تھا جو وہ شراب کے چند گھونٹ حلق سے اترنے سے پہلے تھا۔ رات گزرتی جا رہی تھی۔

وہ جب جدا ہونے کے لیے اُٹھے تو عورت نے اُس سے پوچھا — "تم نے مجھ سے لڑائی کے متعلق کچھ باتیں پوچھی تھیں۔ مجھے سب کچھ معلوم نہیں۔ اگر تم اپنے تمام سوالوں کا جواب چاہتے ہو تو میں کل رات جواب فراہم کر دوں گی؟"

اچانک چنگیز کے اندر وہ چنگیز بیدار ہو گیا جو سلطان ایتوبی کا جاسوس تھا۔ اُسے اپنے فرائض یاد آئے اور اُسے یہ بھی یاد آ گیا کہ اس پر شراب اور ایک حسین عورت کا نشہ طاری ہے اور اُسے بہت محتاط ہونا چاہیے چنانچہ اُس نے عورت سے کہا — "مجھے بھی تمہاری طرح لڑائی کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ میں آرام اور سکون کی زندگی کا شیدائی ہوں۔ اگر میرے سوالوں کا جواب لاسکو تو مجھے یہ پتہ چل جائے گا۔ ہماری فوج جلد ہی حملہ کرنے جا رہی ہے اُدھر مجھے بھی جانا پڑے گا اور وہ جگہ اور علاقہ کونسا ہوگا۔ شراب ساتھ جائے گی۔ ملازم ساتھ جائیں گے اس لیے مجھے بھی ساتھ جانا پڑے گا۔"

☆

واپس آ کر اُس نے اُسی وقت ڈاکٹر کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اُسے رنج اس بات کا ہو رہا تھا کہ وہ امام سے ملنے جا رہا تھا مگر راستے میں اس عورت نے روک لیا اور اُسے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ رات کا آخری پہر تھا۔ صلیبیوں کی اس عیاش دنیا میں صبح سویرے جاگنے کا کوئی بھی عادی نہیں تھا۔ چنگیز امام کے پاس جا سکتا تھا مگر منہ میں شراب کی بُو لیے ہوئے وہ مسجد میں جانے سے ڈر رہا تھا۔ اُس کے دل پر یہ بوجھ بھی سوار ہو گیا کہ شراب نوشی بہت بڑا گناہ ہے جس کا وہ ارتکاب کر چکا ہے۔ اس کے باوجود اُسے جب اس عورت کا خیال آیا تو اُس میں اُسے کوئی عیب نظر نہ آیا بلکہ اُس پر اس کی محبت کا خمار از سر نو سوار ہو گیا۔ عورت کے خیال کے ساتھ کوئی گناہ وابستہ نہیں تھا۔ یہ پاک محبت کا سرور تھا جس سے وہ ستر بار مل چکا تھا مگر تسلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ لیٹ گیا اور اُس کی آنکھ لگ گئی۔

اُسے ڈاکٹر نے جگایا۔ سورج اوپر اُٹھ آیا تھا۔ ڈاکٹر نے پہلی بات یہ پوچھی — "امام سے مل آئے

تھے، کیا بات تھی؟"

"نہیں۔" چنگیز نے دکھڑ کو حیران کر دیا۔ "میں مسجد تک نہیں جا سکا۔" اُس نے دکھڑ کو تمام تر واقعہ سنا دیا اور کہا۔ "اگر میں شراب پیے ہوئے نہ ہوتا تو میں اس عورت سے جُدا ہونے کے بعد بھی جا سکتا تھا۔"

"پھر تم کوشش کرو کہ آئندہ شراب نہ پیو۔" دکھڑ نے اُسے کہا۔ "اگر اس عورت کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لیے اُس کے کہنے پر دو گھونٹ پی ہی لیے تھے تو تمہیں اپنے فرض سے کوتاہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ امام تمہارے انتظار میں پریشان ہو رہا ہوگا۔ دن کے وقت جانا ٹھیک نہیں۔ آج رات ضرور جانا۔" دکھڑ نے اُس سے پوچھا۔ "تم اناڑی نہیں ہو چنگیز۔ خود سمجھ سکتے ہو کہ اس عورت کی نیت کیا ہے اور کیا وہ تمہارے ساتھ دل لگی کرتی ہے؟ تمہیں دھوکہ تو نہیں دے رہی یا تمہیں جسمانی جذبے کی تسکین کا ذریعہ بنانا چاہتی ہوگی۔ یہ تو اُس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ تم جاسوس ہو۔ میں تمہیں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ عورت کے جادو نے فرعونوں جیسے بادشاہوں کو تخت سے اُٹھا کر کوڑے کرکٹ میں گم کر دیا ہے۔ خود اپنی قوم کو دیکھ لو۔ صلیبیوں کی بھیجی ہوئی دلکش لڑکیوں نے مصر میں بغاوت تک کرائی ہے۔ سلطان ایوبی کے قابلِ اعتماد سالاروں کو غدار بنایا ہے۔"

"میں اتنا کچا تو نہیں دکھڑ بھائی!" راشد چنگیز نے کہا۔ "یہ عورت مظلوم نظر آتی ہے۔ وہ بے شک دوشیزہ ہے لیکن شہزادی ہے عصمت فروش نہیں۔ عیش و عشرت اور مادی آسائشوں کے لحاظ سے میں اُسے شہزادی کہتا ہوں لیکن جذباتی لحاظ سے وہ مظلوم ہے۔ وہ پاک محبت کی پیاسی ہے۔ میں نے اس کے جسم کے ساتھ دلچسپی کا اظہار کیا ہے نہ کروں گا لیکن اُس کی محبت کو میں ٹھکرا کر اُسے مزید مظلوم نہیں بنانا چاہتا۔ تم یہ نہ سمجھو کہ میں اُسی کا ہو کے رہ جاؤں گا۔ اُسے وہ محبت بھی دوں گا جس کی اُسے ضرورت ہے اور اُس سے وہ راز بھی لے لوں گا جس کی مجھے ضرورت ہے۔"

"تم دل سے اُسے چاہنے لگے ہو؟"

"ہاں دکھڑ!" چنگیز نے جواب دیا۔ "میں تم سے کچھ چھپاؤں گا نہیں۔ وہ میرے دل میں اُتر گئی ہے۔"

"دل میں اُتر جانے والیاں پاؤں کی زنجیریں بھی بن جایا کرتی ہیں چنگیز!" دکھڑ نے کہا۔ "میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ سب سے مقدم اور مقدس فرض ہے۔ فرض اور محبت کے درمیان، نشے اور ہوش کے درمیان، ایمان اور سفلی جذبات کے درمیان کوئی دیوار نہیں ہوتی جسے پھلانگنا دشوار ہو، بال جیسی باریک ایک لکیر ہوتی ہے جو ذرا سی لغزش سے نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے اور انسان اِدھر سے اُدھر چلا جاتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس سے راز لیتے لیتے تم اپنے آپ کو اُس کے آگے بے نقاب کر دو۔"

راشد چنگیز نے قہقہہ لگایا اور دکھڑ کی ران پر ہاتھ مار کر بولا۔ "ایسا نہیں ہوگا میرے دوست، ایسا نہیں ہوگا۔"

"اور یاد رکھو۔" دکھڑ نے کہا۔ "شراب کا تعلق شیطان کے ساتھ ہے۔ جو صفات شیطان میں ہیں،

وہ شراب میں ہیں۔ اس کا عادی نہ ہو جانا۔ اس عورت کو خوش کرنے کے لیے بھی پیالہ منہ سے نہ لگانا۔ آج رات عقل ٹھکانے رہے۔"

"امام تک یہ پیغام پہنچانا ضروری ہے کہ میں رات کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں آ سکا، آج رات ضرور آؤں گا۔" چنگیز نے کہا۔

"بازار چلے جاؤ۔" دکھڑ نے کہا۔

اُن کے دو چار ساتھی بازار میں دکانیں تھے۔ معمولی سی پیغام رسانی ان کی معرفت ہو سکتی تھی۔ اہم اور نازک راز انہیں نہیں دیئے جاتے تھے۔ دکھڑ خود ہی بازار چلا گیا اور اسے ایک آدمی سے مل کر آیا۔

☆

اگلی رات چنگیز اپنے کام سے جلد ہی فارغ ہو گیا۔ اپنے کمرے میں جا کر اس نے وہ فوجی لباس اتار دیئے جو اس نے وہ قافلہ لوٹنے کے وقت پہنے اور مصنوعی داڑھی کپڑوں میں چھپا لی۔ اُسے ڈر تھا کہ وہ عورت اُسے اچانک مل گئی تو داڑھی وغیرہ فاش ہو جائے گا۔ اُس کا ارادہ یہ تھا کہ امام سے مل کر واپس اُسی جگہ آ جائے گا جہاں عورت سے ملا تھا۔ وہ اُسی راستے سے گیا۔ یہی راستہ محفوظ تھا اور چھوٹا بھی تھا۔ وہ اُس جگہ داخل ہو گیا جہاں سبزہ اور پودے زیادہ تھے۔ درمیان میں گیا تو اُسے مانوس سایہ ایک طرف سے آتا نظر آیا۔ چنگیز بھاگ نہیں سکتا تھا۔ سایہ قریب سے نمودار ہوا تھا۔ فوراً ہی اُس کے سامنے آ گیا اور بولا۔ "آج تم جلدی آ گئے۔ میری محبت کا اثر ہے۔"

"اور تم یہاں اتنی جلدی کیوں آن کھڑی ہوئی تھی؟" چنگیز نے پوچھا۔ "فوج نے ابھی آدھی رات کا گھڑیال تو نہیں بجایا۔"

"میرا دل کہہ رہا تھا تم گھڑیال کی آواز سے پہلے آ جاؤ گے۔" عورت نے کہا۔

"لیکن مجھے یہ توقع نہیں تھی کہ تم اتنی جلدی آ جاؤ گی؟" چنگیز نے کہا۔ "میں کسی وجہ سے... بالفرض آپ یہیں آتا تھا۔"

"اگر کام ضروری ہے تو جاؤ۔" عورت نے کہا۔ "میں ساری رات تمہارا انتظار نہیں کروں گی۔"

"اب تو میں یہاں سے ہل بھی نہیں سکوں گا۔" چنگیز نے اُسے بازوؤں کے گھیرے میں لیتے ہوئے کہا۔ عورت کے کھلے ہوئے بالوں کی مہک اور کپڑوں پر لگے ہوئے عطر نے اُسے دیوانہ بنا ڈالا۔ لیکن اپنے آپ کو اس حد تک ہوشمند اور چوکنا رکھا کہ امام کے پاس جانا ملتوی کر دیا۔ اُس نے سوچا کہ یہ عورت آخر صلیبی ہے۔ اس کے دل میں اپنے آقا کے خلاف نفرت ہو سکتی ہے، اپنی قوم اور صلیب کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ چنگیز یہ خدشہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ امام کی طرف گیا تو یہ عورت کسی اور شک کی بنا پر اُس کے پیچھے پہنچ جائے گی۔ چنانچہ اس نے محبت کی شدت کا اظہار کر کے آگے جانا منسوخ کر دیا۔

عورت نے پیالے زمین پر رکھے اور صراحی سے ان میں شراب ڈال کر ایک پیالہ چنگیز کو دینے لگی۔ چنگیز نے شراب نہیں پینا چاہتا تھا۔ اُس نے ایک بہانہ سوچ لیا۔

"تم اگر زہر کا پیالا بھی دو گی تو وہ بھی پی لوں گا۔" چنگیز جذبات سے جھومتے ہوئے بولا ــــ "شراب نہیں پیوں گا۔"

"تم عیسائی ہوتے ہوئے شراب سے کیوں نفرت کرتے ہو؟"

"شراب کا نشہ تمہارے حسن اور تمہاری محبت کے نشے پر غالب آجاتا ہے۔" چنگیز نے کہا ــــ "جس طرح تمہارے دل نے زر و دولت اور عیش و عشرت کو قبول نہیں کیا کیونکہ اُن کی مسرت مصنوعی اور جسمانی ہے، اسی طرح میرا دل شراب کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اس کا نشہ مصنوعی ہے۔ مجھ پر اپنا خمار طاری کرو۔"

عورت نے اس کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا اور اس پر اپنا خمار طاری کر دیا۔ اس سے پہلے چنگیز نے اس کے ساتھ جو باتیں کی تھیں، ان میں بناوٹ اور جھوٹ تھا، اب اس کی عقل پر اور اس کے جذبات پر یہ عورت غالب آگئی۔ اسی لذت آگیں خمار میں اُس نے خود پیالہ اٹھایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

"اور ڈالو۔" اُس نے کہا۔

عورت نے اب اُس کا پیالہ بھر دیا، جو وہ آہستہ آہستہ پینے لگا۔ پھر وہ اُس عورت میں گم ہو گیا۔

"ہم کب تک چوری چھپے ملتے رہیں گے؟" عورت نے کہا۔ "ذرا غور کرو میں کیسی اذیت میں مبتلا ہوں۔ میرے جسم کا مالک کوئی اور ہے اور دل کے مالک تم ہو۔ تمہاری محبت نے اُس کی نفرت کو اور زیادہ کر دیا ہے۔ میں اب اُسے برداشت نہیں کر سکتی۔ آؤ یہاں سے بھاگ چلیں۔"

"کہاں جائیں گے؟" چنگیز نے پوچھا۔

"دنیا بہت وسیع ہے۔" عورت نے جواب دیا۔ "یہاں سے مجھے نکالو۔ میرے جذبات کی جوانی کو ایک بوڑھا کچل اور مسل رہا ہے۔"

"چلے چلیں گے۔" چنگیز نے کہا ــــ "تھوڑے دن ٹھہر جاؤ۔۔۔۔ میرے سوالوں کا جواب لائی ہو؟"

"ہاں!" عورت نے کہا۔ "ہماری فوجیں جمع ہو رہی ہیں۔۔۔۔" اُس نے تفصیل سے بتایا کہ کس کس کی فوج کہاں کہاں اجتماع کرے گی اور اُن کا ارادہ کیا ہے لیکن ابھی آخری پلان کا اُسے علم نہیں ہو سکا تھا۔ چنگیز اس سے کرید کرید کر پوچھتا رہا۔

وہ جب وہاں سے اُٹھے تو ایک دوسرے کے دل میں پوری طرح سما چکے تھے۔

☆

"میں امام تک تو نہیں پہنچ سکا لیکن اس عورت سے کچھ نئی معلومات لے آیا ہوں۔" چنگیز نے ڈاکٹر کو بتایا۔ "وہ میرے جال میں آگئی ہے اور میرے ہاتھ میں کھیلتی رہے گی۔"

"میرا خیال ہے کہ تم بھی اُس کے جال میں آگئے ہو۔" ڈاکٹر نے کہا ــــ "تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ اُس کا تیر تمہارے دل میں اُتر گیا ہے۔"

"میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ وہ میرے دل میں اُتر گئی ہے۔" چنگیز نے کہا۔ "اب تو اُس نے یہ بھی کہہ دیا

ہے کہ وہ میرے ساتھ بھاگ چلے گی لیکن میں نے اُسے کہا ہے کہ کچھ دن انتظار کرو۔ میں اُسے یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ صلیبیوں کا منصوبہ معلوم ہو جائے تو یہ راز میں خود تاہرہ لے جاؤں گا اور اس عورت کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

"اُسے کب بتاؤ گے کہ تم مسلمان ہو اور یہاں جاسوسی کے لیے آئے تھے؟"

"مصر کی سرحد میں داخل ہو کر۔" چنگیز نے جواب دیا۔ "یہاں اُسے تھوڑے ہی بتاؤں گا۔"

چنگیز محبت کے نشے میں سرشار تھا۔ وہ صلیبیوں کا راز معلوم کرنے کے لیے جس قدر بیتاب تھا اُس سے زیادہ بے چین اس عورت سے ملنے کے لیے تھا۔ وہ خود محسوس کر رہا تھا کہ اس کے سوچنے کے انداز میں اور اس کی روزمرہ حرکات و سکنات میں نمایاں تبدیلی آگئی ہے۔ پہلی بار اُس نے شراب پی تھی تو اسے روزہ پچھتاوے سے پریشان رہا تھا، مگر گزشتہ رات اُس نے اپنی مرضی سے شراب کا پیالہ اٹھا لیا تھا اور اب وہ پچھتاوے سے آزاد تھا۔ یہ بہت بڑی تبدیلی تھی۔

اُس شام اُسے اچانک بتایا گیا کہ چند ایک صلیبی حکمران اور اُن کے ۔۔۔۔ ہیں۔ ریمانڈ میزبان تھا۔ اُس نے شراب کی محفل کا اہتمام کیا تھا۔ رات جب مہمان آئے تو یہ ۔۔۔۔ تھا، چند ایک خصوصی مہمان تھے جو اس امر کا ثبوت تھا کہ یہ دعوت کم اور اجلاس زیادہ ہے۔ ڈاکٹر اور چنگیز خاص طور پر سرگرم اور مستعد تھے۔ اس دعوت کے لیے انہوں نے کھانا پیش کرنے کے انداز میں کا باقاعدہ انتخاب کیا تھا۔ اس محفل میں صلیبیوں کی انٹیلی جنس کا سربراہ ہرمن بھی موجود تھا۔۔۔۔ شراب کا دور چلنے لگا اور حملے کی باتیں ہونے لگیں۔ اب کے جو باتیں ہو رہی تھیں وہ تجاویز نہیں بلکہ فیصلے کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان میں پلان کا ذکر بھی تھا اور ان باتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ کوچ جلدی کیا جائے گا۔

ہرمن سے اس کے محکمے کی سرگرمیوں کے متعلق پوچھا گیا۔ اُس نے بتایا کہ جہاں جہاں صلیبی فوج ہے وہاں محکمے کو سرگرم کر دیا گیا ہے کہ صلاح الدین ایوبی کے جاسوسوں کا سراغ لگا کر انہیں پکڑا جائے۔ ترجیحی میں جہاں صلیبی فوج کا سب سے بڑا اجتماع ہو رہا تھا جاسوسوں کو پکڑنے کے خصوصی انتظامات کر دیئے گئے اور ہرمن نے بتایا کہ یہاں جاسوسوں کے ایک گروہ کا سراغ ملا ہے۔ اُس گروہ کو بیکار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہرمن نے کہا ــــ "صرف ایک آدمی پکڑا گیا تو اُس کے ذریعے پورے گروہ کا سراغ مل جائے گا۔" قاہرہ کے جاسوسوں کو ہدایات بھیج دی گئی ہیں۔ اُدھر سے کل ہی ایک آدمی آیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ صلاح الدین ایوبی نے بھرتی اور ٹریننگ تیز کر دی ہے اور وہ یروشلم کی طرف پیش قدمی کا ارادہ رکھتا ہے۔"

صلیبیوں کے اجلاس میں چنگیز اور ڈاکٹر کو اتنی معلومات حاصل ہو گئیں کہ اگر یہی قاہرہ پہنچا دی جاتیں تو سلطان ایوبی کے لیے کافی تھیں۔ اُسے یہ اطلاع بہت جلد ملنی چاہیے تھی کہ صلیبی عنقریب پیش قدمی کر رہے ہیں اور اُن کا رُخ حران اور حلب کی طرف ہے۔

محفل برخاست ہوئی۔ چنگیز اور ڈاکٹر آدھی رات کے بعد فارغ ہوئے۔ چنگیز کو امام کے پاس جانا تھا، اس

لے ہرات کی رنگ کپڑے پہلے اور مصنوعی داڑھی کپڑوں میں چھپالی۔ آج رات چونکہ بہت دیر ہوگئی تھی اس لیے اُسے یہ خطرہ نہیں تھا کہ عورت اسے راستے میں مل جائے گی۔ وہ اطمینان سے باہر نکل گیا۔

☆

اُس کی توقع غلط ثابت ہوئی۔ وہ اُس سرسبز جگہ سے گزر رہا تھا کہ عورت نے اُسے روک لیا۔ چنگیز نے یہ بھی نہ سوچا کہ اُس سے پوچھا کہ وہ کہاں رہتی ہے اور اُسے کہاں سے دیکھ لیتی ہے۔ وہ تو معلوم ہوتا تھا جیسے اُسی جگہ کہیں رہتی تھی جہاں اُسے چنگیز کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی اور وہ باہر آجاتی۔ چنگیز نے اس پر غور نہ کیا۔ اُسے درس غور کرنے کی مہلت ہی نہیں ملتی تھی۔ عورت اس کے ذہن اور دل پر غالب آجاتی تھی اور وہ سب کچھ بھول جاتا تھا۔ آج رات بھی وہ امام کے پاس نہیں جاسکتا تھا مگر اس کا اُسے افسوس نہ ہُوا۔ عورت نے اُسے جذبات میں اُلجھا لیا تھا۔ آج وہ مقاومت کا اظہار ایسی دیوانگی سے کررہی تھی جس سے چنگیز کے پاؤں اُکھڑ گئے۔

"مجھے پناہ میں لے لو۔" عورت نے جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "دیکھنے والے مجھے شہزادی سمجھتے ہیں مگر میری زندگی ایسا جہنم ہے جسے تم قریب سے دیکھو تو سر سے پاؤں تک کانپ اُٹھو۔ میں مسلمان ماں باپ کی بیٹی ہوں۔ میری خوبصورتی نے مجھے ایسی اذیت میں ڈالا ہے جو بڑھتی جارہی ہے ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ پندرہ سال کی عمر میں میرے باپ نے مجھے ایک عربی تاجر کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ میرا باپ غریب آدمی نہیں تھا۔ ہم چھ بہنیں تھیں۔ اُس کے دل میں پیسے کا پیار تھا بیٹیوں کو وہ بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔ میری دو بڑی بہنیں باپ کے سلوک سے تنگ آکر اپنے چاہنے والوں کے ساتھ چلی گئی تھیں۔ مجھے اُس نے بیچ ڈالا...

"ایک سال بعد اس تاجر نے مجھے تحفے کے طور پر ایک صلیبی افسر کے حوالے کردیا۔ تھوڑے عرصے بعد وہ لڑائی میں مارا گیا۔ میں بھاگ گئی مگر جاتی کہاں۔ ایک عیسائی نے مجھے پناہ دی مگر اُس نے میرے جسم کو کمائی کا ذریعہ بنا لیا۔ میں کوئی سستی سی طوائف نہیں تھی۔ وہ مجھے صلیبی فوج کے بہت اونچے رُتبے کے افسروں کو چند دنوں کے لیے داشتہ کے طور پر دیتا تھا۔ اس آدمی نے اور اُن صلیبیوں نے جن کے ہاں مجھے بھیجا جاتا تھا، مجھے زیورات سے لاد دیا اور مجھے ہر وہ آسائش دی جو محل میں کسی شہزادی کو ملتی ہے۔ اس لحاظ سے میں خوش اور مسرور تھی مگر مجھے روحانی مسرت نہیں ملتی تھی۔ اسی پیشے میں میرا میل جول فوجی افسروں کے ساتھ بڑھ گیا۔ میں تجربہ کار ہوتی گئی۔ میری رسائی حکمرانوں اور سب سے بڑے عہدوں کے کمانڈروں تک ہوگئی۔ انہوں نے مجھے جاسوسی کی تربیت دے کر ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنا شروع کردیا۔ ایک بار مجھے بغداد میں بھیجا گیا تھا۔ وہاں فوراً ہی زنگی کے ایک سالار کو اس کے خلاف کرنا تھا۔ میں نے یہ کام خوش اسلوبی سے کردیا تھا....

"میں اگر اپنے جاسوسی کے کارنامے تمہیں سنانے لگوں تو تم حیران رہ جاؤ گے اور شاید یقین بھی نہ کرو۔ میرے تھیلے بہت بھرے ہیں۔ اسی دوران اس کمانڈر نے مجھے داشتہ رکھ لیا۔ یہ بوڑھا آدمی ہے۔ مجھے بہت عیش

کراتا ہے۔ مجھے بڑے فخر سے اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے۔ وہ شاید لوگوں کو یہ دھوکا دینا چاہتا ہے کہ وہ بوڑھا نہیں اور وہ مجھ جیسی جوان عورت کو خوش و خرم رکھ سکتا ہے۔ یہ بیماری ہر فرمائش پوری کرتا ہے۔ میں اس کے ساتھ عکرہ میں تھی۔ وہاں اتفاق سے ایک مسلمان جاسوس سے ملاقات ہوگئی۔ وہ دمشق سے آیا تھا۔"

"اُس کا نام کیا تھا؟" چنگیز نے پوچھا۔

"نام بتادوں گی تو تمہارے کس کام آئے گا۔" عورت نے کہا۔ "تم اُسے جانتے تو نہیں۔ میری بات سنو۔ تمہاری محبت نے میری زبان کی زنجیریں توڑ دیں اور میرے دل کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ میں تمہارے آگے ایسا راز فاش کررہی ہوں جو مجھے تہہ خانے میں بھجوا سکتا ہے جہاں انسانی درندے مجھے اذیت ناک طریقوں سے ہلاک کریں گے، لیکن میں تمہارے ہاتھ سے مرنا پسند کروں گی.... میں کہہ رہی تھی کہ دمشق کا جاسوس پکڑا گیا اور اُسے تہہ خانے میں ڈال دیا گیا۔ میں بہت بڑے افسر کی پیشتی داشتہ تھی۔ میں اُس جاسوس کا تماشہ دیکھنے تہہ خانے میں چلی گئی۔ اُسے ایسی ظالمانہ اذیتیں دی جارہی تھیں کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی۔ اُس سے پوچھ رہے تھے کہ اُس کے دوسرے ساتھی کہاں ہیں اور اُس نے اب تک کون سا راز معلوم کیا ہے....

"اُس کی پیٹھ سے خون بہہ رہا تھا اور اُس کا چہرہ نیلا ہوگیا تھا، پھر بھی وہ کہہ رہا تھا: میری رگوں میں مسلمان باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔ اپنے کسی ساتھی کے ساتھ غداری نہیں کروں گا!... میری رگ رگ بیدار ہوگئی۔ میری رگوں میں بھی مسلمان باپ کا خون دوڑ رہا تھا۔ میرے اندر ایک انقلاب زلزلے کی طرح آیا اور میں نے پکا ارادہ کرلیا کہ اس مسلمان کو اس تہہ خانے نکالوں گی۔ میں نے اپنے آقا کا عہدہ، اپنے حسن کا فریب اور تین چار ٹکڑے سونا استعمال کیا اور ایک صبح میرے آقا نے مجھے یہ خبر سنائی کہ تہہ خانے سے مسلمان جاسوس فرار ہوگیا ہے۔ اس بوڑھے کو معلوم نہیں تھا کہ وہ تہہ خانے سے فرار نہیں ہُوا تھا۔ میں نے اُسے وہاں سے نکلوا کر اوپر کے حصے میں منتقل کرادیا تھا۔ جس وقت میرا آقا مجھے اس کے فرار کی خبر سنا رہا تھا اُس وقت مفرور جاسوس اسی شہر میں موجود تھا۔ میں نے اپنے ایک مسلمان ملازم سے اس کے چھپنے کا بندوبست کرالیا تھا....

"وہ بھی تمہاری طرح خوبصورت جوان تھا۔ تہہ خانے میں اُسے اتنا بنا دیا گیا تھا۔ میں نے اُسے طاقت کی دوائیں اور غذائیں دیں۔ میں رات کو چوری چھپے اُس کے پاس جایا کرتی تھی۔ اُس نے میری ذات میں ایمان بیدار کردیا۔ میں نے اُسے بتادیا تھا کہ میں مسلمان کی بیٹی ہوں۔ یہ آپ بیتی اُسے بھی سنائی تھی جو تمہیں سنا چکی ہوں۔ اُس نے مجھے کہا کہ میرے ساتھ چلی چلو۔ میں نے اُسے کہا کہ مجھے جاسوسی کے ڈھنگ سکھا دو۔ میں اپنے مذہب اور اپنی قوم کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ اس نے مجھے عکرہ کے تین آدمیوں کے نام پتے بتائے پھر اُن کے ساتھ ملاقات کا انتظام بھی کردیا۔ یہ جاسوس تندرست ہوگیا تو میں نے اُسے شہر سے نکلوا دیا۔ اس کے جانے کے بعد میں چوری چھپے اُس کے ساتھیوں سے ملتی رہی۔ وہ مجھے جاسوسی کے سبق دیتے رہے پھر میں عملی طور پر اُن کے لیے کام کرنے لگی....

"ایک روز میں اتنے اونچے رتبے کے فوجی افسر کی داشتہ تھی دوسرے میری خوبصورتی اور جوانی کی بدولت

دوسرے افسر میری دوستی کے خواہشمند رہتے تھے۔ میں عصمت کا موتی تو گنوا ہی چکی تھی۔ بے حیائی اور شوخی میری عادت بن گئی تھی۔ گناہگاروں کے ساتھ زندگی بسر کر کے میں فریب کار بھی ہو گئی تھی۔ میں نے ان لوگوں کو خوب انگلیوں پر نچایا، انہیں بڑے حسین جھانسے دیئے اور بڑے قیمتی راز مسلمانوں کو دیتی رہی۔ یہ جاسوس مجھے سلطان صلاح الدین ایوبی کے متعلق باتیں سنایا کرتے تھے۔ میں اُسے فرشتہ سمجھتی ہوں۔ میرے دل میں یہی ایک خواہش ہے کہ اپنی قوم کے لیے کچھ کرتی رہوں اور ایک بار سلطان ایوبی کی زیارت کروں۔ میں اسی کو حج سمجھوں گی....

"اب میں اس کمانڈر کے ساتھ یہاں آ گئی ہوں۔ صلیبی بڑی ہی زیادہ طاقت سے مسلمانوں پر فوج کشی کر رہے ہیں۔ مجھے اُن کے تمام راز معلوم ہو چکے ہیں۔ اب مجھے کسی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو ایوبی کا جاسوس ہو۔"

"تم نے اتنی دلیری سے یہ راز کیوں فاش کر دیا ہے؟" چنگیز نے اُس سے پوچھا۔ "تم اگر واقعی جاسوس ہو تو بالکل اناڑی ہو۔ تم نے میری محبت پر اعتماد کیا ہے۔ اگر میں تمہیں یہ بتا دوں کہ میں تمہاری نسبت صلیب سے زیادہ محبت کرتا ہوں اور میری وفاداریاں صلیب کے ساتھ ہیں تو کیا کرو گی؟ عقل مند جاسوس اپنے فرض پر اپنے جذبوں کی محبت کو بھی قربان کر دیا کرتے ہیں۔"

"میں تمہیں حقیقت بتا دوں تو تم مان جاؤ گے کہ میں اناڑی نہیں ہوں۔" عورت نے کہا۔ "میں نے یقین کر لیا تھا کہ تم عیسائی نہیں ہو۔ تم مسلمان ہو اور مصر کے جاسوس ہو۔"

راشد چنگیز یوں چونکا جیسے اس عورت نے اُسے ڈس لیا ہو۔ شراب کا نشہ اور رومان انگیز جذبات کا خماریوں اُتر گیا جیسے کمان سے تیر نکل گیا ہو۔ اُس نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو اُس نے محسوس کیا جیسے اس کی زبان اکڑ گئی ہو۔

اُسے عورت کی دبی دبی ہنسی سنائی دی۔ عورت نے کہا۔ "کہو، میں اناڑی ہوں؟"

چنگیز کے لیے جواب دینا محال ہو گیا۔ اگر یہ عورت واقعی مسلمان تھی تو کیا چنگیز کو اُس پر اپنا آپ ظاہر کر دینا چاہیے تھا؟ طریقہ یہ تھا کہ ایک گروہ کے جاسوس اپنے ہی ملک کے جاسوسوں کے دوسرے گروہ سے بھی بیگانہ رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنگیز کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت کس پائے کی جاسوس ہے۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ دوغلا کھیل کھیل رہی ہو۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ سلطان ایوبی نے سختی سے حکم دے رکھا ہے کہ کسی عورت کو کہیں جاسوسی کے لیے نہ بھیجا جائے۔ اگر یہ عورت جاسوسی کر رہی تھی تو اپنے طور پر کر رہی ہو گی۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتی تھی کہ جاسوسوں کو معلومات پہنچا دیتی تھی۔ ایسی عورت پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

"خاموش کیوں ہو گئے ہو؟" عورت نے پوچھا۔ "کہہ دو میں نے غلط کہا ہے۔"

"تم نے بالکل غلط کہا ہے۔" راشد نے جواب دیا۔ "اور تم نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔"

"کیسی مشکل؟"

"یہ کہ میں تمہیں گرفتار کرا دوں یا محبت کی خاطر خاموش رہوں۔" چنگیز نے کہا۔ "میں عیسائی ہوں،

اور پکا صلیبی ہوں۔"

وہ زمین پر بیٹھے تھے۔ عورت نے اپنے زانو کے نیچے سے کچھ نکالا اور یہ چنگیز کی گود میں رکھ کر کہا "یہ وہی تمہاری مصنوعی داڑھی۔ کل جب تم میرے پاس تھے تو بھی یہ تمہارے چغے کی جیب سے نکال لی تھی اور پھر جیب میں ہی ڈال دی تھی۔ آج بھی نکال لی ہے۔"

چنگیز اُس کے حُسن اور اُس کی محبت اور شراب کے نشے میں ایسا گم ہو جاتا تھا کہ اُسے ہوش نہیں رہتی تھی۔ "میں نے ایک رات یہ داڑھی تمہارے چہرے پر دیکھی تھی۔" عورت نے کہا۔ "تم اس داڑھی میں کمرے سے نکلے تھے۔ میں نے تمہیں راستے میں روک لیا اور جب تم نے مجھے بازوؤں میں لیا تھا، میں نے تمہارے چغے کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالا۔ میرے ایک ہاتھ نے داڑھی محسوس کر لی۔"

"مصنوعی داڑھی سے تم نے کیسے یقین کر لیا کہ میں جاسوس ہوں؟"

"تم جس انداز سے مجھ سے نوجوں کی آمد و رفت کی باتیں پوچھتے رہے ہو یہ انداز جاسوسوں کا ہے۔" عورت نے کہا۔ "تم نے مجھے جن سوالوں کے جواب لانے کو کہا تھا وہ کوئی اور نہیں پوچھ سکتا۔ کسی عام آدمی کے ذہن میں ایسے سوال آ ہی نہیں سکتے اور شراب سے انکار صرف مسلمان کر سکتا ہے۔" وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ بازو چنگیز کے گلے میں ڈال کر اور گال اُس کے گال سے لگا کر بولی۔ "تم مجھ سے ڈر رہے ہو۔ کیا تمہارا دل مان نہیں رہا کہ میں مسلمان ہوں؟ میں تمہیں اپنا دل کس طرح دکھاؤں۔ ہم دونوں ایک منزل کے مسافر ہیں۔ میں نے تمہیں سلطان ایوبی کا جاسوس سمجھ کر دل میں نہیں بٹھایا تھا۔ تم مجھے معلوم نہیں کیوں اچھے لگے تھے۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے ہم آسمانوں میں بھی اکٹھے تھے، زمین پر بھی اکٹھے ہو گئے ہیں اور ہم اکٹھے اٹھائے جائیں گے.... کہو تو میں تمہارے جاسوس ہونے کے کئی اور ثبوت پیش کر دوں۔ میں تمہاری حفاظت کروں گی، اور میں نے یہ ارادہ بھی کیا ہے کہ ہم دونو بہت ہی قیمتی راز اپنے ساتھ لے کر یہاں سے اکٹھے نکلیں گے۔ اگر یہ راز قاہرہ بروقت نہ پہنچا تو حرّان، حلب، حماۃ، دمشق اور بغداد تو صلیبیوں کے سیلاب میں ڈوب ہی جائیں گے مصر کو بچانا بھی ممکن نہیں رہے گا۔ سلطان ایوبی بالکل بے خبر ہے۔ وقت ضائع نہ کرو۔ میں یہاں سے اکیلی نہیں نکل سکتی، تمہارا ساتھ ضروری ہے۔ میں تمہیں ساتھ لے کر سیر کے بہانے شہر سے نکل سکتی ہوں۔ تم میرے محافظ ہو گے اور کوئی بھی ہم پر شک نہیں کرے گا۔"

راشد چنگیز پر خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ عورت نے اُس کے پیالے میں شراب انڈیلی اور پیالہ اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے مخمور انداز اور جذباتی لہجے میں کہا۔ "تم گھبرا گئے ہو۔ پی لو۔ یہ شراب کا آخری پیالہ ہے۔ اس کے بعد ہم اس سے توبہ کر لیں گے۔" اُس نے چنگیز پر اپنے ریشمی بالوں کا سایہ کر لیا اور پیالہ اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ بالوں کے ملائم لمس اور مہک نے نسوانی جسم کے لمس اور حرارت نے اور شراب نے چنگیز کی زبان سے کہلوا لیا۔ "تم واقعی جاسوس ہو ورنہ ڈیڑھ سال جاسوسوں کے سب سے بڑے استاد ہمن کے سائے میں رہ کر بھی وہ مجھے نہیں پہچان سکا۔ میں تمہاری ذہانت کا مرید ہو گیا ہوں۔ تم ٹھیک کہتی ہو کہ

ہم ایک ہی منزل کے مسافر ہیں۔ تم میرے ساتھ قاہرہ چلو گی؟"

"بہت دیر ہو گئی ہے۔" عورت نے کہا۔ "کل یہیں ملنا۔ میں تمہیں وہ باتیں بتاؤں گی جو تم کسی بھی طرح معلوم نہیں کر سکتے۔"

☆

رات کا آخری پہر تھا جب راشد چنگیز اپنے کمرے میں پہنچا۔ اُس نے وکٹر کو کبھی جگایا نہیں تھا۔ صبح اُسے رات کی روئیداد سنایا کرتا تھا لیکن اُس رات اُس پر ہیجانی کیفیت طاری تھی۔ وہ بہت ہی خوش تھا۔ جو عورت اُسے دل دے بیٹھی تھی وہ مسلمان تھی، اور تجربہ کار جاسوس بھی۔ یہ خوشی کیا کم تھی کہ وہ بہت ہی خوبصورت عورت کے ساتھ تریپولی سے نکل رہا تھا۔ اس نے اُسی وقت وکٹر کے کمرے میں جا کر اُسے جگایا اور بتایا کہ یہ عورت تو اپنی جاسوس ہے۔ اُس نے وکٹر کو اس عورت کی ساری کہانی سنا دی۔

"تم نے اُسے بتا دیا ہے کہ تم جاسوس ہو؟" وکٹر نے پوچھا۔

"ہاں!" چنگیز نے جواب دیا۔ "مجھے بتا ہی دینا چاہیے تھا۔"

"میرے متعلق بھی بتا دیا ہے؟"

"نہیں!" چنگیز نے جواب دیا۔ "تمہارے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی۔" وکٹر کو خاموش دیکھ کر اُس نے کہا۔ "تم سمجھ رہے ہو کہ میں نے غلطی کی ہے۔ میں اناڑی تو نہیں وکٹر!"

"تم نے یہ بھی اچھا کیا ہے کہ میرا ذکر نہیں کیا۔" وکٹر نے کہا۔ "اور تم یہ دعویٰ بھی نہ کرو کہ تم اناڑی نہیں ہو۔"

"کیا میں نے غلطی کی ہے؟" چنگیز نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے تم نے بہت اچھا کیا ہو۔" وکٹر نے کہا۔ "اگر یہ غلطی ہے تو یہ کوئی معمولی سی غلطی نہیں۔ تم شاید یہ بھول گئے ہو کہ ہر صرف ایک جاسوس اپنی فوج کی فتح کا باعث بن سکتا ہے اور شکست کا بھی۔ تم جانتے ہو کہ سلطان ایوبی صلیبیوں کی ان تیاریوں سے بے خبر ہے۔ اگر ہم پکڑے گئے اور یہ راز ہمارے ساتھ قید خانے میں چلا گیا یا جلاد کی نذر ہو گیا تو سلطان ایوبی جو آج تک ہر میدان کا فاتح کہلاتا آیا ہے تمہاری وجہ سے شکست خوردہ کے خطاب سے بھی یاد کیا جائے گا۔"

"نہیں!" چنگیز نے وثوق اور خود اعتمادی سے کہا۔ "وہ مجھے دھوکہ نہیں دے گی۔ وہ مسلمان ہے۔ میں رات کو اُسے ملنے جاؤں گا۔ وہ پورا راز اپنے ساتھ لا رہی ہے۔ اب ہمیں اپنے امام کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ میں یہ راز خود قاہرہ لے جاؤں گا۔ میرے دل کی شہزادی میرے ساتھ ہو گی..... ہاں۔ مجھے خیال آتا ہے کہ میری غیر حاضری سے یہاں کسی کو یہ شک نہ ہو کہ میں کوئی فوجی راز لے کر بھاگا ہوں۔ یہ عورت بھی میرے ساتھ ہو گی۔ تم یہ مشہور کر دینا کہ تم نے مجھے اور اُسے چوری چھپے ملتے دیکھا ہے اور میں اس عورت کو بھگا کر یروشلم کی سمت نکل گیا ہوں۔"

وکٹر گہری سوچ میں کھو گیا اور راشد چنگیز نشے میں جھومتا رہا۔

جس وقت چنگیز وکٹر کے کمرے میں داخل ہوا تھا، اُس وقت تھوڑی ہی دور انسروں سے ... ایک میں یہ عورت داخل ہوئی جو چنگیز پر مرمٹی تھی۔ کمرے میں رہنے والا سویا ہوا تھا۔ اُس عورت نے اُس کا ایک ٹخنہ پکڑا اور زور سے جھٹکا دیا۔ وہ آدمی ہڑبڑا کر اٹھا۔ عورت نے ہنس کر کہا۔ "اٹھو، اٹھو، شکار آیا ہے۔" اس آدمی نے قندیل جلائی اور اس عورت کو اپنے بازوؤں میں لے کر بستر پر گرا لیا۔ کچھ دیر بے تابی سے ننگے ظاہر ہوئے پھر اُس صراحی میں جس میں یہ عورت چنگیز کے لیے شراب لے گئی تھی جو شراب بچی تھی وہ اس آدمی نے پیالوں میں انڈیلی۔ دونوں نے پیالے خالی کیے۔

"اب کہو کیا خبر لائی ہو؟"

"وہ جا... ں ہے۔" عورت نے کہا۔ "اور مسلمان ہے۔"

"ہرمن کا شک صحیح ثابت ہوا ہے؟"

"بالکل صحیح۔" عورت نے کہا۔ "شراب کا اور میرا جادو کام کر گیا ہے ورنہ ہرمن جیسا ماہر جاسوس بھی اسے نہ پکڑ سکتا۔ اگر اُس کی مصنوعی داڑھی میرے ہاتھ نہ آجاتی تو شاید میں بھی ناکام رہتی۔ مجھے شک تو وہیں سے ہو گیا تھا جب اُس نے پہلے روز شراب پینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں جان گئی کہ یہ مسلمان ہے۔ میں نے اُسے کہا کہ میں پاک محبت کے لیے ترس رہی ہوں تو اُس نے مجھے پاک محبت دی، ورنہ ہمارے لوگ عورت کو دیکھتے ہیں تو سب سے پہلے اُس کے کپڑے اتارتے ہیں۔"

"محبت پاک ہو یا ناپاک، عورت کا جسم پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔" اس آدمی نے کہا۔ "یہ کمزوری ہر انسان میں موجود ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ تمہارا حسن اس آدمی کو بے نقاب کر دے گا۔ عورت مجسم طور پر پاس ہو یا عورت کا صرف تصور ہو، انسان اپنے آپ میں نہیں رہتا۔"

یہ آدمی صلیبیوں کی انٹیلی جنس کا افسر تھا اور ہرمن کا نائب۔ ہرمن کو کسی طرح شک ہو گیا تھا کہ راشد چنگیز جاسوس ہے۔ ایک تو وہ تجربہ کار تھا، دوسرے اُسے حکم ملا تھا کہ جس پر ذرا سا بھی شک ہو کہ جاسوس ہے اُسے پکڑ لو۔ چنانچہ اُس نے بڑے سخت انتظامات کر دیے تھے۔ راشد چنگیز کو شاید انہوں نے رات کو مسجد میں جاتے دیکھ لیا تھا۔ ہرمن نے اپنے نائب سے کہا کہ چنگیز کو کسی عورت کے جال میں لا کر دیکھو کہ یہ آدمی صاف ہے یا مشتبہ۔ اس محکمے کے پاس اس مقصد کے لیے ایک سے ایک کافر عورت موجود تھی۔ اس عورت کو منتخب کیا گیا اور اُسے چنگیز کے پیچھے ڈال دیا گیا۔ یہ عورت اپنے فن کی ماہر تھی۔ اُس نے یہ ڈرامہ کھیلا جو سنایا گیا ہے۔ چنگیز نے کبھی بھی نہ سوچا کہ ہر رات وہ کمرے سے نکل کر امام کے پاس جا رہا ہوتا ہے تو یہ عورت راستے میں مل جاتی ہے، یہ آتی کہاں سے ہے اور اُسے کس طرح پتہ چل جاتا ہے کہ چنگیز جا رہا ہے۔ وہ سائے کی طرح اُس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"میں نے اُسے اپنی دردناک کہانی جو تم نے بتائی تھی سنائی تو وہ جذباتی ہو گیا۔" عورت نے ہرمن کے

نائب کو سنایا۔ وہ فوراً قائل ہو گیا کہ میں مسلمان ہوں اور میں واقعی صلاح الدین ایوبی کے لیے جاسوسی کر رہی ہوں۔"

"مسلمان جذباتی قوم ہے۔" ہرمن کے نائب نے کہا۔ "بلکہ یہ عجیب و غریب قوم ہے۔ مسلمان مذہب کے نام پر ایسی ایسی قربانیاں دے گزرتے ہیں جو کوئی اور قوم نہیں دے سکتی۔ میدانِ جنگ میں ایک مسلمان دس سے لے کر پندرہ صلیبی سپاہیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ اسے وہ ایمان کی قوت کہتے ہیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں مسلمانوں کی اس روحانی قوت کا قائل ہو گیا ہوں۔ آٹھ آٹھ یا دس دس چھاپہ ماروں کا ہمارے عقب میں چلے جانا، شبخون مارنا، ہماری رسد کو نذرِ آتش کر کے غائب ہو جانا، گھیرے سے نکل جانا، نہ نکل سکیں تو اپنی لگائی ہوئی آگ میں زندہ جل جانا کوئی معمولی بہادری نہیں۔ اسے مافوق الفطرت کہا جا سکتا ہے۔ میں تو اسے معجزہ کہا کرتا ہوں....

"مسلمانوں کی اس قوت کو کمزور کرنے کے لیے ہمارے اُن دانشوروں نے جو انسانی فطرت کی کمزوریوں کو سمجھتے ہیں ایسے طریقے وضع کیے ہیں جن سے مسلمانوں کے مذہبی جنون کو ان کی کمزوری بنا دیا گیا ہے۔ یہودیوں نے اس سلسلے میں بہت کام کیا ہے۔ ہم نے یہ کامیابی چند ایک یہودیوں اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے عالموں اور اماموں کے بہروپ میں بھیج کر حاصل کی ہے۔ مسلمان علاقوں کی کئی مسجدوں کے امام اصل میں یہودی اور عیسائی ہیں۔ انہوں نے قرآن اور حدیث کی ایسی تفسیریں متعارف کر دی ہیں جن میں مسلمان غلط عقائد کے پیروکار ہوتے جا رہے ہیں۔ انہیں اب مذہب کے نام پر اپنے بھائیوں کے خلاف لڑایا جا سکتا ہے اور ہم نے لڑا کر دکھا بھی دیا ہے....

"ہم نے مسلمانوں میں جنسی جنون بھی پیدا کر دیا ہے۔ اب جس مسلمان کے ہاں دولت اور اقتدار آتا ہے وہ سب سے پہلے حرم بناتا اور اسے حسین اور جوان لڑکیوں سے بھرتا ہے۔ یہ زن پرستی نیچے تک چلی گئی ہے۔ ہم نے کئی طریقوں سے مسلمانوں کے بیٹوں میں تن و توش پرستی اور ذہنی عیاشی کا رجحان پیدا کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ مسلمان جذباتی ہیں۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ اس مسلمان جاسوس کے جذبات کو تم نے چھیڑا تو وہ تمہارے جال میں پھنس گیا۔ جذباتیت بہت بڑی کمزوری ہے۔ ہرمن کہا کرتا ہے کہ مستقبلِ قریب میں یہ قوم تقدیروں کی غلام ہو جائے گی، اور حقیقت سے دور ہٹ جائے گی۔ پھر ہمیں جنگ و جدل کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ مسلمان ذہنی طور پر ہمارے غلام ہو جائیں گے۔ وہ اپنی روایات کو ترک کر کے ہمارے تہذیب و تمدن کو اپنانے میں فخر محسوس کریں گے۔"

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" عورت نے اکتا کر کہا۔ "میں نے تمہیں ایک شکار دے دیا ہے۔ ابھی اسے گرفتار کرو۔"

"نہیں۔" انطیلی جنس کے اس نائب نے کہا۔ "ابھی تمہارا کام ختم نہیں ہوا۔ اگر اسے گرفتار کرنا ہوتا تو اس کے ساتھ یہ ناٹک کھیلنے کی کیا ضرورت تھی۔ تمہیں اتنی زحمت نہ دی جاتی۔ ہم تو کسی کو بھی محض شک میں گرفتار

کر سکتے ہیں مگر اسے ابھی گرفتار نہیں کریں گے۔ اس سے اس کے اُن تمام ساتھیوں کا سراغ لینا ہے جو ترکوں میں جاسوسی کر رہے ہیں۔ ان میں تباہ کار چھاپہ مار بھی ہوں گے۔ ہو سکتا ہے اس سے دوسرے شہروں کے جاسوسوں کی بھی نشاندہی کرائی جا سکے۔ تم اسے پھسلا رہی ہو۔ اسے کہنا کہ تم نے تمام تر راز معلوم کر لیا ہے، اب چند ایک دوسرے جاسوسوں کی بھی ضرورت ہے۔ اسے یہ بھی کہنا کہ ایک جگہ صلیبیوں نے بے اندازہ آتش گیر مادہ اور قیمتی سامان جمع کر رکھا ہے جو حملے میں ساتھ جائے گا۔ اسے تباہ کرنا ہے، اس لیے یہاں کے زمین دوز چھاپہ ماروں سے میری ملاقات کراؤ۔"

"میں سمجھ گئی ہوں۔" عورت نے کہا۔ "لیکن یہ بھی امکان ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے پردہ نہ اٹھائے۔"

ہرمن کے نائب نے عورت کے بالوں پر عریاں کندھوں پر اور اُس کے سینے پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "کیا تمہارے یہ ہتھیار بے کار ہو گئے ہیں؟ اُس نے اپنا چہرہ بے نقاب کر دیا ہے۔ اُس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا ہے۔ تمہیں اب اندر جا کر کوئی کھڑکی کھولنی ہے۔ تم یہ کام بھی کر سکو گی۔ میں صبح ہرمن کو تفصیل سے بتا دوں گا کہ تم نے یہ کارنامہ کر دکھایا ہے۔"

☆

شام کے کھانے پر جب چنگیز اور وکٹر اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے ہرمن آ گیا۔ اُس نے چنگیز کے ساتھ دوستانہ انداز سے ہاتھ ملایا اور کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ ہماری افواج تاریخ کی سب سے بڑی مہم پر جا رہی ہیں۔ ہم تمہیں بھی ساتھ لے جا رہے ہیں۔ بہت دور کی سیر کرائیں گے۔ وکٹر بھی ساتھ ہو گا۔ چونکہ دو تین بادشاہ ساتھ ہوں گے اس لیے تم دونوں کا ساتھ جانا ضروری ہے۔"

"میں ضرور چلوں گا۔" چنگیز نے کہا۔

ہرمن کو رپورٹ مل چکی تھی کہ راشد چنگیز جاسوس ہے اور آج رات اُس کے کیمپ کی ایک جواں سال اور دلنشیں عورت جس نے اسے بے نقاب کیا ہے اس سے اس کے گروہ کے دیگر افراد کے نام اور پتے بھی حاصل کر لے گی۔ ہرمن نے اس عورت کو نئی ہدایات دی تھیں اور اپنے نائب سے کہا تھا کہ چنگیز کے گروہ کا انکشاف ہونے تک یہ عورت اسے اکیلے ملتی رہے اور اتنی ہوشیار رہے کہ چنگیز کو شک نہ ہو۔

چنگیز کا دھیان اپنے کام میں تھا ہی نہیں۔ وہ لمحے گن گن کر گزار رہا تھا۔ اتنی بڑی کامیابی اُس نے کبھی بھی حاصل نہیں کی تھی کہ اتنا عظیم راز اُسے ملا ہو اور اتنی حسین لڑکی اس پر مرمٹی ہو۔ اُس رات کو ترپولی میں وہ آخری رات سمجھ رہا تھا۔ مکمل راز لے کر اس عورت کے ساتھ اُسے اگلے روز ترپولی سے نکل جانا تھا.... وہ آخر فارغ ہو گیا اور اپنے کمرے میں گیا۔ وکٹر بھی اس کے ساتھ تھا۔ اُس نے کپڑے بدلے۔ مصنوعی داڑھی نہ لی۔ خنجر چغے کے اندر چھپا لیا۔

"میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اس عورت اور شراب کے نشے سے آزاد ہو کر اور دماغ کو حاضر رکھ کر بات کرنا۔" وکٹر نے اسے کہا۔ "مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ تم اس عورت کی پوری چھان بین کیے بغیر اسے اپنے

سارے راز دے دوگے؟"

"سنو ڈکٹر!" چنگیز نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "میں اس عورت کے خلاف کوئی بات نہیں سنوں گا۔ میں نے اس کے ساتھ بڑی بھی ملاقاتیں کی ہیں۔ اس کی پوری کہانی سنی ہے۔ تم اسے نہیں سمجھ سکتے۔ میں بہتر سمجھتا ہوں۔ مجھے پاگل نہ سمجھو۔ یہ میری پہلی اور آخری محبت ہے۔"

ڈکٹر چپ رہا۔ اُس نے چنگیز کے لہجے سے جان لیا تھا کہ وہ اپنے آپ میں نہیں۔ اُسے یہ احساس تو تھا کہ چنگیز کی شکل وصورت اور قدوقامت میں اتنی کشش ہے کہ اس عورت سے کہیں زیادہ خوبصورت اونچے طبقے کی عورتیں بھی اُسے نظر بھر کر دیکھتی ہیں لیکن اس عورت کے متعلق اُسے وہم سا ہو چلا تھا کہ چنگیز کو دھوکہ دے رہی ہے، اور اگر وہ دھوکہ نہیں دے رہی تو چنگیز اُسے اپنی اہلیت بتا کر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال رہا ہے۔ اگر یہ عورت مسلمان جاسوس ہی ہے تو اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اُسے سرکاری طور پر نہیں بھیجا گیا تھا۔ ڈکٹر کو امیسان محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

چنگیز چلا گیا۔ ڈکٹر گہری سوچ میں کھو گیا۔ چنگیز کے جانے کے بعد وہ سو جایا کرتا تھا مگر اُس رات اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اپنے کمرے میں جا کر وہ لیٹنے کی بجائے بے چینی سے ٹہلنے لگا۔

☆

عورت اُسی جگہ چنگیز کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اُس کے قریب زمین پر شراب کی صراحی اور دو پیالے پڑے تھے۔ اندھیرے میں چنگیز کو سائے کی طرح آتا دیکھ کر وہ دوڑ پڑی اور اُس کے ساتھ لپٹ گئی جیسے بچہ ماں کے ساتھ لپٹ جاتا ہے۔ اُس نے ایسے والہانہ پن اور خود سپردگی کا مظاہرہ کیا جس نے چنگیز کی عقل پر خمار طاری کر دیا اور اُس کے جذبات بیدار ہو گئے۔ اس کایاں عورت نے اپنے حسن وجوانی کے وہ سارے ہتھیار استعمال کیے جن پر ہرمن کے نائب نے ہاتھ پھیر کر کہا تھا کہ تمہارے یہ ہتھیار بے کار تو نہیں ہو گئے۔

"تم مجھے دھوکہ تو نہیں دے رہے؟" اُس نے چنگیز سے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تمہاری محبت نے مجھے ایسا بے بس اور مجبور کر دیا ہے کہ میں نے اپنا اتنا نازک راز تمہیں دے دیا ہے۔"

عورت اُس کی کمر کے گرد ایک بازو لپیٹے اسے وہاں لے گئی جہاں صراحی اور پیالے رکھے تھے۔ اُسے وہاں بٹھایا اور پیالوں میں شراب ڈال کر بولی۔ "فتح کی خوشی میں ایک جام۔" چنگیز اس قدر مسرور تھا کہ اُس نے فوراً پیالہ لے لیا اور پی گیا۔ عورت نے اُس کے پیالے میں اور شراب ڈال دی۔ چنگیز نے وہ بھی پی لی۔ اُن سے آٹھ دس قدم دُور ایک درخت تھا۔ کوئی پیچھے سے رینگتا ہوا آیا اور اُس درخت کے تنے کی اوٹ میں بیٹھ گیا رات خاموش تھی۔ درخت کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے آدمی کو چنگیز اور عورت کی سرگوشیاں بھی سنائی دے رہی تھیں مگر وہ سرگوشیوں میں نہیں خدا اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔

"اب بتاؤ کیا خبر لائی ہو؟" چنگیز نے عورت سے پوچھا۔

"ایسی خبر لائی ہوں جو سلطان ایوبی نے کبھی خواب میں نہیں سنی ہوگی۔" عورت نے کہا۔ "میں صلیبیوں کی

[redacted]

عورت کا پروانہ لائی ہوں۔" اُس نے چنگیز کو صلیبیوں کا پلان اور ہیش قدمی کا راستہ بتا دیا اور یہ بھی بتایا کہ کہاں حملہ کریں گے۔ اُس نے صلیبی فوج کی رسد کا راستہ بھی بتایا اور یہ بھی کہ کوچ کب ہوگا۔

"ہمیں یہاں سے جلدی نکل جانا چاہیئے۔" چنگیز نے کہا۔ "کوئی رات نکل چلیں؟"

"نہیں!" عورت نے کہا۔ "ہمیں جس راز کی ضرورت تھی وہ مل گیا ہے لیکن میرے دل میں انتقام کی جو آگ بھڑک رہی ہے میں اسے سرد کر کے جاؤں گی۔ صلیبیوں نے اپنی فوج کے لیے بے اندازہ رسد جمع کر لی ہے۔ خیموں اور ہتھیاروں کا کوئی حساب نہیں۔ آتش گیر سیال کے مٹکے بھی ہیں۔ اناج کے انبار ہیں۔ یہ ذخیرہ دُور دُور تک پھیلا ہُوا ہے۔ اسے تباہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔ پہرے کا اتنا ہی انتظام ہے کہ سات آٹھ سپاہی رات کو گشت کرتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ صلیبیوں نے یہ ذخیرہ تین چار مہینوں میں جمع کیا ہے۔ اگر ہم نے اسے نذرِ آتش کر دیا تو ان کا حملہ تین چار مہینوں کے لیے رک جائے گا۔ اس عرصے میں سلطان صلاح الدین ایوبی اپنی تیاریاں مکمل کرے گا۔ تم ہرمن کو جانتے ہو۔ میں نے اُس کے دل سے بھی راز نکال لیے ہیں۔ اُس نے بتایا ہے کہ سلطان ایوبی نئی بھرتی کر رہا ہے اور اُس کی پہلی فوج اپنے ہی بھائیوں کے خلاف لڑ کر اتنا جانی نقصان اُٹھا چکی ہے کہ لڑنے کے قابل نہیں رہی۔ یہ بدبخت صلیبی سلطان ایوبی کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اِس وقت ضرورت یہ ہے کہ صلیبیوں کا کوچ التوا میں ڈالا جائے۔ اس کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ ان کی رسد جلا دی جائے۔ ان کے جو ہزاروں گھوڑے ہیں انہیں ہلاک کرنے کا انتظام بھی ہو سکتا ہے۔"

"رسد کو آگ کون لگائے گا؟" چنگیز نے پوچھا۔

"یہ تمہیں معلوم ہوگا کہ یہاں تمہارے کتنے آدمی موجود ہیں۔" عورت نے کہا۔ "ان میں چھاپہ مار بھی ہوں گے۔ یہ کام اُن کے سپرد کیا جائے۔ یہاں تمہارے کتنے چھاپہ مار موجود ہیں؟"

"سلطان ایوبی نے حکم دے رکھا ہے کہ دشمن کے مقبوضہ علاقوں میں تباہ کاری نہ کی جائے کیونکہ چھاپہ مار تو تباہ کاری کے بعد اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں، سزا بے گناہ مسلمان باشندوں کو ملتی ہے۔" چنگیز نے کہا۔ "صلیبی ان کے گھروں میں گھس کر ان کی مستورات کو بھی پریشان کرتے ہیں، اس لیے ہم نے چھاپہ ماروں کو واپس بھیج دیا تھا۔ یہاں جاسوس ہیں۔ وہ تخریب کاری بھی کر سکتے ہیں۔ وہ یہاں کے چند ایک جوانوں کو تیار کر سکتے ہیں۔"

"انہیں کسی جگہ اکٹھا کرنے کا انتظام ہو سکتا ہے؟" عورت نے پوچھا اور چنگیز کے پیالے میں شراب ڈال کر اپنے ہاتھوں پیالہ اُس کے منہ کے ساتھ لگا دیا۔

"ہم نے ایک مسجد کو خفیہ اڈہ بنا رکھا ہے۔" چنگیز نے شراب کا پیالہ پی کر کہا۔ اُس نے مسجد کا محلِ وقوع بتا دیا اور کہا۔ "اس مسجد کا امام ہماری جماعت کا امیر ہے۔ بہت قابل اور دلیر انسان ہے۔ میں آج رات ہی اُسے بتا دوں گا۔ وہ کل ان جوانوں کو مسجد میں اکٹھا کرے گا۔ وہ سب نماز پڑھنے کے بہانے آئیں گے۔"

"صرف ایک قابل اور دلیر آدمی سے کام نہیں چلے گا۔" عورت نے کہا۔ "امام کے ساتھ تم ہو گے اور تین چار اور ذہین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس تباہ کاری کا منصوبہ دانشمندی سے بنے۔ یہ ذخیرہ اُس

رات تباہ کیا جائے گا جب ہم دونوں یہاں سے نکل جائیں گے ورنہ شہر کی ناکہ بندی ہو جائے گی۔"

"مرو تم نہیں" چنگیز نے کہا۔ "یہاں ہمارا ایک سے ایک بڑھ کر قابل آدمی موجود ہے۔" اُس نے چند نام گنوا دیئے اور کہا۔ "میں ان سب کو مسجد میں بلا سکتا ہوں۔"

یہ عورت چنگیز سے یہی سننا چاہتی تھی۔ اُس نے اس گروہ کے متعلق کچھ اور باتیں پوچھیں جو چنگیز نے بتا دیں۔ پھر اس نے کہا۔ "اس گروہ میں ایک نہیں دو میرے ساتھ ڈاکٹر نام کا جو آدمی ہے وہ بھی ہمارے گروہ میں ہے۔"

"ڈاکٹر جی؟" عورت نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔" چنگیز نے کہا۔ "کیا تم ہماری استادی کی تعریف نہیں کرو گی کہ ہم نے ایک عیسائی کو بھی اپنا جاسوس بنا رکھا ہے۔"

عورت کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر بولی۔ "کسی دن کو میں تمہارے گھر میں آؤں گی۔ مجھے وہاں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

☆

عورت جانے کے لیے اٹھی۔ درخت کی اوٹ میں چھپے ہوئے آدمی نے حرکت کی۔ اُس نے بیٹھے بیٹھے گھٹنے سے خنجر نکالا۔ دو تین قدم کا فاصلہ دو چھلانگوں میں طے کر کے عورت کو پیچھے سے ایک بازو سے جکڑ لیا۔ اُس کا خنجر والا ہاتھ اوپر اٹھا، تیزی سے نیچے آیا اور خنجر عورت کے سینے میں اُتر گیا۔ عورت کی ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ گر پڑی۔ "میرے سینے میں خنجر اُتر گیا ہے۔"

چنگیز نے خنجر نکالا اور اُس آدمی کو مکا کر اُس پر حملہ کیا۔ اُس آدمی نے گھوم کر عورت کو آگے کر دیا اور کہا۔ "میں کہتا ہوں چنگیز! اس عورت کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔" عورت سسک رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اُسے پیچھے سے ایک بازو میں دبوچ رکھا تھا۔

"تم ذلیل عیسائی!" چنگیز شراب میں نشے میں کہہ رہا تھا۔ "سانپ کے بچے نکلے؟" وہ گھوم کر اس پر حملہ کرنے لگا۔

ڈاکٹر نے عورت کو آگے کر دیا اور اُسے ڈھال بنا کر بولا۔ "ہوش میں آؤ چنگیز! تم نے اسے سب کچھ بتا کر سارا کھیل برباد کر دیا ہے۔ اگر یہ زندہ رہی تو کل ہم سب گرفتار ہو جائیں گے۔"

چنگیز بھرے ہوئے چیتے کی طرح اُس کے اردگرد گھوم اور چنگھاڑ رہا تھا۔ لڑکی ابھی ہوش میں تھی۔ ڈوبتے ہوئے لہجے میں بولی۔ "چنگیز! میرے خون کا انتقام تمہارے سر ہے۔ عیسائی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔ تم اب زندہ نہیں رہو گی۔ یہ ہمارا نہیں صلیبیوں کا جاسوس ہے۔"

چنگیز نے جست لگا کر ڈاکٹر پر حملہ کیا۔ ڈاکٹر نے بار بار اُسے کہا کہ وہ دھوکے میں آ گیا ہے اور اس عورت کو قتل کر کے اچھا نہیں کیا۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا چنگیز! اب یہ جاسوس نہیں رہی۔ یہ مرد بن چکا تھا جس کی محبوبہ کو ایک اور مرد نے پکڑ رکھا تھا اور اُس کے سینے میں خنجر بھی اتار چکا تھا۔ اُس نے سامنے سے عورت کو اتنی زور سے

دھکا دیا کہ ڈاکٹر پیچھے گرا اور عورت اُس کے اوپر گری۔ چنگیز نے دونوں کو [illegible] ایک لمحہ لگا۔ چنگیز نے خنجر اُس پر ایک اور وار کیا۔ خنجر اُس کے کندھے میں لگا۔

ڈاکٹر نے سنبھل کر جوابی حملہ کیا۔ چنگیز کا بھی زخمی رہنا خطرناک تھا۔ ڈاکٹر کا خنجر چنگیز کے پیٹ میں لگا۔ چنگیز نے خنجر کھا کر وار کیا جو ڈاکٹر کے بازو پر لگا۔ اُس نے چنگیز کے سینے میں خنجر مار دیا۔ [illegible] میں بازو پر کچھ رہنے کے قابل نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے ایک لمحہ اُس کے سینے پر [illegible] عورت کے دل پر ہاتھ رکھا۔ دل خاموش تھا۔ وہ مر چکی تھی۔ چنگیز بھی مرنے کے قریب تھا۔ [illegible] میں نہیں تھا۔

ڈاکٹر کے کندھے اور بازو سے خون بہہ رہا تھا۔ اُس نے عورت کے کپڑے [illegible] کپڑا باندھ لیے۔ کندھے کے زخم میں کپڑا ٹھونس دیا تاکہ خون بند ہو جائے۔ وہ [illegible] کپڑا باندھ لینے کے باوجود خون نہ رکا۔ اُس نے پردہ نہ کی، دوپٹا گیا۔ [illegible] مڑ کر وہ ایک فراخ کچی میں چلا گیا۔ تربچولی پر گہری نیند طاری تھی۔ کھڑکیاں سنسان تھیں۔ تمام گھروں کے دروازے بند تھے۔ صرف ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یہ خدا کے گھر کا دروازہ تھا۔ یہ مسجد تھی۔ وہ اس مسجد میں چھپ [illegible] چنگیز نے اُسے بتا رکھا تھا کہ کبھی اس مسجد میں جانے کی ضرورت پڑے تو مسجد کے صحن میں چھ بند باغیچے ہیں۔ ان میں ایک دروازہ ہے جو امام کے گھر کا ہے۔ ڈاکٹر نے یہ مسجد باہر سے دیکھی تھی۔ یہ سلطان ایوبی کے تربیت یافتہ موجود جاسوسوں کا خفیہ ہیڈ کوارٹر تھا اور مسجد کا امام مسجد کا ہی نہیں جاسوسوں کے اس گروہ کا بھی امام تھا۔ ڈاکٹر نے کھلے دروازے میں داخل ہو کر جوتے اُتار دیئے۔

☆

رات آدھی گزر چکی تھی۔ امام گہری نیند سویا ہوا تھا۔ دروازے کی دستک نے اُسے جگا دیا۔ اُس نے دانستہ توقف کیا۔ وہ دستک ایک بار پھر سننے کے انتظار میں تھا۔ دستک پھر ہوئی۔ یہ جاسوسوں کی مقررہ دستک تھی۔ پھر بھی اُس نے لمبا خنجر ہاتھ میں لیا اور دروازہ کھولا۔ دھیمی آواز میں کہا۔ "چنگیز؟"

"ڈاکٹر۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "اندر آنے دیں۔"

"خون کی بو کہاں سے آ رہی ہے؟" امام نے اندھیرے میں ڈاکٹر کا بازو تھام کر پوچھا۔

"یہ میرا خون ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

امام اُسے گھسیٹتا ہوا اندر لے گیا۔ دیا جلایا تو اُسے نظر آیا کہ ڈاکٹر کے کپڑے خون سے لال اور تر ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر کے ساتھ اُس کا وہی تعارف تھا جو چنگیز نے غائبانہ کرا رکھا تھا۔ امام نے اُسے دوسرے دیکھا تھا۔ ڈاکٹر وہ پس منظر میں رکھتے تھے جس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ عیسائی تھا بلکہ یہ کہ اُسے انہوں نے خفیہ اطلاعات فراہم کرنے کا کام سونپ رکھا تھا۔ یہ جاسوسی کا ایک طریقہ اور اُن کی اپنی تنظیم تھی۔ اس لحاظ سے امام اور ڈاکٹر ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں تھے۔

"تم آئے ہو؟" امام نے پوچھا۔ "چنگیز کیوں نہیں آیا؟"

"وہ اب کبھی نہیں آسکے گا۔"

"کیوں؟" امام نے گھبرا کر پوچھا۔ "پکڑا گیا ہے؟"

"اُسے اُس کے گناہوں نے پکڑا ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "اور میرے خنجر نے اُسے سزائے موت دے دی ہے۔ آپ میرا خون نہیں دیکھ رہے؟ کیا آپ میرا خون بند کرنے کا بندوبست کرسکتے ہیں؟ آپ گھبرائیں نہیں، خدا کا شکر ادا کریں کہ چنگیز زندہ نہیں ورنہ ہم میں سے ہر کوئی قید خانے کی اذیتوں سے مرا جاتا۔"

امام نے بہت تیزی سے دوائیاں نکالیں۔ پانی لایا اور اُس کے زخم دھونے لگا۔ ڈاکٹر کو کپڑے بدلنے کو کہا۔

"نہیں۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "میں نے سوچ لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں انہی کپڑوں میں واپس جاؤں گا۔ میں نے آپ کا نمک کھایا ہے۔ میرا عزیز دوست اور بڑے ہی خطرناک سفر کا ساتھی میرے ہاتھوں قتل ہوگیا ہے۔ میں آپ سب کے لیے اپنے آپ کو قربان کرنے کا ارادہ کرچکا ہوں۔ میں اپنی گردن جلاّد کے آگے جھکا کر آپ سب کو مات بچالوں گا۔"

امام اُس کے زخم صاف کرکے اُن پر سفوف چھڑک رہا تھا اور ڈاکٹر اُسے سارا واقعہ سنا رہا تھا۔ اُس نے ہر ایک تفصیل سنا کر کہا۔ "مجھے شک ہوگیا تھا کہ یہ عورت فریب کے سوا کچھ بھی نہیں۔ میں نے وہ بوڑھا کمانڈر کبھی نہیں دیکھا تھا جس کی وہ اپنے آپ کو داشتہ بتاتی تھی۔ اُس کا ہر رات چنگیز کے راستے میں آجانا ایک ثبوت تھا کہ وہ قریب ہی کہیں ہوتی ہے اور چنگیز پر نظر رکھتی ہے۔ میں نے چنگیز سے جب بھی کہا کہ وہ اور زیادہ احتیاط کرے وہ غصے میں آگیا۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ وہ شراب بھی پینے لگا تھا۔ مجھے شک ہے کہ شراب میں اُسے حشیش ملا کر پلائی جاتی تھی ورنہ چنگیز جیسا سخت آدمی اور ایمان کا پکا اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے اس فریب میں نہ آتا۔ بڑی خوبصورت لڑکیاں اُسے اپنی محبت میں گرفتار کرنے کی کوشش کرچکی تھیں۔ وہ ہنس کر ٹال دیا کرتا تھا۔ اس عورت نے اُسے اپنے حُسن اور حشیش کی آمیزش والی شراب کے طلسم میں جسمانی نہیں ذہنی طور پر گرفتار کرلیا تھا۔۔۔۔

"اُس نے جب یہ بتایا کہ اُس نے عورت کو بتادیا ہے کہ وہ جاسوس ہے تو میرا دل کانپ اُٹھا۔ مجھے جیسے عالمِ غیب سے اشارہ مل رہا تھا کہ چنگیز نے اتنی بڑی لغزش کی ہے جس کی سزا صرف اُس کی نہیں ہم سب کی موت ہے اور اُس کی یہ لغزش شام اور مصر کی آزادی کی موت کا بھی باعث بن سکتی ہے۔ میں نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی مگر اس کی عقل پر عورت نے جو طلسم طاری کردیا تھا وہ اُسے ہم سے اور اپنے فرائض سے اور اپنے ایمان سے بھی بہت دور لے گیا تھا۔ میں نے اُسی وقت ارادہ کرلیا تھا کہ اب یہی ایک صورت رہ گئی ہے کہ اس عورت کو قتل کردیا جائے اور اگر چنگیز کا رویّہ نہ بدلے تو اُسے بھی ختم کردیا جائے۔ ملک اور قوم کو خطرے سے بچانے کے لیے ایک آدمی کا قتل کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔ یہ تو جاسوسی کا اصول ہے کہ گروہ کے کسی آدمی پر غداری کا شک ہو یا اُس کی وسالمت سے راز فاش ہونے کا خطرہ ہو تو اُسے ختم کردیا جائے۔ میں نے پھر بھی اس کے قتل سے گریز کیا مگر وہ مجھے قتل کرنے کے لیے پاگل ہوگیا تھا۔"

"یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ تم نے اُسے غلط فہمی میں قتل کردیا ہو۔" امام نے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ لڑکی مسلمان ہی ہو اور وہ سچے دل سے ہمارے لیے کام کررہی ہو۔"

"ہوسکتا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "لیکن میں نے ثبوت دیکھ لیا تھا۔ میں نے چنگیز کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ میں نے اس عورت کو اُس عمارت سے نکلتے اور واپس جاتے دیکھا تھا جہاں ہرمن کے شعبے کی لڑکیاں رہتی ہیں۔ میں نے یہ بھی معلوم کرلیا تھا کہ یہ عورت کسی کمانڈر کی داشتہ نہیں۔ وہ اس عمارت میں رہتی ہے۔ آج رات میں چنگیز کے پیچھے چلا گیا اور جہاں وہ اس عورت کے ساتھ بیٹھا وہاں سے چند قدم دُور میں ایک درخت کے پیچھے بیٹھ گیا۔ عورت نے جس انداز سے چنگیز سے راز کی باتیں پوچھیں اور جو باتیں پوچھیں وہ اس شک کو یقین میں بدلنے کے لیے کافی تھیں کہ یہ عورت صلیبیوں کی جاسوس ہے۔ اُس نے تریپولی میں ہمارے چھاپہ ماروں کے متعلق پوچھا اور چنگیز کو بتایا کہ صلیبی فوج کے لیے رسد وغیرہ کا بے انداز ذخیرہ رکھا گیا ہے جس میں آتش گیر سیال کے بے شمار مشکے ہیں۔ میں بھی جاسوس ہوں۔ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ یہاں کہیں بھی اتنا ذخیرہ نہیں رکھا گیا۔ اُس نے جو جگہ بتائی تھی وہاں کچھ بھی نہیں۔ آپ خود کل جاکے دیکھ لینا۔۔۔۔

"چنگیز نے اُس کے آگے ہماری ساری جماعت کی نشاندہی کردی اور اُس نے میرا نام لے کر مجھے بھی بے نقاب کردیا۔ میں اتنی اہم جگہ پر ہوں جہاں مجھے راز کی گہری باتیں بھی معلوم ہوجاتی ہیں۔ اس عورت نے میرا نام سنا تو وہ اپنی حیرت کو چھپا نہ سکی۔ وہ بہت دیر خاموش رہی۔ پھر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ہمارا اتنا خطرناک راز یہ عورت لے جارہی تھی اور یہ راز سیدھا ہرمن کے پاس جارہا تھا۔ اُس کے نتائج کا آپ اندازہ کرسکتے ہیں۔ میں نے اُٹھ کر عورت کو پکڑ لیا اور خنجر اُس کے سینے میں گھونپ دیا۔ چنگیز مجھ پر ٹوٹ ٹوٹ پڑتا تھا۔ اُسے بہت سمجھایا۔ حقیقت بتائی مگر شراب نے اُسے حیوان بنا رکھا تھا۔ میں نے اس کے خنجر سے زخم کھا کر بھی اُسے سمجھایا مگر وہ سوچنے سمجھنے کی حالت میں تھا ہی نہیں۔ میں نے محسوس کرلیا تھا کہ زندہ رہا تو میں اُسے قابو میں نہیں لاسکوں گا اور ہمارا اصل مقصد بُری طرح ختم ہوجائے گا۔ میں نے اُسے بھی ختم کردیا۔"

"تم نے اچھا کیا ہے۔" امام نے کہا۔ "میں تمہارا فیصلہ قبول کرتا ہوں۔ تم اب تریپولی سے نکل جاؤ۔ میں انتظام کردیتا ہوں۔"

"نہیں۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "صبح چنگیز اور عورت کی لاشیں سب دیکھ لیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہرمن کو معلوم ہوچکا ہے کہ چنگیز جاسوس تھا۔ اسی نے اس عورت کو اس کے پیچھے ڈالا تھا۔ وہ یہی سمجھے گا کہ ان دونوں کو مسلمان جاسوسوں نے قتل کیا ہے، پھر یہاں کے مسلمانوں کے لیے قیامت آجائے گی۔ پہلے ہی احکام مل چکے ہیں کہ کسی پر جاسوسی کا شک ہو تو اُسے تہِ تیغ یا قتل کردیا جائے۔ اب تو یوں سمجھو کہ یہاں کے ہر مسلمان گھرانے پر ہرمن نے ایک ایک جاسوس مقرر کردیا ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے کے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں۔۔۔۔ میں واپس اپنی جگہ جارہا ہوں۔ میں یہ قتل اپنے ذمے لوں گا اور وجہ یہ بتاؤں گا کہ میں اور چنگیز رقیب تھے۔"

"ہم تم سے اتنی قربانی نہیں لیں گے۔" امام نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ ایک آدمی کو بھیجوں گا جو

تمہیں تاہرو چھوڑ آئے گا۔"

"میں اپنی جان کی قربانی دینا چاہتا ہوں۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "مجھے وہ وقت یاد ہے جب میرے شہر میں صلیبی فوج کے دو افسروں نے میری بہن پر ہاتھ ڈالا تھا۔ انہوں نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ میری بہن کو اٹھا کر لے چلیں۔ کوئی عیسائی میری مدد کو نہیں آیا۔ تین مسلمان جوانوں نے ان سپاہیوں کا مقابلہ کیا تھا۔ تینوں زخمی ہو گئے تھے لیکن انہوں نے میری بہن کو بچا لیا تھا۔ وہ تو بالائی افسر اچھا تھا جس نے میری شکایت سن لی تھی ورنہ میری بہن بھی نہ رہتی اور تینوں مسلمانوں کو بھی قتل کرا دیا جاتا۔ اسی واقعہ نے مجھے مسلمانوں کا حاسوس بنایا تھا۔ میں آپ کی قوم کو اس احسان کا صلہ دینا چاہتا ہوں۔ میں اپنی جان جلاد کے حوالے کر کے تریپولی کے مسلمانوں کی جان اور عزت بچاؤں گا۔"

اس نے امام کو بتایا۔ "صلیبیوں نے فوجیں جمع کرنی شروع کر دی ہیں اور ان کا رخ حلب کی طرف ہوگا۔ وہ سب سے پہلے شام کو تہہ تیغ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ابھی یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ کب کوچ کریں گے۔ یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ ان کی ساری فوج ایک ہی علاقے پر حملہ کرے گی یا آگے جا کر تقسیم ہو جائے گی اور ایک ہی وقت کئی مقامات پر حملے کرے گی۔ سلطان ایوبی تک یہ اطلاع بہت جلدی پہنچ جانی چاہیئے تاکہ وہ مصر میں نہ بیٹھا رہے۔" ڈاکٹر کو جو کچھ معلوم ہو سکا تھا وہ اس نے امام کو بتا دیا۔

وہ اٹھا اور امام کے روکنے پر بھی نہ رکا۔ کہنے لگا۔ "آپ بے فکر مطمئن رہیں۔ آپ کو کوئی نہیں پکڑ سکے گا۔"

اور وہ باہر نکل گیا۔

☆

وہ شہر سے بھی نکل گیا۔ اس کے زخموں سے خون بند ہو چکا تھا۔ امام نے دونوں زخموں پر پٹیاں باندھ دی تھیں۔ اس نے اس خیال سے دونوں پٹیاں اتار کر پھینک دیں کہ جن کے پاس وہ جا رہا تھا وہ یہ نہ پوچھ بیٹھیں کہ مرہم پٹی کس سے کرائی ہے۔ زخموں سے پھر خون رسنے لگا۔ وہ اس جگہ گیا جہاں چنگیز اور عورت کی لاشیں پڑی تھیں۔ رات کے پچھلے پہر کا چاند ابھر آیا تھا۔ ڈاکٹر کو شراب کی صراحی اور دو پیالے پڑے نظر آئے۔ اس نے عورت کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ موت بھی اس کے چہرے کا حسن نہیں بگاڑ سکی تھی۔ اس کے کھلے ہوئے ریشمی ملائم بال اس کے سینے پر بکھر گئے تھے۔ ڈاکٹر نے شراب کی صراحی کو دیکھا اور زیر لب کہا۔ "انسان نے اپنی تباہی کے کیسے کیسے ذریعے اختیار کیے ہیں۔"

اس نے چنگیز کو دیکھا اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ چنگیز کا جسم برف کی طرح سرد ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ "تم اچھی طرح جانتے تھے کہ عورت مرد کی کتنی بڑی کمزوری ہے اور شراب نے بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے ہیں۔ تم نے اس کمزوری کو اپنے اندر ڈال لیا.... میں بھی آ رہا ہوں میرے دوست! جلاد مجھے جلدی ہی تمہارے پاس پہنچا دے گا۔ ہم ایک ہی منزل کے مسافر ہیں۔ میں آ رہا ہوں دوست، میں آ رہا ہوں۔"

وہ اٹھا اور بہت تیز قدم اٹھاتا اس عمارت کی طرف چل پڑا جس میں افسر رہتے تھے۔ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے نیام سے خنجر نکالا۔ اس پر خون جم گیا تھا۔ اس نے اسے اپنے خون سے تر کیا اور خنجر ہاتھ میں رکھا۔ خون زیادہ نکل جانے سے وہ کمزوری محسوس کرنے لگا تھا.... اس نے ایک دروازے پر دستک دی۔ اسے معلوم تھا کہ جس کے پاس اسے جانا ہے اس کی رہائش یہی ہے۔ کچھ دیر بعد ایک ملازم نے دروازہ کھولا۔ ڈاکٹر نے افسر کا نام لے کر کہا کہ اسے جگاؤ اور بتاؤ کہ ایک قاتل آیا ہے۔ ملازم اندر کو دوڑا۔

اندر سے گالیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ افسر گالیاں بکتا آیا۔ دروازے پر آ کر غصہ بھری آواز میں پوچھا۔ "کون ہو تم، کسے قتل کر کے آئے ہو؟" ملازم قندیل اٹھائے دوڑا آیا۔ افسر نے روشنی میں ڈاکٹر کو دیکھ کر پوچھا۔ "تم؟ کسی سے لڑائی ہو گئی تھی؟"

"میں دو انسانوں کے قتل کا اقبال کرنے آیا ہوں۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "مجھے گرفتار کر لیں۔"

افسر نے اس کے منہ پر بڑی زور سے تھپڑ مار کر کہا۔ "قتل کا تمہیں یہی وقت ملا تھا؟ دن کو کیوں نہ قتل کیا؟ میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں جو اس وقت تمہیں گرفتار کروں گا؟ آدھی گہری نیند سے مجھے جگا دیا ہے۔" اس نے اپنے ملازم سے کہا۔ "لے جاؤ اسے، قید خانے میں بند کر دو۔"

ملازم ڈاکٹر کو بازو سے پکڑ کر چل پڑا تو افسر نے گرج کر کہا۔ "ادھر لے جاؤ، جنگلی کہیں کے۔ تم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ راستے میں تمہیں بھی قتل کر دے گا۔ اندر لاؤ اسے۔ اس نے کیا کیا ہے؟"

"میں نے ایک آدمی اور ایک عورت کو قتل کیا ہے جناب!" ڈاکٹر بلند آواز سے بولا۔

"قتل کیا ہے؟" افسر نے حیرت اور گھبراہٹ سے پوچھا۔ "قتل کیا ہے؟.... اگر مسلمان کو قتل کیا ہے تو جاؤ اپنی مرہم پٹی کراؤ۔ تم اسے قتل نہ کرتے تو وہ تمہیں قتل کر دیتا۔ اگر کسی صلیبی کو قتل کیا ہے تو تمہیں بھی قتل ہونا چاہیئے۔ اندر آ کر بتاؤ۔"

"آپ نے میرے ساتھ ایک بڑا ہی خوبرو آدمی دیکھا ہوگا۔" ڈاکٹر نے اندر جا کر کہا۔ اس نے چنگیز کا عیسائی نام بتایا جس سے وہ جانا پہچانا جاتا تھا۔ کہنے لگا۔ "میری دوستی ایک عورت کے ساتھ تھی۔ میرے اس ساتھی نے اس عورت کو ورغلایا اور میرے اور اس کے تعلقات توڑ ڈالے۔ اس عورت کے ساتھ دوستی کر لی اور اس سے میری بے عزتی کرائی۔ میں اس عورت کی دوستی سے دست بردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ ان دونوں نے مجھے بہت مشتعل کیا۔ میں نے آج رات انہیں اکٹھے بیٹھے دیکھ لیا۔ میں دراصل انہیں دیکھنے ہی گیا تھا۔ انہیں میں نے ایسی حالت میں دیکھا جو میری برداشت سے باہر تھی۔ میں نے عورت پر حملہ کیا اور اسے خنجر سے مار ڈالا۔ پھر اپنے رقیب کے ساتھ خنجر بازی ہوئی۔ مجھے یہ دو زخم آئے ہیں۔ اسے بھی دو ہی زخم آئے ہیں مگر مہلک ثابت ہوئے ہیں۔ میں کہیں بھاگ جانے کی بجائے آپ کے پاس آ گیا ہوں۔"

افسر نے کہا۔ "عورت کے لیے قتل ہونا یا قتل کرنا عقلمندی تو نہیں۔"

یہ افسر بالکل سنجیدہ نہیں لگتا تھا۔ وہ شاید ڈاکٹر کو چھوڑ دیتا مگر صبح ہوتے ہی لاشیں دیکھی گئیں۔ ہر سو الارم

اُس کے نائب کو پتہ چلا تو دونوں غصے سے پاگل ہونے لگے۔ بقتوا اُن کی بڑی قیمتی اور کارآمد مُخبر اور جاسوس تھی اور چنگیز اس عورت کا شکار تھا جس سے اس گروہ کا سراغ لگانا تھا۔ یہ گروہ محفوظ ہو گیا تھا۔ دکھڑ کے زخموں سے خون بہ رہا تھا۔ کسی نے اُس کی مرہم پٹی کی نہ سوچی۔ ہرمن نے اُسے پیٹنا شروع کر دیا جس سے دکھڑ بے ہوش ہو گیا۔ اُس کے بعد وہ کبھی بھی ہوش میں نہ آیا۔ دوسرے دن بے ہوشی کی حالت میں ہی اُسے جلاّد کے حوالے کر دیا گیا۔ جلاّد کے کلہاڑے نے ایک ہی وار سے اُس کا سر تن سے جُدا کر دیا۔

اُس کے سر اور دھڑ کو جب ایک گڑھے میں پھینکا جا رہا تھا، اُس وقت امام کا روانہ کیا ہُوا ایک جاسوس تریپولی سے دمشق پہنچ گیا تھا۔ اُسے اونٹ پر بھیجا گیا تھا کیونکہ قاہرہ تک کا سفر بڑا ہی لمبا اور بڑا ہی کٹھن تھا جسے صرف اونٹ برداشت کر سکتا تھا۔

☆

۵۷۲ ہجری (۱۱۷۶ عیسوی) کے اوائل کا ایک مہینہ تھا۔ قاہرہ کے فوجی علاقے میں غیر معمولی رونق اور چہل پہل تھی۔ کسی میدان میں گھوڑے دوڑائے جا رہے تھے اور کہیں پیادہ سپاہیوں کو ٹریننگ دی جا رہی تھی۔ شتر سواروں کی رونق الگ تھی۔ قاہرہ سے دُور پہاڑی علاقے میں منظر ایسا تھا جیسے جنگ لڑی جا رہی ہو۔ یہ سلطان ایوبی کی فوج کی جنگی مشق تھی۔ ایک وادی میں آتش گیر مادہ پھینک کر آگ لگائی گئی تھی جو بیس پچیس گز تک پھیلی ہوئی تھی۔ سوار گھوڑے دوڑاتے ان شعلوں میں سے گزر رہے تھے۔ ایک جنگی مشق دُور ریگستان میں ہو رہی تھی۔ کسی سپاہی کو کرپانی اپنے ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

یہ بڑی ہی سخت ٹریننگ تھی جو نئے رنگروٹوں کو دی جا رہی تھی۔ بھرتی ابھی جاری تھی۔ فوج کے تمام سالار اور دیگر افسر اس ٹریننگ میں مصروف تھے۔ سلطان ایوبی سلطنت کے دوسرے مسائل اور امور کی طرف رات کو توجہ دیتا تھا۔ اُس کا دن ٹریننگ کی نگرانی کرتے اور سالاروں کو ہدایات دیتے گزرتا تھا۔ اُس نے سب سے کہہ دیا تھا کہ اگر صلیبیوں نے شام پر فوج کشی نہ کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے لڑائی سے توبہ کر لی ہے یا ان کی عقل جواب دے گئی ہے مگر ان دونوں میں سے ایک بھی بات صحیح نہیں۔ وہ ضرور آئیں گے۔

"اس وقت تک کسی نہ کسی مقبوضہ علاقے سے اپنے کسی آدمی کو آنا چاہیئے تھا۔" سلطان ایوبی نے اپنے پاس کھڑے ایک سالار سے کہا۔ وہ ایک چٹان پر کھڑا جنگی مشق دیکھ رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "صلیبی آئیں گے ضرور۔ یہ مجھے کوئی جاسوس ہی بتا سکتا ہے کہ وہ کدھر سے آئیں گے، کہاں آئیں گے اور اُن کی نفری کتنی ہوگی۔"

وہ چٹان سے اُتر کر کسی اور طرف جانے لگا تو اُسے دُور سے گرد اڑتی نظر آئی جو ایک یا دو گھوڑوں کی تھی۔ سلطان رُک گیا۔ گرد قریب آئی تو اُس میں سے دو گھوڑے برآمد ہوئے۔ ایک پر علی بن سفیان سوار تھا اور دوسرے کو سلطان پہچان نہ سکا۔ وہ تریپولی سے امام کا بھیجا ہُوا جاسوس تھا جو وہاں سے اونٹ پر روانہ ہُوا تھا۔ بہت دنوں بعد قاہرہ پہنچا تھا۔ علی بن سفیان نے اس سے رپورٹ لی اور اُسے گھوڑا دے کر ساتھ لے آیا تاکہ یہ رپورٹ سلطان ایوبی کو فوراً دے دی جائے۔

جاسوس نے سلطان ایوبی کو بتایا۔ "صلیبی ایک بھرپور یلغار اور طوفانی حملے کے لیے تیاریاں کر رہے ہیں۔ فوجوں کا اجتماع شروع ہو گیا ہے۔ سب سے زیادہ فوج حنین کے شاہ ریناٹ کی ہے۔ وہ اس طوفانی یلغار کی قیادت کرنا چاہتا ہے۔"

"وہی ریناٹ جسے نورالدین زنگی نے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا تھا۔" سلطان ایوبی نے کہا۔

"اسے وہ اپنی شرائط پر رہا کرنا چاہتے تھے مگر زنگی کی بے وقت موت ریناٹ کی رہائی کا باعث بنی۔ اتنا زر و جواہرات کے لالچ اُس نے نورالدین زنگی کے کمسن بیٹے کو کٹھ پتلی بنایا اور ریناٹ کو رہا کر دیا۔ آج وہ ریناٹ اسلام کا خاتمہ کرنے آ رہا ہے.... ہاں! تم آگے سناؤ۔ انہیں یلغار کرنی چاہیئے تھی۔ اور کون ہوگا؟"

"تریپولی کا ریمانڈ ہوگا۔ زیادہ تر افواج کا اجتماع وہیں ہو رہا ہے اور حملے کی تفصیلات وہیں طے ہو رہی ہیں۔ تیسرا بالڈوِن ہوگا۔ اُس کی فوج بھی کم نہیں۔ یہ معلوم نہیں کیا جا سکا کہ صلیبی فوج کب کُوچ کرے گی۔ بظاہر شام پر ہوگا۔ حلب، حران اور حماۃ کے نام سنے گئے ہیں۔ کُوچ جامنی ہوگا۔"

"علی بن سفیان!" سلطان ایوبی نے کہا۔ "مجھے تریپولی سے آخری اطلاعات کا انتظار رہے گا۔"

"ان اطلاعات کا انتظار نہ کریں جن کی آپ توقع لگائے بیٹھے ہیں۔" علی بن سفیان کی بجائے جاسوس نے جواب دیا۔ "صلیبیوں کے عسکری ایوان میں ہمارے دو آدمی تھے۔ دونوں مارے گئے ہیں۔" اُس نے راشد چنگیز اور دکھڑ کا واقعہ سنا دیا۔ سلطان ایوبی کی آنکھیں اُبل پڑیں۔ جاسوس نے کہا۔ "ریناٹ نے نہ صرف کیا ہے کہ اُس کی فوج میں اڑھائی سو نائٹ ہوں گے۔ اپنے ان دونوں جاسوسوں نے مرنے سے پہلے امام کو بتایا تھا کہ صلیبی آپ کو چھاپہ مار اور شب خون مارنے کا طریقہ استعمال کرنے کی مہلت نہیں دیں گے۔ انہوں نے کچھ ایسی چالیں سوچ لی ہیں جن سے وہ آپ کو مجبور کر دیں گے کہ آپ پوری فوج کو سامنے لا کر لڑیں۔ انہیں آپ کی اس کمزوری کا علم ہے کہ آپ کے پاس فوج کی کمی ہے۔ اسی کے پیشِ نظر وہ بہت زیادہ فوج جمع کر رہے ہیں تاکہ آپ گھوم پھر کر نہ لڑ سکیں۔"

جاسوس کی یہ اطلاع ملنے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی باہر کم نظر آنے لگا۔ وہ کمرے میں بند رہنے لگا۔ کاغذ پر ممکنہ میدانِ جنگ کا نقشہ بنا کر اس پر پیش قدمی اور دیگر چالوں کی لکیریں کھینچتا رہتا۔ کبھی اچانک اپنے سالاروں کو بلا کر اُن کے ساتھ بحث میں اُلجھ جاتا اور انہیں موقع دیتا کہ وہ بھی رائے دیں اور چالیں سوچیں۔ ان سالاروں میں ایک عیسیٰ الہکاری تھا جو ایک قابل سالار ہونے کے علاوہ عالم اور قانون دان بھی تھا۔ اُسے بعض مؤرخوں نے سلطان ایوبی کا دستِ راست بھی کہا ہے۔

ایک روز سلطان ایوبی نے خلافِ توقع کُوچ کا حکم دے دیا۔ اس نے فوج کا خاصا حصہ سوڈان کی سرحد کے ساتھ خیمہ زن کر دیا کیونکہ اُدھر سے بھی حملے کا خطرہ تھا۔ اُس کے لیے سب سے بڑی مصیبت یہی تھی کہ وہ پیش قدمی کرتا تھا تو اُس کے عقب میں بھی دشمن ہوتا تھا۔ صلیبیوں کے لیے وہ مصر کی ساری فوج نہیں لے جا سکتا تھا۔ اُس نے کُوچ کیا تو مؤرخوں کے اعداد و شمار کے مطابق اس کے پاس جو فوج تھی وہ ایک لاکھ سے زیادہ

تھی۔ یہ سب مملوک تھے (مملوک آزاد کیے ہوئے غلاموں کو کہا جاتا تھا) یہ لڑاکے اور جنگجو تھے۔ ان کے علاوہ آٹھ ہزار گھوڑ سوار تھے جن میں مصری بھی تھے اور دو سوڈانی بھی جنہیں ۱۱۶۹ء میں سلطان ایوبی نے بغاوت کے جرم میں فوج سے نکال کر انہیں زرخیز زمینوں پر آباد کر دیا تھا۔ اب وہ مصر کے وفادار تھے۔ ان پر اعتماد کیا جا سکتا تھا مگر یہ ایک ہزار مملوک اور آٹھ ہزار سوار نئے نئے فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ انہوں نے ابھی جنگ دیکھی ہی نہیں تھی۔ اُن کی ٹریننگ بمشکل مکمل ہوئی تھی۔

سلطان ایوبی اپنی فوج اپنے بھائی العادل کی زیرِ کمان حلب کے مضافات میں چھوڑ آیا تھا۔ اُسے کسی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ صلیبی اتنی جلدی شام تک نہیں پہنچیں گے۔ اُس نے کوچ بہت تیز کرایا اور حلب جا پہنچا۔ وہاں اُسے پتہ چلا کہ صلیبیوں نے حرن کے قلعے کو محاصرے میں لے رکھا ہے۔ آپ نے حرن کا مکمل ذکر پچھلی کہانیوں میں پڑھا ہے۔ سلطان ایوبی نے محاصرہ کرنے والی صلیبی فوج کو محاصرے میں لے لیا۔ اُس کی یہ چال ایسی اچانک تھی کہ صلیبی جم کر لڑ نہ سکے۔ سلطان ایوبی نے بہت سے تیدی پکڑے اور صلیبیوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ اُس نے پیش قدمی جاری رکھی اور دو اہم مقامات، لِدّبا اور رملہ، پر قبضہ کر لیا۔

یہ فتوحات تدرے آسان تھیں۔ مصر سے آئے ہوئے نئے سپاہیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ سمجھے کہ جنگ اسی طرح ہوتی ہے جس میں فتح ہماری ہی ہوتی ہے۔ اس سے نئے سپاہی غیر محتاط ہو گئے۔ صلیبیوں نے غالباً دانستہ پسپا ہو کر سلطان ایوبی کو دھوکہ دیا تھا۔ انہوں نے تھوڑی سی فوج کی نمائش کی تھی۔ یہ فرنگی (فرینکس) تھے۔ ریمالڈ اور بالڈوِن کی فوجیں ابھی سامنے نہیں آئی تھیں۔ وہ اسی علاقے میں موجود تھیں۔ اب صلیبیوں نے ایسے سخت انتظامات کیے تھے کہ سلطان ایوبی کے جاسوس دشمن کے علاقے سے نکل ہی نہ سکے۔ تربیولی کے جاسوس کے بعد اُدھر سے کوئی آ ہی نہ سکا۔

رملہ کے قریب ایک ندی تھی جس کا پانی تو گہرا نہیں تھا ندی گہرائی میں تھی اور چوڑی بھی۔ عیسیٰ العکاری نے رملہ کو فتح کر کے اپنے دستوں کو رملہ کے ارد گرد پھیلا دیا۔ اچانک ندی کے کنارے کی اوٹ میں صلیبیوں کی فوج یوں نکلی جیسے سیلاب کناروں سے باہر آ گیا ہو۔ یہ فوج جانے کب سے وہاں چھپی بیٹھی تھی۔ عیسیٰ العکاری کے دستے بے خبری میں مارے گئے۔ وہ بکھرے ہوئے بھی تھے۔ مقابلہ نہ کر سکے۔ تربیولی کے جاسوس کی یہ اطلاع صحیح ثابت ہوئی کہ صلیبی ایسی چالیں چلیں گے جن سے سلطان ایوبی اپنے مخصوص طریقۂ جنگ سے لڑنے کے قابل نہیں رہے گا۔

اُس وقت کے ایک وقائع نگار ابنِ اسیر نے لکھا ہے "فرنگی اس طرح ندی سے نکلے جیسے انسانوں اور گھوڑوں کا سیلاب کناروں سے باہر آ کر آبادیوں کو اپنے ساتھ بہائے لے جا رہا ہو۔ سلطان ایوبی کی فوج بے خبری میں مکمل گھیرے میں آ گئی۔"

مشہور مؤرخ جیمز نے لکھا ہے — "شاہ بالڈوِن صلاح الدین ایوبی سے پہلے اپنی فوج رملہ کے مضافات میں لے آیا تھا۔ صلاح الدین ایوبی کی فوج نے رملہ کا شہر فتح کر لیا اور اس کے ہراول کے ایک سالار ایولن نے شہر کو آگ لگا دی تھی۔ صلیبیوں (فرنگیوں) کی گھات کامیاب رہی۔ ایوبی گھیرے میں آ گیا۔ اُس کے دستے بکھر گئے۔

اس نے کئی دستے یکجا کر لیے اور اپنی خصوصی چال کے مطابق جوابی حملہ کیا مگر میدان صلیبیوں کے ہاتھ تھا۔ صلاح الدین ایوبی کا حملہ نہ صرف ناکام رہا بلکہ اُس کے لیے پسپائی بھی ناممکن ہو گئی۔

نئے رنگروٹ جو چند ایک مقامات آسانی سے فتح کر کے یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ انہیں کوئی شکست دے ہی نہیں سکتا وہ ایسے بھاگے کہ انہوں نے مصر کا رخ کر لیا۔ بھاگنے والوں میں اُن کی تعداد زیادہ تھی جنہیں بعض فیاض فوجی افسروں نے مالِ غنیمت کا لالچ دے کر بھرتی کیا تھا۔ سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ سب ناتجربہ کار تھے۔

سلطان ایوبی اس کیفیت میں رہ گیا تھا کہ وہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر میدانِ کارزار سے نکلا اور اپنی جان بچائی۔

قاضی بہاؤالدین شدّاد جو اس جنگ کا عینی شاہد ہے، اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے — "سلطان ایوبی نے مجھے اس شکست کی وجہ ان الفاظ میں بتائی تھی — 'صلیبیوں نے میری چال چل کر میری فوج کو اُس وقت جنگ میں گھسیٹ لیا جب میں اسے جنگی ترتیب میں نہیں لا سکا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ میری فوج کے پہلوؤں پر جو دستے تھے وہ جگہ آپس میں بدل رہے تھے۔ یہ بہت بڑی نقل و حرکت تھی۔ صلیبیوں نے اس کیفیت میں حملہ کر دیا۔ اُن کا حملہ اتنا شدید اور اچانک تھا کہ میرے نئے سپاہی اور سوار گھبرا کر پیچھے کو بھاگ اٹھے اور انہوں نے مصر کا رُخ کر لیا۔ وہ راستے سے بھٹک گئے اور دُور دُور بکھر گئے۔ میں انہیں یکجا نہ کر سکا۔ دشمن نے میری فوج سے بہت سے جنگی قیدی پکڑے۔ ان میں عیسیٰ العکاری بھی تھا۔' سلطان ایوبی نے اپنی فوج کو مروانے کی بجائے حکم دے دیا کہ اپنے اپنے طور پر میدانِ جنگ سے نکلو اور قاہرہ پہنچنے کی کوشش کرو۔"

سلطان ایوبی نے صلیبیوں کو ساٹھ ہزار دینار زرِ فدیہ ادا کر کے عیسیٰ العکاری کو رہا کرا لیا۔ ایک مصری وقائع نگار محمد فرید ابو حدید نے لکھا ہے کہ سلطان ایوبی نے اپنے بھائی شمس الدولہ توران شاہ کو اس جنگ اور اپنی شکست کا حال لکھا تھا جس میں اُس نے عربی کا ایک شعر بھی لکھا تھا۔ اُس کے معنی یہ ہیں۔

"میں نے تمہیں اُس وقت یاد کیا جب صلیبی برچھیاں چل رہی تھیں۔ دشمن کی سیدھی اور گندمی رنگ کی برچھیاں ہمارے جسموں میں داخل ہو کر ہمارا خون پی رہی تھیں۔"

یہ معرکہ جمادی الاوّل ۵۷۲ ہجری (اکتوبر ۱۱۷۶ء) میں لڑا گیا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اس حالت میں قاہرہ پہنچا کہ اُس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی فوج نہیں تھی۔ اُس کا محافظ دستہ بھی ساتھ نہیں تھا۔ اُس نے قاہرہ پہنچتے ہی مزید بھرتی کا حکم دیا۔ شام کے محاذ پر وہ اپنے بھائی العادل اور بڑے قابل سالاروں کو حماۃ کے علاقے میں چھوڑ آیا تھا۔

☆

جب فرض نے محبّت کا خُون کیا

آج وہ رملہ اسرائیلیوں کے قبضے میں ہے جہاں آٹھ سو سال پہلے سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں سے شکست کھائی تھی۔ رملہ یروشلم القدس سے دس میل دور شمال میں واقع ہے، اردن کے علاقے میں ہے۔ جون ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیلیوں نے اردن کے اس تمام علاقے پر قبضہ کر لیا تھا جو دریائے اُردن کے مغربی کنارے پر اسرائیل کی سرحد تک پھیلا ہُوا ہے۔ دس برس گزر گئے ہیں، اسرائیلیوں نے یہ علاقہ خالی کرنے کی بجائے اس پر مکمل قبضہ کر لیا ہے اور کہا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں یہاں سے نکال نہیں سکتی۔ انہوں نے رملہ کو (اور اس تمام مقبوضہ علاقے کو) اُس وقت بھی قتل گاہ بنایا تھا جب انہوں نے اس پر قبضہ کیا تھا، یہ آج بھی قتل گاہ ہے۔ گذشتہ ایک سال سے رملہ میں جو مسلمان رہ گئے وہ اسرائیل حکومت کے خلاف مظاہرے کر رہے ہیں اور اسرائیلی انہیں ظلم و تشدد اور رائفلوں کی گولیوں سے خاموش کر رہے ہیں۔

اسرائیلیوں کی ہٹ دھرمی اور عربوں کے آپس کے اختلاف بتا رہے ہیں کہ اسرائیلی اس علاقے کو نہیں چھوڑیں گے۔ دس برس تو گزر گئے ہیں لیکن آٹھ سو سال پہلے جب یہ علاقہ اور یہی رملہ صلیبیوں کے قبضے میں آیا تھا تو سلطان صلاح الدین ایوبی ایک دن بھی چین سے نہیں بیٹھا تھا۔ وہ میدانِ جنگ سے بڑی مشکل سے جان بچا کر نکلا تھا۔ اس کی فوج ایسی بُری طرح بھاگی کہ بکھر کر مصر کا رُخ کر لیا۔ فوج کی نفری صلیبیوں کی قیدی ہو گئی اور کچھ نفری قاہرہ تک بے سروسامانی کی حالت میں پا پیادہ جاتے صحرا اور سفر کی صعوبتوں کی بھینٹ چڑھ گئی۔ ایسی شکست حوصلے اور جذبے توڑ دیا کرتی ہے۔ سنبھلتے سنبھلتے مدتیں گزر جاتی ہیں، لیکن سلطان ایوبی مصر جا کر نہ صرف سنبھلا بلکہ اُس علاقے میں واپس گیا جہاں سے شکست کھا کر بھاگا تھا اور اُس نے صلیبیوں کے لیے قیامت بپا کر دی۔

رملہ آج پھر صلاح الدین ایوبی کا انتظار کر رہا ہے۔

سلطان ایوبی کے سامنے صرف یہ مسئلہ نہیں تھا کہ شکست کا انتقام لینا ہے اور صلیبیوں کی پیش قدمی کو روکنا ہے، اُسے بہت سے خطروں نے گھیر رکھا تھا۔ اُس کی صفوں میں غدّاروں کی کمی نہیں تھی۔ سوڈان کی طرف سے حملے کا خطرہ بڑھ گیا تھا۔ سوڈانیوں کو معلوم تھا کہ سلطان ایوبی کے پاس فوج نہیں رہی اور جو ہے وہ شکست خوردہ اور

زخم خوردہ ہے۔ یہ خطرہ تو سب سے بڑا تھا کہ صلیبیوں کے پاس فوج دس گنا زیادہ تھی اور اس فوج کے حوصلے کورڈ کی فتح نے مضبوط کر دیا تھا۔ ایک یہ خطرہ بھی تھا کہ جو مسلمان امراء سلطان ایوبی کے مخالف تھے وہ اس کی شکست سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ وہ ایک بار پھر متحد ہو کر سلطان ایوبی کی اُس فوج کے لیے مصیبت بن سکتے تھے جسے وہ محاذ پر چھوڑ آیا تھا۔ اس فوج کا سالارِ اعلیٰ اس کا اپنا بھائی العادل تھا جس پر سلطان کو مکمل اعتماد تھا۔

اور ایک خطرہ صلیبی جاسوسوں کا بھی تھا۔ پسپائی کے وقت صلیبیوں کے جاسوسوں کا بھی مصری فوج کے بھیس میں مصر پہنچ جانا آسان تھا۔ یہ جاسوس مصر میں افواہیں پھیلا کر قوم کی حوصلہ شکنی کر سکتے تھے۔

اس شکست کے بعد العادل تروبن حماۃ تک پیچھے ہٹ آیا تھا۔ اس داستان کی پچھلی اقساط میں آپ نے حماۃ کی جنگ کی تفصیل پڑھی ہے۔ یہاں سلطان ایوبی نے اپنے مخالف مسلمان امراء کو شکست دی تھی۔ حماۃ کا قلعہ بھی تھا۔ صلیبی سلطان کو شکست دے کر حماۃ کی طرف بڑھے۔ العادل خود بھی قابل سالار تھا اور اُس کے ساتھ جو سالار تھے وہ مردانِ حُر تھے۔ ان کا دین و ایمان سلطان ایوبی کی طرح پختہ تھا۔ العادل اپنے بھائی سلطان ایوبی کا شاگرد تھا۔ جنگی چالوں کی مہارت اسی سے سیکھی تھی۔ اُسے اندازہ تھا کہ صلیبی اتنی بڑی اور اتنی آسان فتح کے بعد رات میں ہی خیمہ زن نہیں ہو جائیں گے۔ اُس نے کسی بہروپ میں اپنے جاسوس پیچھے چھوڑے اور خود فوج کے ساتھ حماۃ کا رخ کیا۔ اُسے پتہ چل گیا تھا کہ سلطان ایوبی مصر چلا گیا ہے۔

اُس کا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ جاسوسوں نے اُسے اطلاع دی کہ صلیبیوں کی فوج حماۃ کی طرف پیشقدمی کر رہی ہے۔ العادل نے اپنی فوج کی کیفیت دیکھی۔ اچھی نہیں تھی۔ سپاہیوں کا حوصلہ مجروح ہو گیا تھا۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی بھی کمی ہو گئی تھی۔ رسد کی کیفیت بھی تسلی بخش نہیں تھی۔ البتہ وہ فوج کو بڑی اچھی جگہ لے آیا تھا جہاں سبزہ، پانی اور عمدہ پہاڑی تھا۔ العادل نے فوج کو ایک جگہ جمع کر لیا۔ اُس نے دیکھا کہ اونٹوں کی نسبتاً تعداد زخمی ہے۔ اُس نے ان اونٹوں کو ذبح کرا دیا اور فوج سے کہہ دیا کہ پیٹ بھر کر گوشت کھاؤ۔ اس طرح اُس نے رات کو ایک وسیع وادی میں جشن کا منظر بنا دیا۔ شام کو ہی اُس نے حلب اور دمشق کو اس پیغام کے ساتھ قاصد دوڑا دیئے تھے کہ جس قدر رسد، جانور اور اسلحہ بھیج سکتے ہو بھیجو۔

رات جب سپاہی اونٹ کا گوشت کھا کر سیر ہو چکے تو العادل ایک ٹیکری پر چڑھ گیا۔ اُس کے دائیں بائیں دو مشعل بردار کھڑے تھے۔ اُس نے انتہائی بلند آواز میں کہا۔ "اللہ اور رسولؐ کے مجاہدو! اس حقیقت کو قبول کرو کہ ہم شکست کھا کر آئے ہیں۔ کیا تم اس حالت میں اپنی ماؤں، اپنی بہنوں، اپنی بیویوں اور اپنی بچیوں کے سامنے جاؤ گے اور انہیں یہ بتاؤ گے کہ ہم اپنے رسولؐ کے منکروں سے شکست کھا کر آئے ہیں؟ کیا تمہاری مائیں تمہیں دودھ کی دھاریں بخش دیں گی؟ وہ گھروں میں بیٹھی اس خبر کا انتظار کر رہی ہیں کہ ہم نے قبلۂ اوّل کو کفار کے قبضے سے آزاد کرا لیا ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ جن علاقوں پر کفار قابض ہیں وہاں وہ مسلمان عورتوں کو بے آبرو کر رہے ہیں۔ ذرا سوچو کہ اپنی ماؤں اور بہنوں کو کیا جواب دو گے؟ تم میں سے جو یہاں

سے پیچھے جانا چاہتے ہیں الگ کھڑے ہو جائیں۔ میں انہیں نہیں روکوں گا۔ انہیں گھروں کو جانے کی اجازت ہے۔"

العادل خاموش ہو گیا۔ فوج پر بھی خاموشی طاری تھی۔ کوئی ایک بھی سپاہی ٹس سے مس نہ ہوا۔

"سالارِ اعلیٰ ہمیں اپنا مقصد بتائیں۔" کسی سپاہی کی آواز گونجی۔ "آپ کو کس نے بتایا ہے کہ ہم گھروں کو جانا چاہتے ہیں؟"

"اگر میں پسپائی میں مارا گیا تو یہ میری وصیت ہے کہ میری لاش دفن نہ کی جائے۔" ایک اور آواز گونجی۔ "گدھوں اور بھیڑیوں کے لیے پھینک دی جائے۔"

پھر کئی آوازیں سنائی دیں۔ ہر آواز میں جذبے کا جوش تھا۔ العادل کا سینہ پھول گیا۔ اُس نے کہا۔ "دشمن تمہارے پیچھے آ رہا ہے۔ تمہیں یہ ثابت کرنا ہے کہ رات کی فتح اُس کی آخری فتح ہے..... آج کی رات اور کل کا دن مکمل آرام کرو۔ کل رات تمہیں بتا دیا جائے گا کہ ہم کیا کریں گے۔"

العادل نے فوج سے فارغ ہو کر اپنے سالاروں اور کمانداروں کو اپنے خیمے میں بلایا اور انہیں ہدایات دیں کہ کل رات وہ اپنے دستوں کو کہاں کہاں لے جائیں گے۔ حماۃ کا قلعہ قریب ہی تھا۔

صلیبی بہت تیزی سے پیش قدمی کر رہے تھے۔ یہ بالڈوِن کی فوج تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ آگے حماۃ کا قلعہ ہے اور العادل کی فوج اسی قلعے میں ہوگی۔ اُسے جاسوسوں کے ذریعے یہ بھی معلوم تھا کہ جو فوج حماۃ کی طرف پسپا ہو کر گئی ہے اس کا کمانڈر العادل ہے اور العادل سلطان ایوبی کا بھائی ہے۔ یہ تو معمولی سا فوجی بھی سمجھ سکتا تھا کہ تھکی ہوئی اور شکست خوردہ فوج اپنے قریبی قلعے میں ہی جائے گی۔ چنانچہ صلیبی بادشاہ بالڈوِن نے برق رفتار پیش قدمی کر کے حماۃ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اُس نے اعلان کیا کہ قلعے کا دروازہ کھول دیا جائے ورنہ قلعے کو زمین سے اُڑا دیا جائے گا۔ وہ اس خیال میں تھا کہ العادل کی فوج لڑنے کی حالت میں نہیں۔ اعلان کے جواب میں قلعے کی دیوار سے تیروں کی بوچھاڑیں آئیں۔

بالڈوِن نے ایک بار پھر اعلان کرایا کہ یہ خون خرابہ بے مقصد ہوگا۔ تم لڑ نہیں سکو گے۔ قلعہ ہمارے حوالے کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی قیدی کے ساتھ ناروا سلوک نہیں کیا جائے گا..... قلعے کے اوپر سے آواز آئی۔ "اتنی دُور رہو جہاں تک ہمارے تیر نہ پہنچ سکیں۔ قلعہ تمہیں دینے کی بجائے ہم خود زمین سے اُڑا دیں گے۔ ہمارا خون بے مقصد نہیں بہے گا۔ تم بے مقصد موت مرو گے۔"

قلعے کی دیواروں پر جو کھڑے تھے انہیں صلیبیوں کی فوج یوں دکھائی دے رہی تھی جیسے سمندر کی موجیں ہر طرف سے قلعے کو نرغے میں لیے ہوئے ہوں۔ اس کے مقابلے میں قلعے میں جو فوج تھی وہ نہ ہونے کے برابر تھی لیکن اس قلیل فوج کے کمانڈر ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں تھے۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ صلیبیوں نے اگلی کارروائی صبح تک ملتوی کر دی۔ اُن کی فوج تیز رفتار پیش قدمی کر کے آئی تھی۔ بہت تھکی ہوئی تھی۔ یہ تعاقب تھا۔ بالڈوِن اس کوشش میں تھا کہ العادل کو کہیں آرام کرنے اور اپنی فوج کو از سرِ نو منظم کرنے کی مہلت نہ دے۔ وہ العادل کو

زندہ پکڑنا چاہتا تھا۔ صلاح الدین ایوبی کا بھائی ہونے کی وجہ سے العادل بڑا ہی قیمتی قیدی تھا۔ اُس کے عوض صلیبی سلطان ایوبی سے کڑی شرطیں منوا سکتے تھے۔ کوئی علاقے لے سکتے تھے۔ بالڈوِن کو پوری توقع تھی کہ وہ تلہ قلعے کی فوج اور العادل سمیت لے سکے گا۔

☆

بالڈوِن نے اپنی فوج کو قلعے سے اتنی دور پیچھے ہٹا لیا تھا جہاں تک قلعے والوں کے تیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اُسے ایسا خطرہ تو تھا ہی نہیں کہ باہر سے کوئی فوج اُس پر حملہ کر دے گی۔ سلطان ایوبی بھی وہاں نہیں تھا۔ اُس کی فوج بھی نہیں تھی۔ بالڈوِن کو حماۃ کا قلعہ اپنے تندوں میں پڑا نظر آ رہا تھا۔ شام کے فوراً بعد وہ اپنے کمانڈروں کو اگلے روز کے احکامات دے کر اپنی ذاتی خیمہ گاہ میں چلا گیا تھا جو فوج سے کچھ دور پیچھے تھی۔ اُس دور کے جنگجو بادشاہوں کی خیمہ گاہیں شیش محل سے کم نہیں ہوتی تھیں۔ بالڈوِن تو فاتح تھا۔ تین چار صلیبی لڑکیاں اُس کے ساتھ تھیں اور چار وہ مسلمان لڑکیاں تھیں جنہیں صلیبی کمانڈروں نے مفتوحہ علاقے سے پکڑا اور بالڈوِن کو بطور تحفہ پیش کی تھیں۔ یہ لڑکیاں عرب کے حُسن کا شاہکار تھیں۔

صلیبی لڑکیوں نے انہیں ذہن نشین کرا دیا تھا کہ ان کا رونا اور آزاد ہونے کے لیے تڑپنا بیکار ہے۔ انہیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ وہ خوش قسمت ہیں جو صلیب کے ایک بادشاہ کے حصے میں آئی ہیں۔ جو لڑکیاں صلیبی فوجیوں کے قبضے میں آئی ہیں ان کا حشر دیکھ کر زمین و آسمان کانپتے ہیں ــــ "تمہیں آخر کسی مسلمان امیر یا حاکم کے حرم میں جانا تھا جہاں تم قیدی ہوتیں۔ دو چار سال بعد جب تمہاری نوجوانی کی کشش ماند پڑنے لگتی تو تمہیں کسی سوداگر کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا۔ تم اگر اپنی فوج کے ہاتھ چڑھ جاتیں تو تمہارے مسلمان بھائی تمہارا وہی حشر کرتے جو ہماری فوج کرتی ہے۔ عورت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ اُسے جس کے ساتھ بیاہ دیا جائے یا وہ جس کے قبضے میں آ جائے وہی انسان اُس کا خدا اور اُس کا مذہب بن جاتا ہے۔ پھر کیوں نہ تم اس انسان کے پاس رہو جو میدانِ جنگ کا بادشاہ ہے، ایک ملک کا بادشاہ ہے اور دل کا بھی بادشاہ ہے۔"

پہلے روز لڑکیاں بہت تڑپی تھیں۔ اُن پر تشدد نہ کیا گیا۔ انہیں کوئی دھمکی بھی نہ دی گئی۔ بالڈوِن نے جب دیکھا کہ یہ نوجوان ہیں اور خوبصورت بھی ہیں تو اُس نے اپنی بائی کمانڈ کے جرنیلوں سے کہا تھا کہ ان لڑکیوں کو ٹریننگ دے کر بہتر طریقے سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایسی قیمتی لڑکیوں کو عیاشی کا ذریعہ بنا کر ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ اُس نے انہیں اپنے پاس رکھ لیا تھا مگر اُس سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی تھی کہ وہ انہیں بیٹیاں بنا کر رکھے گا۔ اُس نے اُن کے ساتھ وہی سلوک کیا جس کی توقع تھی لیکن انہیں اپنی قوم کی شہزادیوں جیسی اہمیت دی، انہیں سبز باغ دکھائے اور باتوں باتوں میں انہیں آسمان تک پہنچا دیا۔

"ہمیں اپنی عصمت کی قربانی دینی ہی پڑے گی" ــــ ان میں سے ایک لڑکی نے اُس وقت کہا جب چاروں کو تنہائی میں باتیں کرنے کا موقع ملا تھا ــــ "ہمیں فرار ہونا چاہیئے۔"

"اور انتقام لینا چاہیئے" ــــ دوسری نے کہا۔

"لیکن یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم ان پر ظاہر نہ کریں کہ ہم نے ان کی مذہبی رسوم قبول کر لی ہے" ــــ پہلی لڑکی نے کہا ــــ "ہمیں اپنا اعتماد پیدا کرنا ہے۔"

"میرے والد سلطان ایوبی کی فوج میں ہیں" ــــ ایک اور لڑکی نے کہا ــــ "آج کل مصر میں ہیں۔ انہوں نے بتایا تھا کہ کافروں کی لڑکیاں اپنی قوم اور صلیب کی خاطر اپنی عزت کی قیمت دے کر ہمارے بڑے بڑے حاکموں کو صلیب کی وفادار بنا لیتی ہیں۔ کسی کو قتل کرنا ہو تو قتل کرا دیتی ہیں۔ ہماری فوج کے راز معلوم کر کے اپنے حاکموں تک پہنچاتی ہیں۔"

"میں جانتی ہوں" ــــ ایک اور لڑکی بولی ــــ "اُن کی لڑکیاں وہی کام کرتی ہیں جو ہمارے مرد جاسوس دشمن کے ملک میں جا کر کرتے ہیں۔" وہ چپ ہو گئی۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر رازداری سے بولی ــــ "اگر ہم انہیں کہہ دیں کہ ہم اُن کا مذہب قبول کرتی ہیں تو ایسا موقع پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم اس بادشاہ کو قتل کر دیں۔"

"اور کچھ نہ ہوا تو فرار کا موقع پیدا کیا جا سکتا ہے" ــــ ایک لڑکی نے کہا۔

جس رات بالڈوِن کی فوج نے حماۃ کے قلعے کو محاصرے میں لے رکھا تھا اس سے دو راتیں پہلے لڑکیوں نے پیش قدمی کے دوران صلیبی لڑکیوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ ان کی باتیں سمجھ گئی ہیں اور وہ کسی وقت بھی مذہب تبدیل کر لیں گی۔ بالڈوِن کو بتایا گیا تو اُس نے چاروں لڑکیوں کو بیش قیمت ہار پیش کیے، اور چاروں کے گلے میں چھوٹی چھوٹی صلیبیں لٹکا دیں، مگر اس نے صلیبی لڑکیوں کو الگ کر کے کہا ــــ "میں ان چاروں میں سے کسی کے ہاتھ سے کچھ کھاؤں پیوں گا نہیں۔ ہو سکتا ہے انہوں نے ڈر کی وجہ سے مذہب تبدیل کیا ہو۔ زبان سے مذہب تبدیل کیا جا سکتا ہے، دل کی تبدیلی آسان نہیں ہوتی۔ ان کے دلوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرو۔ مسلمانوں کو خریدنا کوئی مشکل نہیں لیکن مسلمانوں پر بھروسہ کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں۔ جو مسلمان ایمان کے پکے ہیں، وہ ایسی ایسی قربانی دے ڈالتے ہیں جس کا ہماری قوم تصور بھی نہیں کر سکتی۔ یہ لڑکیاں کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتیں لیکن ان پر نظر رکھنا کہ یہ مجھ پر وار نہ کر جائیں۔"

☆

محاصرے کی پہلی رات یہ چاروں لڑکیاں الگ خیمے میں سوئی تھیں۔ بالڈوِن بھی اُن کے ساتھ ہنس کھیل کر سو گیا تھا۔ تمام چھوٹے بڑے کمانڈر بے ہوشی کی نیند سوئے ہوئے تھے۔ فوج کو بھی ہوش نہیں تھی۔ صرف سنتری اور بالڈوِن کے باڈی گارڈ کے چار پانچ سپاہی جاگ رہے تھے۔ تردِ حماۃ کی ایک وادی قلعے کی طرف نکلتی تھی۔ آگے قلعے تک میدان تھا۔ اس وادی میں سے کم و بیش ایک ہزار پیادہ سپاہی دبے پاؤں نکلے۔ ان کے کمانڈر نے انہیں ٹولیوں میں بانٹ کر پھیلا دیا۔ وہ آگے بڑھتے گئے۔ بالڈوِن کی فوج کے خیمے دور نہیں تھے۔

یہ پیادہ سپاہی العادل کے تھے۔ العادل قلعے میں نہیں تھا۔ اُسے اندازہ تھا کہ صلیبی قلعے کا محاصرہ کریں گے۔ چنانچہ اُس نے اپنے تمام دستے حماۃ کی پہاڑیوں میں چھپا لیے تھے۔ اس نے قلعے میں اطلاع

بھر ائی تھی کہ محاصرے سے گھبرائے نہیں۔ العادل نے قلعہ دار کو اپنی سکیم بتادی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ قلعہ دار صلیبیوں
دہ کا جواب بڑی دلیری سے اور تیروں کی بوچھاڑ سے دے رہا تھا۔ قلعہ دار العادل کا ماموں شہاب الدین
ہوئی تھی۔ رات کو العادل کے ایک ہزار پیادوں نے ٹولیوں میں تقسیم ہو کر اور چھپ کر شب خون کے انداز کا
ملہ کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے خیموں کی رسیاں کاٹیں اور اوپر سے صلیبیوں کو برچھیوں سے چھیدنا شروع
کر دیا۔ خیموں کے نیچے پھنسے ہوئے سپاہی کیا مزاحمت کر سکتے تھے۔

یہ ہم کر لڑنے والا معرکہ نہیں تھا۔ یہ سلطان ایوبی کا مخصوص طریقۂ جنگ تھا۔ "ضرب لگاؤ اور بھاگو"۔

اتنی بڑی فوج کے خلاف ایک ہزار سپاہی جم کر لڑ بھی نہیں سکتے تھے۔ ٹولیوں کو مختلف کام دیئے گئے تھے۔ دو تین ٹولیوں نے صلیبیوں کے گھوڑوں، اونٹوں اور خچروں کے رسّے کھول دیئے۔ یہ ایک ہزار سپاہی جو مرے کی طرح آئے اور دیئے، انہیں کو محسوس ہوئی۔ صلیبیوں کی فوج میں ایسا شور اٹھا اور ایسی ہڑبونگ مچی کہ زمین و آسمان کانپنے لگے۔

بالڈوِن کی آنکھ کھل گئی۔ اُس کے کمانڈر بھی جاگ اُٹھے۔ خیمے سے باہر جا کر بالڈوِن نے دیکھا کہ کہیں آگ لگی ہوئی ہے۔ العادل کے سپاہیوں نے خیموں کو آگ لگا دی تھی۔ حملے کے وقت انہوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے تھے۔ یہ نعرے مسلمان لڑکیوں نے بھی سُنے تھے۔ وہ سمجھ گئیں کہ یہ مسلمان فوج کا حملہ ہے۔ ایک لڑکی نے کماندار بھائی چند مسلمان لڑکیاں جوش میں آ گئیں۔ وہ بالڈوِن کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ وہاں مشعلیں جلا دی گئیں۔ بالڈوِن کے باڈی گارڈ اس کے ارد گرد گھوڑوں پر سوار کھڑے ہو گئے۔

اتنے میں زمین بڑی زور سے ہلنے لگی اور ہزاروں گھوڑوں کے ٹاپ سنائی دینے لگے۔ یہ العادل کے سوار تھے جن کی تعداد مسلمان مؤرخ دو ہزار بتاتے ہیں اور یورپی مؤرخ چار ہزار سے زیادہ۔ ان گھوڑ سواروں نے چیخ کر بڑی شدید اور خونریز ہلّہ بولا۔ صلیبی مقابلے کی حالت میں نہیں تھے۔ انہیں ابھی معلوم ہی نہیں ہو سکا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور حملہ آور کہاں سے آئے ہیں۔ اُن کے نعروں سے ثبوت ملتا تھا کہ مسلمان ہیں۔ العادل کے سوار صلیبیوں کے محاصرے کو توڑتے ہوئے اور راستے میں جو آیا اُسے گھوڑوں تلے روندتے یا تلواروں اور برچھیوں کا نشانہ بناتے ہوئے قلعے کی طرف نکل گئے۔ کمانڈروں کی پکار پر انہوں نے گھوڑے پیچھے کو موڑے اور ایڑ لگا دی۔ وہ ایک بار پھر افراتفری میں بھاگتے دوڑتے صلیبیوں میں سے گزرے۔

قلعے کی دوسری طرف جو صلیبی فوج تھی اُس پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ اس حصّے نے اِدھر کا شور و غوغا اور گھوڑوں کی قیامت خیز آوازیں سنیں تو اُن میں بھی بھگدڑ مچ گئی۔ ادھر کے صلیبی سپاہی اُدھر کو بھاگے۔ اُن کے ہزارہا گھوڑے، اونٹ اور خچریں کھول دی گئی تھیں۔ انہوں نے بھاگ دوڑ کر سپاہیوں کو کچلنا اور خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔ بالڈوِن کی فوج کا وہ حصہ بھاگ اُٹھا۔

اِدھر جو مسلمان لڑکیاں باقی رہ گئیں۔ ان میں سے ایک اس کوشش میں تھی کہ مسلمان سپاہیوں کو بتائے کہ بالڈوِن یہاں ہے مگر وہاں سب سوار تھے اور سرپٹ گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ وہ صلیبیوں کی فوج

سے دور نکل گئی۔ وہ تین سواروں کے ساتھ چیختی چلاتی دوڑی مگر وہاں اس قدر شور تھا کہ کسی نے اُس کی آواز نہ سنی، کوئی اُس کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ وہ دوڑتی پیچھے نکل گئی۔ ایک سوار نے گھوڑا روک لیا۔ لڑکی نے اُسے ہانپتی کانپتی آواز میں بتایا کہ وہ مسلمان ہے اور اُس جیسی تین اور مسلمان لڑکیاں صلیبی بادشاہ کے خیمے میں ہیں۔ بالڈوِن کی خیمہ گاہ جو اُس کا جنگی ہیڈ کوارٹر بھی تھا، فوج سے کٹ کر دور تھی۔ لڑکی کی آواز سن کر سوار نے گھوڑا روک لیا تھا۔ وہ کوئی مسلمان تھا۔ اُس نے لڑکی کو گھوڑے پر بٹھا لیا اور پیچھے لے گیا۔

وہاں العادل کا ایک سالار تھا جس نے لڑکی کی پوری بات سنی۔ لڑکی نے بالڈوِن کے ہیڈ کوارٹر کی نشاندہی کی۔ سالار نے وہاں شب خون مارنے اور بالڈوِن کو پکڑنے کے لیے دو جیش تیار کیے اور خود اُن کی قیادت کی۔ اُس نے سرپٹ گھوڑے دوڑا کر بالڈوِن کی خیمہ گاہ کو گھیرے میں لے لیا۔ اُن کے ساتھ جتنی مشعلیں تھیں، سالار نے بالڈوِن والے خیموں کو آگ لگانے کی بجائے مشعلیں اُن کے ہاتھ میں تھما دیں۔ اس کے پاس اور کوئی سامان نہیں تھا۔ اس کے بیشتر سوار بھی وہاں نہیں تھے۔ یہ لوگ جتنا وہاں کر سکتے تھے، کر چکے تھے۔ اُن میں سے دو تین مسلمان لڑکیاں اور چند ایک سپاہی تھے۔ ان سب کو پکڑ لیا گیا۔ بالڈوِن کے متعلق پوچھا گیا مگر کوئی نہ بتا سکا کہ وہ کہاں ہے۔

اُس وقت بالڈوِن گھبراہٹ کے عالم میں آگے چلا گیا تھا۔ اُسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ مسلمان فوج کا شبخون ہے۔ لیکن وہاں اس قدر بھگدڑ تھی اور اتنے زیادہ گھوڑے دوڑ رہے تھے اور زخمی ایسی بُری طرح چیخ رہے تھے کہ صورتِ حال پر قابو پانا بالڈوِن کے بس کا روگ نہیں تھا۔ وہ واپس اپنی خیمہ گاہ کو مڑ پڑا۔ اُس کے ساتھ باڈی گارڈز بھی تھے۔ وہ خیمہ گاہ سے ابھی کچھ دور ہی تھا کہ اُدھر سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتا آیا۔ گھوڑا اُس نے سامنے روک کر بالڈوِن سے کہا کہ وہ کہیں چلا جائے اپنی خیمہ گاہ میں نہ جائے کیونکہ وہاں مسلمان فوج پہنچ گئی ہے۔ بالڈوِن نے وہیں سے گھوڑے کا رُخ پھیر لیا۔

رات بھر العادل نے "ضرب لگاؤ اور بھاگو" کی کارروائی جاری رکھی۔ جب صبح طلوع ہوئی تو خیمہ گاہ کے ارد گرد صلیبیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ ان میں زخمی بھی کراہ رہے تھے اور ان میں العادل کے شہیدوں کی لاشیں بھی تھیں۔ خچریں، گھوڑے اور اونٹ دور دور بکھرے ہوئے چر رہے تھے۔ وہاں بالڈوِن تھا نہ اُس کی فوج۔ صلیبی اپنی رسد بھی پھینک گئے تھے۔ العادل نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ دشمن کا سامان اکٹھا کرے اور اُس کے جانوروں کو پکڑے۔

☆

العادل کا یہ حملہ دلیری، جذبے، فنِ حرب و ضرب کے لحاظ سے قابلِ تعریف تھا مگر جنگی نقطۂ نگاہ سے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جا سکا۔ ضرورت یہ تھی کہ افراتفری میں بھاگتے ہوئے صلیبیوں کا تعاقب کر کے ان کی جنگی قوت کو مکمل طور پر تباہ کر دیا جاتا، پھر پیش قدمی کر کے اُس علاقے میں داخل ہوا جاتا جو صلیبیوں نے فتح کر لیا تھا۔ قیدی پکڑے جاتے جنہیں اپنے قیدی چھڑانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا۔ مگر العادل کے لیے ممکن نہ تھا کہ سیلابِ شب خون سے کوئی بڑی کامیابی حاصل کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کے پاس فوج کی کمی تھی۔ وہ تعاقب

کے قابل نہیں تھا۔ شب خون اور چھاپہ مارنے سے دشمن کو پریشان اور ادھ موا کیا جاتا ہے۔ اُسے شکست دے کر علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے پوری فوج حملہ کرتی ہے۔ العادل نے ایک کام تو کر لیا تھا لیکن اگلے مرحلے کے لیے اُس کے پاس کچھ نہیں تھا۔

البتہ اُس نے یہ کامیابی حاصل کر لی کہ اُس کی اس قلیل فوج کے جذبے پر رملہ کی شکست کا جو بُرا اثر پڑا تھا وہ زائل ہو گیا اور سپاہیوں کے جذبے تر و تازہ ہو گئے۔ اُن کے دلوں میں یہ اعتماد بحال ہو گیا کہ صلیبی اُن سے برتر نہیں اور وہ کسی بھی میدان میں صلیبیوں کو شکست دے سکتے ہیں۔ ضرورت فوج میں اضافے کی تھی۔ یہ کامیابی بھی حاصل کی گئی کہ حماۃ کے قلعے کو بچا لیا گیا، ورنہ صلیبیوں کو ایک قلعہ بنا بنایا اڈہ مل جاتا۔

العادل اپنے ہیڈ کوارٹر میں دانت پیس رہا تھا۔ اس کے سالاروں کی جذباتی حالت اس سے زیادہ مشتعل تھی۔ اگر اُن کے پاس فوج ہوتی تو وہ اس شب خون کے بعد بہت بڑی کامیابی حاصل کر لیتے اور بالڈوِن اپنی فوج کو زندہ نہ لے جا سکتا۔ العادل نے کاتب کو بلایا اور اپنے بڑے بھائی سلطان صلاح الدین ایوبی کے نام خط لکھوانے لگا۔

"برادرِ بزرگوار، سلطانِ مصر و شام!

"اللہ آپ کو سلطنتِ اسلامیہ کے وقار کی خاطر عمرِ طویل عطا فرمائے۔ میں اس اُمید پر خط لکھ رہا ہوں کہ آپ بخیر و عافیت قاہرہ پہنچ چکے ہوں گے۔ کسی نے اطلاع دی تھی کہ آپ شہید ہو گئے ہیں، پھر سلام مُوا کہ زخمی ہوئے ہیں۔ میں اور میرے سالار فکر مند رہے۔ آپ نے دانشمندی کی جو راستے سے قاصد بھیج کر ہمیں بتا دیا کہ آپ زندہ و سلامت ہیں اور قاہرہ جا رہے ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ نے رملہ کی شکست کو دل پر بار نہیں بنایا ہو گا۔ ہم انشاء اللہ شکست کا انتقام لیں گے، کھوئے ہوئے علاقے واپس لیں گے اور بیت المقدس سے بھی آگے جائیں گے...

"آپ شکست کے اسباب پر غور کر رہے ہوں گے۔ میں اس کی ذمہ داری فوج پر عائد نہیں کروں گا۔ ہمیں شکست کے راستے پر اپنے بھائیوں نے اُسی روز ڈال دیا تھا جس روز وہ ہمارے خلاف صف آرا ہوئے تھے۔ جب دو بھائی آپس میں لڑتے ہیں تو اُن کے دشمن ہمدردی کے پردے میں انہیں ایک، دوسرے کے خلاف مشتعل کرتے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو بادشاہی کے نشے نے اندھا کیا۔ وہ دولت جس کی ضرورت سلطنتِ اسلامیہ کو تھی، خانہ جنگی میں ضائع ہوئی۔ ہماری فوج کی بہترین اور تجربہ کار نفری تباہ ہو گئی۔ اُن کی فوج جو اسی خلافت کی فوج تھی جس کے ہم ہیں، صرف اس لیے ضائع ہو گئی کہ چند ایک افراد نے تخت و تاج کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے تھے۔ جس قوم کے سربراہوں میں تخت و تاج کا لالچ پیدا ہو گا، اُس کو وہ اپنے عزائم کے مطابق دھڑوں میں تقسیم کر کے آپس میں ضرور لڑائیں گے۔ ہمیں اس طرف بھی توجہ دینی پڑے گی کہ قوم دھڑوں اور گروہوں میں تقسیم نہ ہونے پائے۔ مذہبی فرقہ بندیاں ہی کیا کم تھیں کہ سلطانی کے حصول کے لیے قوم گروہوں میں تقسیم ہونے لگی ہے۔ ہمیں شکست تک اسی فرقہ بندی نے پہنچایا ہے مگر اس کی سزا آج سالاروں اور سپاہیوں کو مل رہی ہے۔ ہماری بہترین فوج خانہ جنگی میں ضائع ہوئی۔ اس کمی کو ہم نے نئی بھرتی سے پورا کیا اور شکست کھائی۔ میدانِ جنگ سے بے ترتیب بھاگنے والے تمام نئے سپاہی تھے....

"میں نے اور میرے سالاروں نے رملہ کی شکست کے فوراً بعد ثابت کر دیا ہے کہ فوج نہیں ہاری۔ میرے پاس وہی پیادہ اور سوار نفری تھی جو آپ نے میری کمان میں دی تھی۔ آپ نے مجھے محفوظ (ریزرو) میں رکھا مگر میدانِ جنگ کی کیفیت اس قدر تیزی سے بدل گئی کہ مجھ تک آپ کا کوئی حکم نہ پہنچ سکا۔ یہ بھی پتہ نہ چلا کہ آگے کیا ہو رہا ہے اور میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ پسپا ہونے والے ایک کماندار نے جو دائیں پہلو پر تھا مجھے بڑی ہی تشویش ناک اطلاع دی اور مشورہ دیا کہ میں اپنے دستے استعمال نہ کروں اور حملے کی لغزش نہ کروں۔ میں نے یہی بہتر سمجھا کہ کم از کم ان دستوں کو جو معرکے میں ابھی تک شریک ہی نہیں ہوئے بچا لوں۔ میں نے اپنے جذبات پر قابو پا لیا اور عقل سے کام لیا۔ میں نے حماۃ کی طرف کُوچ کا حکم دے دیا....

"میرے دستوں کا جذبہ کسی حد تک مجروح ہو گیا تھا۔ میں دعا کرتا رہا کہ دشمن میرے سامنے آئے اور میں اپنے دستوں کے جذبے میں جان ڈالوں۔ میں نے مخبر پیچھے چھوڑ دیئے تھے۔ حماۃ کے کوہستان میں مجھے مخبروں نے یہ قیمتی خبریں دیں کہ بالڈوِن میرے تعاقب میں آ رہا ہے۔ وہ اس غلط فہمی میں اپنی تمام تر فوج حماۃ کے قلعے کو محاصرے میں لینے کو لے آیا کہ میں قلعے میں ہوں گا لیکن میں نے آپ کے طریقۂ جنگ کے عین مطابق کوہستان کے اندر دستے چھپا دیئے تھے اور قلعہ دار کو صورتِ حال اور اپنی متوقع چال کے متعلق تفصیلاً بتا دیا تھا۔ میری توقع اللہ نے پوری کی۔ بالڈوِن کی فوج پر جس کی قوت ہم سے دس گنا زیادہ تھی، میرے جانباز جیشوں نے بڑا ہی دلیرانہ اور کامیاب شب خون مارا۔ یہ آپ کی اُس فوج کا شب خون تھا جس کے متعلق تاریخ کہے گی کہ اس نے شکست کھائی تھی۔ میری خواہش ہے کہ یہ شب خون تحریر میں لا کر کاغذات میں رکھ لیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں یہ نہ کہیں کہ شکست کے بعد قوم مر ہی جاتی ہے....

"اگر آپ وہ منظر دیکھتے جو اگلے روز کے سورج نے ہمیں دکھایا تو آپ شکست کے صدمے کو بھول جاتے۔ مجھے افسوس ہے کہ بالڈوِن میرے پھندے سے نکل گیا ہے۔ اُسے پکڑا نہیں جا سکا۔ میں اس وقت ایک ٹیکری پر کھڑا کاتب سے یہ خط لکھوا رہا ہوں۔ مجھے حماۃ کا قلعہ نظر آ رہا ہے۔ اس پر وحدتِ مصر و شام کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ قلعے کے اردگرد صلیبیوں کی لاشوں کے علاوہ کچھ اور دکھائی دیتا ہے تو وہ ہزاروں گدھ ہیں جو لاشوں کو کھا رہے ہیں۔ آسمان سے گدھ اُتر رہے ہیں۔ کہیں کہیں سے دھواں اُٹھ رہا ہے۔ یہ آگ گذشتہ رات میرے چھاپہ ماروں نے لگائی تھی۔ بالڈوِن کی فوج جس افراتفری میں بھاگی ہے اس سے میں وثوق سے کہتا ہوں کہ بالڈوِن جوابی حملہ نہیں کر سکے گا۔ تاہم میں اس کے لیے بھی تیار ہوں....

"اگر میرے پاس اتنے ہی دستے اور ہوتے جتنے اب ہیں تو میں صلیبیوں کا تعاقب کرتا اور شکست کو فتح میں بدل دیتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، کہ میرے سالاروں، کمانداروں اور تمام تر سپاہ کا لڑنے کا جذبہ تر و تازہ ہو گیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ آرام سے نہیں بیٹھے ہوں گے۔ فوج کے لیے بھرتی اور نئی تنظیم میں مصروف ہو گئے ہوں گے۔ آپ اطمینان سے تیاری کریں۔ میں چھاپہ مار جنگ جاری رکھوں گا۔ دشمن کو کہیں بھی آرام سے بیٹھنے نہیں دوں گا۔ اس طرح میں کسی علاقے پر قبضہ تو نہیں کر سکوں گا البتہ آپ کو تیاری کا وقت مل جائے گا۔ میں نے دمشق بھائی

شمس المدلہ کو پیغام بھیج دیا ہے کہ مجھے چند ایک دستے اور دیگر سامان بھیجے۔ حلب، الملک الصالح کو بھی پیغام بھیج دیا ہے کہ معاہدے کے مطابق مجھے مدد دے۔ میں آپ کو اللہ کے بھروسے پر تسلی دے رہا ہوں کہ میرے متعلق فکر نہ کریں۔ میں اور میرے سالار آپ کی خیریت اور سرگرمیوں کے متعلق جاننے کو بے تاب ہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اُسی کی ذاتِ باری سے مدد مانگتے ہیں اور ہم سب کو اُسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔

الملک العادل"

العادل نے خط پڑھوا کر سنا۔ اس پر دستخط کیے اور قاصد کو دے کر قاہرہ کو روانہ کر دیا۔

☆

قاہرہ کی فضا پر مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی وہاں پہنچ چکا تھا۔ شہر میں اور شہر کے مضافات میں یہی ایک آواز اُبھرتی سنائی دیتی تھی۔ شکست، شکست، شکست ــــ شکوک اور شبہات بھی اُبھرنے لگے تھے۔ شکست جیسے واقعات اور ایسے واقعات جن کے متعلق لوگوں کو کچھ پتہ نہ چل سکے ایسی فضا پیدا کر دیتے ہیں جس سے افواہیں پھوٹتی، پھلتی پھولتی اور پھیلتی ہیں۔ یہ عمل قاہرہ کے اندر بھی اور اردگرد بھی شروع ہو گیا تھا۔ وہاں دشمن کے تخریب کار اور جاسوس بھی موجود تھے جو یورپ کے باشندے نہیں مصر کے رہنے والے مسلمان تھے۔ اس کی انہیں اُجرت ملتی تھی کہ لوگوں میں یہ مشہور کریں کہ صلیبیوں کے پاس اتنی جنگی قوت ہے جس کے سامنے دنیا کی کوئی فوج نہیں ٹھہر سکتی۔ سلطان ایوبی کی ہاری ہوئی فوج کے خلاف یہ مشہور کیا جانے لگا کہ بیکار اور عیاش فوج ہے۔ جہاں جاتی ہے لوٹ مار کرتی اور مسلمان خواتین کی آبروریزی سے بھی گریز نہیں کرتی۔ سلطان ایوبی کی جنگی اہلیت کے خلاف بھی باتیں شروع ہو گئیں۔

لوگ جس تذبذب سیدھے سادے ہوتے ہیں اتنے ہی زیادہ افواہوں اور جذباتی باتوں کو مانتے ہیں۔ مصریوں نے دہشت کو بھی قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔ زیادہ تر دہشت وہ سپاہی پھیلاتے تھے جو اکیلے یا دو دو چار چار کی ٹولیوں میں مصر کی سرحد میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ دیہات کے رہنے والے تھے جنہیں بھرتی کر کے اور تھوڑی سی ٹریننگ دے کر میدانِ جنگ میں لے جایا گیا تھا۔ العادل نے ٹھیک لکھا تھا کہ بادشاہی کے لالچی مسلمان اُمراء اپنی اور سلطان ایوبی کی فوج کو خانہ جنگی میں ضائع نہ کرا دیتے تو نئی بھرتی کو میدانِ جنگ میں لے جانے کا خطرہ مول نہ لیا جاتا۔ ایک غلطی بھرتی کرنے والے چند ایک حکام نے کی تھی جو یہ تھی کہ فوج میں کشش پیدا کرنے کے لیے انہوں نے بھرتی ہونے والوں کو مالِ غنیمت کا لالچ دیا تھا جب کہ ضرورت یہ تھی کہ انہیں جہاد کے فضائل اور اغراض و مقاصد بتائے جاتے اور بتایا جاتا کہ اُن کا دشمن کون ہے، کیسا ہے اور اُس کے عزائم کیا ہیں۔

یہ سپاہی پاپیادہ بھی آ رہے تھے، اونٹوں اور گھوڑوں پر بھی آ رہے تھے۔ جب کوئی سپاہی کسی آبادی میں داخل ہوتا تھا لوگ اُسے گھیر لیتے، کھلاتے پلاتے اور میدانِ جنگ کی باتیں پوچھتے تھے۔ یہ گنوار سپاہی شکست کی خفت مٹانے کے لیے اپنے کمانڈروں کو نااہل اور عیاش ثابت کرتے اور صلیبی فوج کے متعلق دہشت ناک باتیں سناتے تھے۔ بعض کی باتوں سے پتہ چلتا تھا جیسے صلیبیوں کے پاس کوئی مافوق الفطرت قوت ہے جس کے زور

پر وہ جدھر جاتے ہیں صفایا کرتے جاتے ہیں۔

ایسے مؤرخوں کی تعداد زیادہ تو نہیں لیکن دو تین نے جن میں ابنِ واصل قابلِ ذکر ہے لکھا ہے کہ صلیبی ایک خفیہ ہتھیار لائے تھے اور یہی اُن کی فتح کا باعث بنا تھا۔ تاریخ کی مختلف تحریروں میں اس خفیہ ہتھیار کا آگے چل کر کوئی ذکر نہیں ملتا۔ قاضی بہاؤ الدین شداد کی ڈائری میں جو عینی شہادت ہے، ایسے کسی ہتھیار کا ذکر نہیں۔ اُس دور کے دیگر وقائع نگاروں اور کاتبوں کی تحریروں میں بھی اس پُراسرار ہتھیار کے متعلق خاموشی ہے۔ غالباً یہ ہتھیار اُس پروپیگنڈے کا ایک خیالی ہتھیار تھا جسے مصر اور دیگر مسلمان علاقوں میں صلیبیوں کی دہشت پھیلانے کے لیے کیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کے بہت زیادہ ذکر سے مؤرخوں نے اسے حقیقی سمجھ لیا ہو۔

یہ خفیہ ہتھیار دراصل پروپیگنڈہ تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ قوم کی نظروں میں فوج کو ذلیل و رسوا کر دیا جائے تاکہ سلطان ایوبی کی فوج قوم کے تعاون اور نئی بھرتی سے محروم ہو جائے۔ دوسرا یہ کہ مسلمانوں پر صلیبیوں کی دھاک بیٹھ جائے۔ تیسرا یہ کہ سلطان ایوبی کے خلاف عدمِ اعتماد کی فضا پیدا ہو جائے۔ چوتھا یہ کہ کچھ اور لوگ سلطانی کے دعویدار بن جائیں اور ایک بار پھر خانہ جنگی شروع کرائی جائے۔

سلطان ایوبی دشمن کے اس ہتھیار سے اچھی طرح واقف تھا۔ اُس نے قاہرہ پہنچتے ہی اپنی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر علی بن سفیان، کوتوال غیاث بلبیس اور ان دونوں کے نائبین کو بلا کر پوری وضاحت سے بتا دیا تھا کہ اب وہ دشمن کے اس زمین دوز حملے کو روکنے کے لیے سخت اقدامات کریں اور اپنے جاسوسوں اور مخبروں کو زیرِ زمین کر کے سرگرم کر دیں ــــ مگر لوگ جاننا چاہتے تھے کہ اس شکست کے اسباب کیا ہیں اور اس کا ذمہ دار کون ہے۔

☆

رملہ سے قاہرہ تک کی مسافت بڑی ہی لمبی تھی اور سفر بھیانک اور کٹھن تھا۔ راستے میں پہاڑی علاقے بھی تھے، مٹی اور ریت کے ٹیلوں کی بھول بھلیاں بھی اور صحرا بھی تھا جو بھولے بھٹکے مسافروں کا خون چوس لیا کرتا ہے۔ سلطان ایوبی کے وہ سپاہی جو میدانِ جنگ سے مصر کو چل پڑے تھے وہ اس لمبی اور بھیانک مسافت میں بکھر گئے تھے۔ ان کی واپسی کا منظر ہیبت ناک تھا۔ ان میں جو ریگزار کے سفر سے آشنا نہیں تھے وہ جہاں گرتے وہاں سے اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ اُن کی لاشیں صرف ایک روز سالم نظر آتی تھیں، اگلے روز صحرائی لومڑیاں اور بھیڑیئے ان کی ہڈیاں بکھیر دیتے تھے۔ ٹولیوں میں آنے والے اس انجام سے بچے رہتے تھے اور جو اونٹوں، خچروں اور گھوڑوں پر سوار تھے اُن کے زندہ واپس آ جانے کے امکانات زیادہ تھے۔

ایسی ہی ایک ٹولی چلی آ رہی تھی۔ یہ سب سپاہی تھے اور وہ اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار تھے۔ راستے میں اُن کے اکیلے دکیلے ساتھی اُن کے ساتھ ملتے گئے اور یہ ٹولی تیس چالیس افراد کا قافلہ بن گیا۔ وہ اُس بھیانک ریگزار میں سے گزر رہے تھے جو آج صحرائے سینائی کہلاتا ہے۔ اکٹھے ہونے کی وجہ سے اُن کا حوصلہ قائم تھا مگر اُفق تک پانی کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ دُور دُور میدانِ جنگ سے زندہ نکلے ہوئے فوجی، ایک ایک دو دو قدم گھسٹتے جاتے نظر آتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے سوائے اس کے کہ کوئی مر جاتا تو

اس کا کوئی ساتھی اُسے ریت میں دفن کر دیتا تھا۔

سواروں کا یہ قافلہ چلا آ رہا تھا۔ آگے وہ علاقہ آ گیا جہاں مٹی کے اونچے نیچے ٹیلے دیواروں، ستونوں اور مکانوں کی طرح کھڑے تھے۔ کسی نے دُور سے ایک ٹیلے پر ایک آدمی کا سر اور کندھے دیکھے اور وہ غائب ہو گیا۔ دیکھنے والے نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس جگہ چل کر رک جائیں گے، وہاں کوئی اور بھی ہے۔ پانی نہ ملا تو سایہ مل جائے گا۔ قافلے میں اکثریت اُن آدمیوں کی تھی جن کے دماغ تھکن اور پیاس سے ماؤف ہوئے جا رہے تھے۔ اس سے پہلے وہ جنگ کی باتیں کرتے رہے تھے مگر اب اُن کے منہ سے بات بھی نہیں نکلتی تھی۔ ان کے جانوروں میں ابھی جان تھی اور وہ اپنی طرح چلے جا رہے تھے۔

ایک میل دُور کے ٹیلے سو کوس کی مسافت بن گئی۔ قافلہ وہاں پہنچ گیا اور دو ٹیلوں کے درمیان سے اندر چلا گیا۔ اندر ٹیلوں کا سایہ تھا۔ سب جانوروں سے اُترے۔ جانوروں کو سائے میں چھوڑ کر سب ایک عمودی ٹیلے کے سائے میں بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ ایک ٹیلے کی اوٹ سے ایک آدمی سامنے آیا اور بُت بن کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سر سے پاؤں تک سفید کپڑوں میں ملبوس تھا۔ ایک لمبا اور سفید چغہ تھا جو کندھوں سے ٹخنوں تک چلا گیا تھا۔ اس کی داڑھی سیاہ تھی۔ لمبی نہیں تھی۔ خوبی سے تراشی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں عصا تھا جو عموماً عالم، فاضل یا خطیب ہاتھ میں رکھتے تھے۔ وہ خاموش کھڑا تھا۔ اُسے دیکھ کر سب پر خاموشی طاری ہو گئی۔ کسی نے آہستہ سے کہا۔ "حضرت خضرؑ ہیں۔"

"یہ اس زمین کا انسان نہیں۔" ایک اور نے سرگوشی کی۔

قافلے والوں کو ڈر محسوس ہونے لگا۔ وہ تو پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے۔ اس پُراسرار آدمی نے اُن کے ڈر میں اضافہ کر دیا۔ کسی میں ہمت نہیں تھی کہ اُس سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں۔ ایسے ظالم صحرا میں اس حیثیت کے کسی آدمی کی موجودگی حیران کن تھی۔ وہ کوئی فوجی ہوتا تو سپاہیوں کے اس قافلے میں سے کوئی بھی نہ ڈرتا.... اُن کے ڈر میں اُس وقت دہشت آ گئی جب اس آدمی کے پہلو میں ایک عورت اس طرح آن کھڑی ہوئی جیسے اس آدمی کے جسم سے نمودار ہوئی ہو۔ وہ اس کے پیچھے سے سامنے ہوئی اور اس کے پہلو میں کھڑی ہو گئی تھی۔ فوراً بعد اسی طرح ایک اور عورت اُس کے دوسرے پہلو میں نمودار ہوئی۔ دونوں عورتیں سر سے پاؤں تک مستور تھیں، ان کی آنکھوں کے سامنے جالی کی طرح باریک کپڑا تھا۔ برقعہ نما لبادے سے اُن کے ہاتھ بھی نظر نہیں آتے تھے۔

"تم پر اللہ کی رحمت ہو۔" اس آدمی نے کہا۔ "کیا میں آگے آ کر بتا سکتا ہوں کہ ہم کون ہیں؟"

سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اس شخص اور عورتوں کی طرف دیکھا۔ کسی نے ڈرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آپ ہمارے پاس آئیں اور بتائیں کہ آپ کون ہیں اور ہمیں آپ جو حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔"

وہ ایسی چال چلتا اُن تک پہنچا جو عام انسان کی چال نہیں تھی۔ اُس کے چلنے میں اور سراپا میں جلال سا تھا۔ دونوں مستورات اُس کے پیچھے پیچھے آئیں۔ سب احترام کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ احترام میں ڈر بھی شامل تھا۔ وہ ٹیلے کے ساتھ بیٹھ گیا۔ مستورات بھی اُس کے پاس بیٹھ گئیں۔ جالی میں سے اُن کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ ان

سے پتہ چلتا تھا کہ وہ خوبصورت عورتیں ہیں لیکن ان میں سے کسی میں بھی اتنی جرأت نہیں تھی کہ ان آنکھوں کا سامنا کر سکتا۔ سفید پوش شخص اور ان مستورات کے کپڑوں پر گرد تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سفر میں ہیں۔

☆

"میں بھی وہیں سے آیا ہوں جہاں سے تم آ رہے ہو۔" سیاہ ریش نے بھاگے ہوئے مصری سپاہیوں سے کہا۔ "فرق یہ ہے کہ تم جہاں جا رہے ہو وہ تمہارا گھر ہے اور میں جہاں سے آیا ہوں وہ میرا گھر تھا۔" اس کے لہجے میں سنجیدگی اور اداسی تھی۔

"ہم کس طرح یقین کریں کہ آپ انسان ہیں۔" ایک سپاہی نے پوچھا۔ "ہم آپ کو آسمان کی مخلوق سمجھ رہے ہیں۔"

"میں انسان ہوں۔" سیاہ ریش جنگ نے جواب دیا۔ "اور یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں۔ میں تمہاری طرح رملہ سے بھاگ کر آ رہا ہوں۔ اگر میرا پیر و مُرشد مجھ پر کرم نہ کرتا تو میں بھی تمہاری طرح بھاگا پھرتا اور میری ان دونوں بیٹیوں کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ یہ میرے مُرشد کے مزار کی برکت ہے۔ میں رملہ کا رہنے والا ہوں۔ لڑکپن سے مذہب کا علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ میں نے مسجدوں میں اماموں کی بہت خدمت کی اور اُن سے علم حاصل کیا ہے۔ خدا اپنے رسولؐ کے مذہب کے پرستاروں پر بہت کرم نوازی کرتا ہے۔ ایک رات مجھے خواب میں اشارہ ملا کہ بغداد چلے جاؤ اور وہاں کے خطیب کی شاگردی میں بیٹھ جاؤ....

"میں پیدل چل پڑا۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ماں باپ بہت غریب تھے۔ چھوٹا سا شکیزہ بھی میرے نصیب میں نہیں تھا کہ میں راستے کے لیے پانی ساتھ لے جاتا۔ علم کا عشق مجھے گھر سے نکال لے گیا۔ سب نے کہا یہ لڑکا راستے میں مر جائے گا۔ میری ماں بہت روئی تھی اور میرا باپ بھی بہت رویا تھا مگر میں چل پڑا۔ دن کے وقت پیاس اور بھوک میری جان نکال لیتی تھی۔ شام کے بعد جب میں اس اُمید پر کہیں گر پڑتا تھا کہ مر جاؤں گا میرے قریب پانی کا ایک پیالہ اور کھانے کے لیے کچھ نہ کچھ رکھا ہوتا تھا۔ پہلی بار میں بہت ڈرا تھا۔ میں اسے جنات کا دھوکہ سمجھتا تھا، لیکن رات کو خواب میں اشارہ ملا کہ یہ کسی مُرشد کی کرامت ہے۔ مجھے یہ پتہ نہ چلا کہ وہ مُرشد کون ہے اور کہاں ہے۔ میں کھا پی کر گہری نیند سو گیا۔ صبح اٹھا تو وہاں پیالہ بھی نہیں تھا اور جس چنگیر میں روٹیاں تھیں وہ بھی نہیں تھی....

"بغداد پہنچنے تک راستے میں دو نئے چاند طلوع ہوئے۔ بہت لمبا سفر تھا۔ ہر رات مجھے پیالے میں پانی اور چنگیر میں کھانا ملتا رہا۔ بغداد میں جامع مسجد کے خطیب نے مجھے دیکھا تو میری عرض سنے بغیر بولے کہ میں تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔ وہ مجھے اپنے حجرے میں لے گئے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں ایک چنگیر پڑی تھی اور اس پر ایک پیالہ رکھا تھا۔ خطیب نے پوچھا کہ تمہیں ہر رات کھانا اور پانی ملتا رہا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ عرصہ سے میں حیران و پریشان ہوں کہ یہ چنگیر اور پیالہ مجھ تک ہر رات کون لے جاتا اور واپس لاتا رہا ہے۔ وہ بولے کہ حق نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنا چاہی تھی تو دریائے نیل کو حکم دیا تھا کہ راستہ دے دے۔ دریا

۲ آگے کا پانی آگے اور پیچھے کا پانی پیچھے رہ گیا اور خشکی کی اس گلی سے حضرت موسیٰؑ نکل آئے تھے اور جب فرعون اُن کے تعاقب میں اس گلی میں داخل ہوا تو دریا کے دونوں حصے آپس میں مل گئے اور دریا اُسی طرح قہر سے بہنے لگا جیسے بہتا تھا۔ فرعون غرق ہو گیا....

"خطیب مکرم نے کہا کہ ہم اُس کی ذات کے تابع ہیں جس نے ہمیں پیدا کیا اور جو ہمیں باری باری اس دنیا سے اُٹھاتا ہے۔ اس کا جو بندہ اس کے علم کے عشق سے دیوانہ ہوتا ہے جیسے تم ہو تے اُسے وہ صحراؤں میں پیاسا نہیں مرنے دیتا اور دریاؤں میں ڈوبنے نہیں دیتا۔ اُسی کی ذاتِ باری نے مجھے اشارہ دیا کہ ہم نے اپنے ایک بندے کے لیے مہینوں کے فاصلے اور ان فاصلوں کی صعوبتیں مٹا دی ہیں۔ تمہارے سینے میں جو علم ہے وہ اس لڑکے کے سینے میں منتقل کر دو اور ہم نے تمہاری خدمت کے لیے بنو دو جنات مقرر کر رکھے ہیں انہیں کہو کہ اس لڑکے کو راستے میں پانی اور کھانا پہنچاتے رہیں.... میں نے خدائے ذوالجلال کے حکم کی تعمیل کی۔ ہر رات تمہارے لیے یہاں سے کھانا اور پانی جاتا رہا ہے۔ حیران نہ ہو لڑکے! پریشان بھی نہ ہو۔ بہت کم خوش نصیبوں کے دلوں میں علم کا چراغ روشن ہوتا ہے جس کی خواہش تم لے کر آئے ہو۔ ارادہ نیک ہو، دل میں اللہ کی خوشنودی کی خواہش ہو تو جن و انس غلام ہو جاتے ہیں۔"

"کیا جنات آپ کے غلام ہیں؟" ایک سپاہی نے پوچھا۔

"وہ نہیں۔" اُس نے جواب دیا۔ "میں اُن کا غلام ہوں۔ کوئی کسی کو غلام نہیں بنا سکتا۔ ہم سب ایک خدا کے ایک جیسے بندے ہیں۔ اونچا اور نیچا امیری اور غریبی سے نہیں ہوتا، ایمان کی پختگی اور کمزوری سے انسانوں کی درجہ بندی ہوتی ہے۔"

اُس کی باتوں میں ایسا تاثر تھا جس نے سب کے دلوں کو موہ لیا اور سب دم بخود ہو کر سن رہے تھے۔

اُس نے کہا۔ "بغداد کے خطیب نے میری روح کو علم سے روشن کر دیا۔ انہوں نے میری شادی بھی کرائی۔ وہیں میری یہ دونوں بچیاں پیدا ہوئیں۔ میں نے بہت چلّے کیے اور قدرت کے کارخانے کے دو تین راز پا لیے۔ تب ایک رات میرے خطیب استاد نے کہا کہ اب جا اور اُن کی خدمت کر جو علم اپنے ساتھ قبروں میں لیے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے واپس اپنے گھر رملہ چلے جانے کا حکم دیا۔ دو اونٹ دیئے۔ زادِ راہ دیا اور کہا کہ گناہ کا کبھی خیال بھی دل میں نہ آنے دینا۔ رملہ پہنچو گے تو ایک رات تم اپنے ارادے کے بغیر اُٹھ کر چل پڑو گے۔ شاید تمہیں بہت دور جانا نہیں پڑے گا۔ تمہارے قدم اپنے آپ رُک جائیں گے۔ وہ ایک مقدس جگہ ہو گی۔ اس جگہ کو اپنا آستانہ بنا لینا، مگر مجھے ایک وقت جو ابھی مستقبل کی تاریکیوں میں چھپا ہوا ہے، نظر آ رہا ہے کہ گناہ ہوں گے اور تمہیں دوسروں کے گناہوں کی سزا ملے گی۔ شاید تمہیں ہجرت کرنی پڑے....

"میں جب اپنی بیوی اور ان دو بچیوں کے ساتھ سفر میں تھا تو آفتاب کی تمازت میرے کنبے کے لیے خنک ہو گئی تھی۔ ہمیں اُس جگہ سے بھی پانی مل جاتا تھا جہاں کی ریت کے ذرّے پانی کی ایک بوند کو ترستے جلتے انگاروں کے شرارے بن کر اُڑتے رہتے ہیں۔ میں رملہ پہنچا تو میرے والدین مر چکے تھے۔ میری بیوی نے

اجڑے ہوئے گھر کو آباد کیا.... میں علم و دانش کے سمندر میں غوطے لگاتا رہا۔ میری بچیاں بڑی ہو گئیں اور ان کی ماں کو اللہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ بچیوں نے گھر سنبھال لیا اور ایک رات جب میں گہری نیند سویا ہوا تھا میری آنکھ اس طرح کھل گئی جیسے کسی نے جگایا ہو....

"میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ بغداد کے خطیب کی برسوں پرانی بات یاد آئی کہ تم اپنے آپ جاگ اُٹھو گے اور ارادے کے بغیر چل پڑو گے۔ ایسے ہی ہوا۔ میرے ذہن میں کوئی ارادہ، کوئی خیال نہیں تھا میں گھر سے نکل گیا۔ آبادی سے بھی نکل گیا۔ کہیں کہیں ایسے لگتا تھا جیسے کوئی میرے آگے آگے جا رہا ہو۔ معلوم نہیں یہ احساس تھا یا حقیقت، میں چلتا گیا۔ معلوم نہیں تم نے وہ جگہ دیکھی ہے یا نہیں جہاں گہرائی ہے اور گہرائی میں ندی بہتی ہے۔ صلیبیوں کی فوج اسی گہرائی میں چھپی ہوئی تھی۔ میں نے سنا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کو زمین کی آخری تہہ میں چھپا ہوا دشمن بھی نظر آ جاتا ہے مگر وہاں اس کی آنکھوں پر خدا نے ایسی پٹی باندھی کہ اُسے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ خود کہاں ہے۔ صلیبی فوج تمہاری فوج کو پھندے میں لا کر گہرائی میں سے نکلی اور حملہ کیا اور تمہارا جو حال ہوا تم جانتے ہو....

"اس جنگ سے برسوں پہلے میں رات کو اپنے آپ یا غیب کی قوت کے زیرِ اثر اس گہرائی میں پہنچ گیا اور ایک جگہ میرے قدم رک گئے۔ چاندنی رات تھی۔ مجھے ایک قبر نظر آئی جس کے اردگرد پتھروں کی دو ہاتھ اونچی دیوار تھی۔ میں نے آزمانے کے لیے قدم کسی اور سمت کو اُٹھائے لیکن میں قبر کی طرف گھوم گیا اور پتھروں کی دیوار میں اندر جانے کو جو راستہ بنا ہوا تھا اس میں داخل ہو گیا۔ میرے ہاتھ اپنے آپ فاتحہ کے لیے اُٹھے۔ مجھے ایسے لگا جیسے وہاں چاندنی زیادہ سفید تھی۔ میرے ذہن میں اپنے آپ خیال آیا کہ خطیب مکرم نے اسی جگہ کی نشاندہی کی تھی۔ میں قبر کے پاس بیٹھ گیا اور قبر پر ہاتھ رکھ کر عرض کی کہ مجھ غلام کے لیے کیا حکم ہے۔ مجھے اس کے جواب میں کوئی آواز نہ سنائی دی۔ اپنے آپ ہی خیال آیا کہ مجھے جو فیض ملے گا اسی سے ملے گا.... میں نے رات وہیں گزار دی۔ صبح کے وقت ندی میں جا کر وضو کیا اور قبر پر نماز پڑھی۔ وہاں سے جب رخصت ہوا تو مجھ پر خمار سا طاری تھا جیسے میں نے خزانہ پا لیا ہو....

"اس کے بعد مجھے اس قبر سے اسی طرح اشارے ملنے لگے کہ کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ میرے دل میں کوئی بات آتی جو میرا یقین بن جاتی تھی۔ میں نے قبر کی دیواریں اونچی کر کے اوپر گنبد بنوا دیا۔ میں دور دور تک گیا۔ حلب اور موصل کے علاوہ بیت المقدس تک گیا۔ اب کچھ عرصے سے مجھے اس مزار سے جو اشارے مل رہے تھے وہ اچھے نہیں تھے۔ یہ جس برگزیدہ انسان کا مزار ہے اُس کی روح تڑپتی محسوس ہوتی تھی۔ قبر پر میں نے سبز چادر ڈالی تھی۔ ایک رات چادر پھڑپھڑائی۔ میں ڈر گیا اور میں نے چادر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ 'مرشد! میرے لیے کیا حکم ہے؟'....

"مزار کے اندر مجھے آواز سنائی دی۔ 'تو دیکھ نہیں رہا کہ مسلمان شراب پی رہے ہیں؟' اس سے پہلے میں نے آواز کبھی نہیں سنی تھی۔ اُس نے مجھے کہا کہ میں مسلمانوں کو شراب کی تباہ کاریوں سے خبردار کروں۔ میں نے

حکم کی تعمیل کی لیکن شراب پینے والے امراء اور حاکم تھے جن کے کانوں تک میری آواز نہ پہنچ سکی۔ پھر ایک رات قبر کی چادر نے پھڑپھڑا کر مجھے بتایا کہ مصر سے آئی فوج مسلمانوں کی آبادیوں میں مسلمانوں کے ساتھ وہی سلوک کر رہی ہے جو صلیبی فوج کیا کرتی ہے۔ اُس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کی فوج دمشق میں بھی تھی، اور دمشق سے حلب تک اور وہاں سے رقہ تک جگہ جگہ موجود تھی۔ اس فوج کے کمانڈروں نے جس مسلمان گھرانے میں کوئی قیمتی چیز اور رقم دیکھی اٹھالے گئے۔ انہوں نے پردہ نشین خواتین پر دست درازیاں کیں۔ اُن کی بچیاں دیکھی سپاہیوں نے بھی لوٹ مار اور آبروریزی شروع کر دی۔ یہاں تک پتہ چلا کہ سالاروں اور کمانداروں نے مسلمان لڑکیاں اغوا کرکے اپنے خیموں میں رکھی ہوئی ہیں۔ مزار سے مجھے حکم ملتا تھا کہ میں سلطان ایوبی کے پاس جاؤں اور اُسے بتاؤں کہ یہ فوج خلافتِ بغداد کی ہے مصر کے فرعونوں کی نہیں۔ اگر فوج نے یہ گناہ جاری رکھے تو اس کا حشر فرعونِ موسیٰ جیسا ہوگا....

"اُس وقت سلطان ایوبی حلب کے قریب خیمہ زن تھا۔ میں اتنی لمبی مسافت طے کرکے اُسے ملنے گیا تو اُس کے محافظوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم سلطان سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ میں نے بتایا کہ میں رملہ سے آیا ہوں اور ایک پیغام لایا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ پیغام کس کی طرف سے ہے۔ میں نے بتایا کہ جس نے پیغام دیا ہے، وہ زندہ نہیں۔ محافظوں نے قہقہہ لگایا اور اُن کے کمانڈر نے بلند آواز سے کہا کہ آؤ تمہیں ایک پاگل دکھاؤں۔ کسی نے قبر سے سلطان کے لیے پیغام لایا ہوں۔ ایک نے کہا یہ شیخ ستان کا بھیجا ہوا فدائی ہے۔ سلطان کو قتل کرنے آیا ہے۔ اسے پکڑ لو۔ کسی نے کہا صلیبیوں کا جاسوس ہے، اسے قتل کر دو۔ میں نے گرفتاری سے بچنے کے لیے یہ ظاہر کیا کہ میں پاگل ہوں۔ میں وہاں سے بھاگ آیا۔ میں نے اپنی آنکھوں دیکھا کہ سلطان کے محافظوں کے ایک خیمے میں دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔"

"ہم نے اپنی فوج کے ساتھ کوئی عورت نہیں دیکھی۔" ایک سپاہی نے کہا۔

"کیا تم اُس وقت سے فوج کے ساتھ ہو جب یہ دمشق گئی تھی؟" سیاہ ریش نے کہا۔

"ہم سب پہلی بار ادھر آئے ہیں۔" سپاہی نے جواب دیا۔ "ہم فوج میں اتنے پرانے نہیں ہیں۔"

"میں پرانی فوج کی بات کر رہا ہوں۔" اس نے کہا۔ "اس فوج کے کمانڈروں اور سپاہیوں کو سزا مل چکی ہے۔ تم نے ابھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اسی لیے تم زندہ سلامت واپس آگئے ہو۔ جنہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے مسلمانوں کے گھر لوٹے تھے اور پردہ دار خواتین پر دست درازی کی تھی وہ مارے گئے ہیں۔ جو زیادہ گناہ گار تھے ان میں سے کسی کی ٹانگیں کٹیں اور کسی کے بازو۔ وہ زندہ بچے تو گدھ اُن کی آنکھیں نکال رہے تھے، اور جو ان سے بھی زیادہ گناہگار تھے وہ صلیبیوں کی قید میں چلے گئے ہیں جو اُن کے لیے جہنم سے کم نہیں ہوگی، اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والی اذیتیں ہیں۔ وہ بھوکے پیاسے تڑپتے رہیں گے مگر مریں گے نہیں۔ مرنے کی دعائیں مانگیں گے۔ اُن کی دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔"

"کیا ہماری شکست کی وجہ یہی ہے؟" ایک سپاہی نے پوچھا۔

"مجھے دو سال پہلے بتا دیا گیا تھا کہ یہ فوج تباہ ہوگی۔" اُس نے کہا۔ "اور یہ فوج کفار کو توقع دے گی کہ وہ اسلام کی تذلیل کریں۔ اب یہ فوج اللہ کی عدالت سے دھتکاری گئی ہے۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟" کسی نے پوچھا۔

"میں تمہاری طرح اللہ کے قہر سے جو صلیبی فوج کی صورت میں نازل ہوا ہے بھاگ کر آیا ہوں۔" سیاہ ریش نے جواب دیا۔ "صلیبی فوج طوفان کی طرح آئی۔ تمہاری فوج اسے روک نہ سکی۔ اگر میرے بچے جوان ہوتی تو میں اپنے مرشد کے مزار پر جان قربان کر دیتا لیکن اپنی جوان بیٹیوں کی آبرو کو میں قربان نہیں کر سکتا تھا۔ صلیبی دو چیزوں کو نہیں چھوڑتے۔ رقم اور خوبصورت مستورات۔ مجھے مزار سے حکم ملا کہ اپنی بیٹیوں کو ساتھ لو اور مصر کی طرف نکل جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ میں زندہ کس طرح پہنچوں گا۔ مزار سے آواز آئی کہ تم نے ہماری جو خدمت کی ہے اس کے عوض تم خیریت سے قاہرہ پہنچ جاؤ گے لیکن وہاں خاموش نہ بیٹھنا۔ ہر کسی کو بتانا کہ گناہ کرو گے تو تمہیں ایسی ہی سزا ملے گی جیسی تمہاری فوج نے بھگتی ہے۔ مجھے مزار نے بہت کچھ بتایا ہے جو میں مصر پہنچ کر بتاؤں گا.... تم ایک دوسرے کو دیکھو۔ تمہارے چہرے لاشوں جیسے ہو گئے ہیں، تمہارے جسموں میں جان نہیں رہی۔ مجھے دیکھو، میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ پیدل آ رہا ہوں۔ میرے پاس کھانے کے لیے بھی نہیں کچھ پینے کے لیے بھی نہیں۔"

"کیا آپ ہمیں مصر تک اپنی فوج لے جا سکتے ہیں؟" ایک سپاہی نے پوچھا۔

"اگر تم یہ وعدہ کرو کہ دلوں سے گناہ کا خیال نکال دو گے۔" اس نے جواب دیا۔ "اور یہ وعدہ بھی کرو کہ میں جس مقصد کے لیے مصر جا رہا ہوں اس میں میرا ساتھ دو گے؟"

"ہم سچے دل سے وعدہ کرتے ہیں۔" بہت سی آوازیں سنائی دیں۔ "ہمیں اپنا مقصد بتائیں ہم جب تک زندہ ہیں آپ کا ساتھ دیں گے۔"

"میں صرف اپنی جان اور اپنی بیٹیوں کی عزت بچانے کے لیے رملہ سے نہیں بھاگا۔" اُس نے کہا۔ "مجھے مزار نے حکم دیا ہے کہ مصر جا کر لوگوں کو بتاؤں کہ تم فرعونوں کی سرزمین کی پیداوار ہو۔ اس مٹی میں گناہوں کی تاثیر ہے۔ حضرت یوسفؑ مصر میں نیلام ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی بے ادبی مصر میں ہوئی تھی۔ مصر میں پیغمبروں کے قبیلے فرعونوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اے مصر والو! اس مٹی کی تاثیر سے اور اس کی فضا کے اثر سے بچو اور خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ تمہاری تباہی اور سزا شروع ہو چکی ہے۔ میں یہ پیغام مصر والوں کے لیے لے جا رہا ہوں۔ تم اگر یہ پیغام سارے ملک میں پھیلانے میں میری مدد کرو گے تو تمہاری دنیا بھی بہشت بنی رہے گی اور آخرت میں بھی تمہارے لیے بہشت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔"

☆

سورج غروب ہونے میں ابھی بہت دیر باقی تھی۔ رملہ کی طرف سے آنے والے دو تین سپاہی قریب سے گزرے۔ سیاہ ریش نے کہا کہ انہیں روک لو۔ یہ رات تک زندہ نہیں رہیں گے۔ انہیں روک لیا گیا۔ وہ مسافروں کی طرح پانی مانگ رہے تھے۔ سیاہ ریش نے انہیں کہا۔ "پانی رات کو ملے گا۔ اُس وقت تک اُس خدا کو یاد کرو

جس نے تمہیں ریلے سے زندہ نکالا اور نئی زندگی دی ہے۔"

کچھ دیر بعد دو آدمی گھوڑوں پر سوار ادھر سے گزرے۔ وہ فوجی نہیں تھے۔ انہوں نے اس قافلے کو دیکھا۔ پھر سیاہ ریش کو دیکھا۔ انہوں نے گھوڑے روک لیے، کُود کر اُترے، گھوڑوں کو وہیں چھوڑ کر دوڑتے آئے۔ دونوں نے سیاہ ریش کے سامنے سجدہ کیا پھر اُس کے ہاتھ چُومے اور پوچھا — "یا مُرشد! آپ کہاں؟" اس کا جواب سُن کر ان دونوں نے سپاہیوں کو بتایا کہ وہ کتنے خوش نصیب ہیں کہ اللہ کی بھیجی ہوئی اس بزرگ و برتر شخصیت کا ساتھ انہیں میسر آیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ سیاہ ریش نے ایک سال پہلے بتا دیا تھا کہ مصر کی خُدا بیگانہ فوج اس مزار کے علاقے میں آگئی تو تباہ ہو جائے گی۔

"اِدھر اُدھر دیکھو۔" سیاہ ریش نے سب سے کہا — "یہاں کہیں کوئی بھولا بھٹکا — یا حرف جاتا نظر آئے اُسے یہاں لے آؤ۔ رات کو یہاں کوئی بھوکا اور پیاسا نہیں رہے گا۔"

مُصر نے کا یہی ایک راستہ تھا۔ باقی تمام تر ٹیلوں کا تھا اور یہ وسیع علاقہ تھا۔ اس کے اندر جانا بیکار تھا۔ باہر سے ہی پتہ چل رہا تھا کہ یہاں پانی کا نام و نشان نہیں۔ سب کو موت نظر آ رہی تھی مصر کی سرحد ابھی بہت دُور تھی۔ یہ لوگ سہارے ڈھونڈ رہے تھے۔ وہ سیاہ ریش کے آگے پیچھے جا رہے تھے۔ اس کی ہر ایک بات اُن کے دلوں میں بیٹھ گئی تھی مگر پیاس کی شدت سے دو تین سپاہی غشی کی حالت میں چلے گئے تھے۔ سیاہ ریش انہیں تسلیاں دے رہا تھا۔

سورج غروب ہو گیا پھر رات تاریک ہو گئی۔ بہت دیر بعد جب صحرا خاموش تھا ٹیلوں کے اندر سے ایک پرندے کی آواز سنائی دی۔ سب چونک اُٹھے۔ ایسے جہنم میں جہاں پانی کا قطرہ بھی نہیں تھا اور موت سر پر منڈلا رہی تھی وہاں پرندے کی آواز غیر قدرتی تھی۔ یہ پرندہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ سب کی سانسیں رُک گئیں۔ یہ کوئی بدروح ہو سکتی تھی۔

"اللہ تیرا شکر!" سیاہ ریش نے سکون کی آہ لے کر کہا — "میری دعا قبول ہو گئی ہے۔" اُس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے دو سپاہیوں سے کہا — "تم دونوں اُس طرف جاؤ۔ چالیس قدم گنو۔ وہاں سے دائیں کو مُڑ جاؤ۔ چالیس قدم گنو۔ وہاں سے بائیں کو مُڑ جاؤ۔ آگے کہیں آگ جلتی نظر آئے گی۔ اس کی روشنی میں تمہیں پانی نظر آئے گا۔ شاید کھانے کے لیے بھی کچھ ہو۔ جو کچھ وہاں پڑا ہو اُٹھا لانا۔ یہ آواز پرندے کی نہیں غیب کا اشارہ ہے۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔" ایک سپاہی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "میں بدروح کی جگہ نہیں جاؤں گا۔"

وہ دو آدمی اُٹھ کھڑے ہوئے جو بعد میں گھوڑوں پر سوار آئے تھے اور سیاہ ریش کے آگے سجدہ کیا تھا۔ ایک نے سپاہیوں سے کہا — "مت ڈرو۔ بدروح تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ انہیں حکم ملا ہوا ہے کہ یہ بزرگ جہاں جائیں انہیں کھانا اور پانی پہنچا رہے گا۔ ہم ان کے معجزوں سے واقف ہیں..... دو تین آدمی ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ دو تین سپاہیوں کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ سیاہ ریش کے کہنے کے مطابق انہوں نے قدم گنے اور

مُڑے۔ دو ٹیلوں کے درمیان سے گزرے تو انہیں ایک جگہ آگ جلتی نظر آئی۔ سب کلمہ طیبہ کا ورد کرتے آگے بڑھے۔ آگ کی روشنی میں پانی سے بھرے ہوئے چمڑے کے پانچ مشکیزے پڑے تھے اور کپڑے کے ایک تھیلے میں کھجوریں بھری ہوئی تھیں۔ انہوں نے مشکیزے اور تھیلا اٹھایا اور سیاہ ریش کے آگے یہ سامان جا رکھا۔ اُس نے سب میں تھوڑی تھوڑی کھجوریں تقسیم کیں اور دو مشکیزے اُن کے حوالے کر کے کہا کہ ضرورت سے زیادہ پانی نہ پئیں، پانی بچانے کی کوشش کریں — اس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہ رہی کہ سیاہ ریش کوئی عام قسم کا درویش نہیں، اللہ کے معاملوں میں سے ہے۔ اُس نے سب کو تیمم کرایا اور باجماعت نماز پڑھائی۔ پھر سب سو گئے ابھی سحر تاریک تھی جب اُس نے سب کو جگا دیا اور قافلہ مصر کو روانہ ہو گیا۔ سیاہ ریش کو ایک اونٹ پر لادا اُس کی بیٹیوں کو دوسرے اونٹ پر سوار کرا دیا گیا تھا — راستے میں انہیں تین چار سپاہی ملے جو مصر کو جا رہے تھے۔ سیاہ ریش نے انہیں پانی پلایا، کھجوریں کھلائیں اور دو شتر سواروں کے پیچھے انہیں سوار کرا دیا۔ اس قافلے سے دائیں طرف دُور ایک اور قافلہ جا رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ انہیں بھی ساتھ ملا لیا جائے۔ سیاہ ریش نے کہا کہ وہ ہماری طرح بھاگے ہوئے لوگ معلوم نہیں ہوتے۔ اُن کا اور ہمارا کوئی ساتھ نہیں۔

☆

بہت دنوں بعد سپاہیوں کا یہ قافلہ سیاہ ریش کی قیادت میں مصر کی سرحد میں داخل ہوا۔ وہ دو آدمی جنہوں نے سیاہ ریش کے آگے سجدہ کیا تھا راستے میں سپاہیوں کو سیاہ ریش کے معجزے سناتے گئے تھے۔ انہوں نے سپاہیوں سے کہا تھا کہ اسے جو کوئی اپنے گاؤں میں رکھ لے گا اُسے رزق کی کوئی کمی نہیں ہو گی اور خدا اُس پر ہمیشہ مہربان رہے گا۔ ایک ہی گاؤں کے تین چار سپاہی اُسے وہاں رکھنے کے لیے تیار ہو گئے۔ سیاہ ریش سے کہا گیا کہ وہ اُن کے گاؤں چلے۔ اُس نے کچھ باتیں پوچھیں اور اُن کے گاؤں جانے پر آمادہ ہو گیا۔

یہ ایک بڑا گاؤں تھا جو قاہرہ سے دُور نہیں تھا۔ قافلہ جب اس گاؤں میں داخل ہوا تو سپاہیوں کو دیکھ کر گاؤں کے لوگ اُن کے گرد جمع ہو گئے۔ اُن کے جانوروں کے آگے چارہ ڈالا۔ قافلے والوں کو کھانا اور پانی دیا اور اُن سے محاذ کی باتیں سننے بیٹھ گئے۔ انہیں سیاہ ریش کے متعلق بتایا گیا کہ خدا کے معاملوں میں سے ہے اور اسے خدا جنات کے ہاتھوں رزق پہنچاتا ہے۔ لوگوں کو اُس کی مختصر سی داستانِ حیات بھی سنائی گئی۔ اس دوران وہ آنکھیں بند کیے مراقبے میں رہا۔ اُس کی بیٹیوں کو اس گاؤں کا رہنے والا ایک سپاہی اپنے گھر لے گیا۔

"محاذ کا حال مجھ سے پوچھو۔" سیاہ ریش نے کہا — "یہ سپاہی ہیں۔ یہ صرف لڑتے ہیں۔ انہیں کچھ علم نہیں ہوتا کہ انہیں لڑانے والوں کی نیت کیا ہے۔ ان چند ایک سپاہیوں نے جنہیں میں مصر کی آگ سے زندہ نکال لایا ہوں، اُس فوج کے گناہوں کی سزا بھگتی ہے جو ان سے بہت پہلے ملک شام کو گئی تھی۔ اُس فوج نے ہر میدان میں فتح حاصل کی۔ وہاں کی وادیاں اور وہاں کے صحرا، سلطان ایوبی زندہ باد، کے نعروں سے گونجتے لرزتے رہے۔ اس فوج نے ہر جگہ زر و جواہرات اور عورتیں دیکھیں۔ وہاں کی عورتیں مصر کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ فتح کے نشے نے اُس فوج میں فرعونیت پیدا کر دی۔ دماغوں میں صرف مالِ غنیمت رہ گیا، پھر اُس فوج کے سالاروں،

کمانداروں اور سپاہیوں نے قوم کی عزت اور غیرت کو خیرباد کہا اور مسلمانوں کے گھروں میں بھی لوٹ مار شروع کر دی۔ جہاں کوئی خوبصورت عورت اور جوان لڑکی نظر آئی اُسے بے آبرو اور اغوا کیا۔ یہ سب مسلمان مستورات تھیں، انہیں خیموں میں رکھا گیا۔"

"کیا سلطان صلاح الدین ایوبی اندھا تھا؟" کسی نے قہر آلود آواز میں پوچھا ــــ "وہ دیکھ نہیں سکتا تھا کہ اُس کی سپاہ کیا کر رہی ہے؟"

"خدا جب سزا دینے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اماموں، عالموں اور حکمرانوں کی عقل پر بھی پردہ ڈال دیتا ہے۔" سیاہ ریش نے کہا۔ "سلطان صلاح الدین ایوبی خود فتح کے نشے سے بدمست ہو گیا تھا۔ وہ شاید خدا کے وجود کو اور اُس کی لاٹھی کو بھول گیا تھا۔ اُس کے گرد اُس کے محافظوں اور عیاش سالاروں نے ایسا گھیرا ڈال رکھا تھا کہ کسی مظلوم کی فریاد اُس تک پہنچ ہی نہیں سکتی تھی۔ جو بادشاہ فریادیوں کے لیے انصاف کے دروازے اور اپنے کان بند کر لیتا ہے وہ اللہ کی بخشش سے محروم ہو جاتا ہے۔ مجھے دو سال سے اشاروں مل رہے تھے کہ یہ فوج اعمالِ بد سے باز نہ آئی تو تباہ ہو گی۔ مجھے راتوں کو غیب کی آوازیں سنائی دیتی رہیں مگر جن کے لیے آوازیں آتی تھیں اُن کے کان بند تھے....

"پھر خدا نے یوں کیا کہ اُن کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دیں اور سلطان صلاح الدین ایوبی جو میدانِ جنگ کا بادشاہ ہے اور جسے صلیب کے کفار میدانِ جنگ کا دیوتا کہتے ہیں عقل کا ایسا اندھا ہوا کہ ساری چالیں بھول گیا۔ اُس کی چال دشمن چل گیا اور اُسے ایسی شکست ہوئی کہ تن تنہا مصر پہنچا۔"

"ہم صلیبیوں سے شکست کا انتقام لیں گے۔" ایک جوشیلے دیہاتی نے کہا ــــ "ہم اپنے بیٹوں کو قربان کر دیں گے۔"

"فتح اور شکست خدا کے اختیار میں ہے۔" سیاہ ریش نے کہا ــــ "اُس کی ذات نے حکمِ شکست کا دیا ہو تو بندوں کا جوش سرد پڑ جاتا ہے۔ میں بھی اسی لیے یہاں آیا ہوں کہ معرکے بچے بچے کو شکست کا انتقام لینے کے لیے تیار کروں لیکن سزا کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا۔ تم اگر اپنے بیٹوں کو فوراً فوج میں بھرتی کرا کے محاذ پر بھیج دو گے تو وہ مریں گے اور شکست کھائیں گے۔ ہر عمل کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ وہ وقت ابھی دور ہے جب شکست کو فتح میں بدل دو گے۔ سب سے پہلے خدا کو یاد کرو۔ اُس سے اپنے اُن بیٹوں کے گناہوں کی بخشش مانگو جنہیں تم نے ملکِ شام میں بھیجا تھا۔"

☆

"شکست کی ذمہ داری میرے سر پر ڈالو۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ وہ اپنے سالاروں، نائب سالاروں، کمانداروں اور شہری انتظامیہ کے حکام سے خطاب کر رہا تھا ــــ "شکست کے اسباب بڑے واضح ہیں۔ مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نئی بھرتی لے کر گیا۔ اگر میں زیادہ انتظار کرتا اور مصر میں بیٹھا رہتا تو دشمن سارے شام میں پھیل جاتا۔ میں نے فوج کی جس کمی کو نئے سپاہیوں سے پورا کیا ہے اس کے متعلق تم جانتے ہو کہ اس کا ذمہ دار کون ہے،

لیکن میں اب اس بحث میں وقت ضائع نہیں کروں گا کہ اس کا ذمہ دار فلاں ہے اور وہ گناہ فلاں نے کیا ہے۔ اگر جرم عائد کرنے ہیں تو مجھ پر کرو۔ فوج کو میں نے لڑایا ہے۔ اگر چالیں غلط تھیں تو میری تھیں۔ اس کا کفارہ مجھے ادا کرنا ہے اور میں کروں گا۔ فتح اور شکست ہر معرکے کا انجام ہوتا ہے۔ آج ہم اُس انجام سے دوچار ہوئے ہیں جس کے لیے تم ذہنی طور پر تیار نہیں تھے۔ اسی لیے تم سب کے چہروں پر اداسی اور آنکھوں میں بے چینی ہے۔ اگر تم مجھے شکست کی سزا دینا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ میرے کانوں میں یہ آوازیں بھی پہنچ رہی ہیں کہ میری فوج شام میں جا کر آبرو ریزی، لوٹ مار اور شراب خوری کی عادی ہو گئی تھی۔ مجھے یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ میں نے خلیفہ بغداد پر دہشت طاری کرنے کے لیے دانستہ شکست کھائی ہے اور میں شکست کو فتح میں بدل کر خلیفہ کو اپنا مرید بنانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے فرعون تک کہا جا رہا ہے۔ میں کسی بھی الزام کا جواب نہیں دوں گا۔ ان الزامات کا جواب میری زبان نہیں میری تلوار دے گی۔ میں الفاظ سے نہیں عمل سے ثابت کروں گا کہ یہ کس کے گناہ تھے جن کی سزا مجھے اور میرے مجاہدین کو ملی ہے۔"

اتنے میں دربان نے اطلاع دی کہ حماۃ سے قاصد آیا ہے۔ سلطان ایوبی نے اُسے فوراً اندر بلایا۔ گرد و غبار سے اَٹے ہوئے اور تھکن سے چُور قاصد نے سلطان ایوبی کو العادل کا پیغام دیا۔ پیغام کھول کر پڑھا تو سلطان ایوبی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس نے پیغام ایک سالار کے ہاتھ میں دے کر کہا ــــ "یہ پڑھ کر سب کو سناؤ۔"

جوں جوں سالار پیغام پڑھتا جا رہا تھا سب کی آنکھوں میں چمک آتی جا رہی تھی۔ سسکیوں کی طرح تین چار سرگوشیاں سنائی دیں ــــ "زندہ باد۔ زندہ باد۔"

"یہ گناہگاروں کا کارنامہ ہے۔" سلطان ایوبی نے کہا ــــ "تم میں سے جو قاہرہ میں تھے نہیں جانتے کہ العادل کے پاس کتنی فوج ہے۔ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ بالڈوِن کے پاس دس گنا زیادہ فوج تھی۔ اس کے سوار زرہ پوش ہیں۔ اُس کے پیادے لوہے کے خود پہنتے ہیں۔ کیا العادل کے مجاہدین نے ثابت نہیں کر دیا کہ ہم شکست کو فتح میں بدل سکتے ہیں؟ کیا تم مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ سر پکڑ کر بیٹھ جاؤں؟ اگلی جنگ کی تیاری کرو۔ مجھے فوج بھرتی دو۔ تمہیں قبلہ اوّل پکار رہا ہے۔ میں دشمن کے ساتھ کوئی سمجھوتہ اور کوئی معاہدہ نہیں کروں گا۔"

العادل کے پیغام نے جہاں سلطان ایوبی کو حوصلہ دیا وہاں تمام سالاروں وغیرہ کے بھی مجروح حوصلے تر و تازہ ہو گئے۔ اُن میں سے بعض کے دلوں میں سلطان ایوبی اور اُس کی فوج کے خلاف شکوک پیدا ہو گئے تھے۔ وہ صاف ہونے لگے۔ العادل نے اسی ایک معرکے پر اکتفا نہیں کی۔ اُس نے اپنے دستوں کو تین سے چالیس کی نفری کے جیشوں میں تقسیم کر دیا اور انہیں اُس علاقے میں لے گیا جہاں بالڈوِن کی فوج خیمہ زن ہو گئی تھی۔ العادل نے اپنے جیشوں کے کمانداروں کو شبخون مارنے اور غائب ہو جانے کی ہدایات دیں۔ مقصد یہ تھا کہ دشمن کو پریشان رکھا جائے تاکہ وہ پیش قدمی بھی نہ کر سکے اور آرام سے بیٹھ بھی نہ سکے۔

کمانداروں اور سپاہیوں نے قوم کی عزت اور غیرت کو خیرباد کہا اور مسلمانوں کے گھروں میں بھی لوٹ مار شروع کر دی۔ جہاں کوئی خوبصورت عورت اور جوان لڑکی نظر آئی اُسے بے آبرو اور اغوا کیا۔ یہ سب مسلمان مستورات تھیں، انہیں خیموں میں رکھا گیا۔"

"کیا سلطان صلاح الدین ایوبی اندھا تھا؟" کسی نے قہر آلود آواز میں پوچھا ــــ "وہ دیکھ نہیں سکتا تھا کہ اُس کی سپاہ کیا کر رہی ہے؟"

"خدا جب سزا دینے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اماموں، عالموں اور حکمرانوں کی عقل پر بھی پردہ ڈال دیتا ہے۔" سیاہ ریش نے کہا۔ "سلطان صلاح الدین ایوبی خود فتح کے نشے سے بدمست ہو گیا تھا۔ وہ شاید خدا کے وجود کو اور اُس کی لاٹھی کو بھول گیا تھا۔ اُس کے گرد اُس کے محافظوں اور عیاش سالاروں نے ایسا گھیرا ڈال رکھا تھا کہ کسی مظلوم کی فریاد اُس تک پہنچ ہی نہیں سکتی تھی۔ جو بادشاہ فریادیوں کے لیے انصاف کے دروازے اور اپنے کان بند کر لیتا ہے وہ اللہ کی بخشش سے محروم ہو جاتا ہے۔ مجھے دو سال سے اشاروں مل رہے تھے کہ یہ فوج اعمالِ بد سے باز نہ آئی تو تباہ ہو گی۔ مجھے راتوں کو غیب کی آوازیں سنائی دیتی رہیں مگر جن کے لیے آوازیں آتی تھیں اُن کے کان بند تھے....

"پھر خدا نے یوں کیا کہ اُن کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دیں اور سلطان صلاح الدین ایوبی جو میدانِ جنگ کا بادشاہ ہے اور جسے صلیب کے کفار میدانِ جنگ کا دیوتا کہتے ہیں عقل کا ایسا اندھا ہوا کہ ساری چالیں بھول گیا۔ اُس کی چال دشمن چل گیا اور اُسے ایسی شکست ہوئی کہ تن تنہا مصر پہنچا۔"

"ہم صلیبیوں سے شکست کا انتقام لیں گے۔" ایک جوشیلے دیہاتی نے کہا ــــ "ہم اپنے بیٹوں کو قربان کر دیں گے۔"

"فتح اور شکست خدا کے اختیار میں ہے۔" سیاہ ریش نے کہا ــــ "اُس کی ذات نے حکمِ شکست کا دیا ہو تو بندوں کا جوش سرد پڑ جاتا ہے۔ میں بھی اسی لیے یہاں آیا ہوں کہ معرکے بچے بچے کو شکست کا انتقام لینے کے لیے تیار کروں لیکن سزا کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا۔ تم اگر اپنے بیٹوں کو فوراً فوج میں بھرتی کرا کے محاذ پر بھیج دو گے تو وہ مریں گے اور شکست کھائیں گے۔ ہر عمل کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ وہ وقت ابھی دور ہے جب شکست کو فتح میں بدل دو گے۔ سب سے پہلے خدا کو یاد کرو۔ اُس سے اپنے اُن بیٹوں کے گناہوں کی بخشش مانگو جنہیں تم نے ملکِ شام میں بھیجا تھا۔"

☆

"شکست کی ذمہ داری میرے سر پر ڈالو۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ وہ اپنے سالاروں، نائب سالاروں، کمانداروں اور شہری انتظامیہ کے حکام سے خطاب کر رہا تھا ــــ "شکست کے اسباب بڑے واضح ہیں۔ مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نئی بھرتی لے کر گیا۔ اگر میں زیادہ انتظار کرتا اور مصر میں بیٹھا رہتا تو دشمن سارے شام میں پھیل جاتا۔ میں نے فوج کی جس کمی کو نئے سپاہیوں سے پورا کیا ہے اس کے متعلق تم جانتے ہو کہ اس کا ذمہ دار کون ہے،

لیکن میں اب اس بحث میں وقت ضائع نہیں کروں گا کہ اس کا ذمہ دار فلاں ہے اور وہ گناہ فلاں نے کیا ہے۔ اگر جرم عائد کرنے ہیں تو مجھ پر کرو۔ فوج کو میں نے لڑایا ہے۔ اگر چالیں غلط تھیں تو میری تھیں۔ اس کا کفارہ مجھے ادا کرنا ہے اور میں کروں گا۔ فتح اور شکست ہر معرکے کا انجام ہوتا ہے۔ آج ہم اُس انجام سے دوچار ہوئے ہیں جس کے لیے تم ذہنی طور پر تیار نہیں تھے۔ اسی لیے تم سب کے چہروں پر اداسی اور آنکھوں میں بے چینی ہے۔ اگر تم مجھے شکست کی سزا دینا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ میرے کانوں میں یہ آوازیں بھی پہنچ رہی ہیں کہ میری فوج شام میں جا کر آبرو ریزی، لوٹ مار اور شراب خوری کی عادی ہو گئی تھی۔ مجھے یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ میں نے خلیفہ بغداد پر دہشت طاری کرنے کے لیے دانستہ شکست کھائی ہے اور میں شکست کو فتح میں بدل کر خلیفہ کو اپنا مرید بنانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے فرعون تک کہا جا رہا ہے۔ میں کسی بھی الزام کا جواب نہیں دوں گا۔ ان الزامات کا جواب میری زبان نہیں میری تلوار دے گی۔ میں الفاظ سے نہیں عمل سے ثابت کروں گا کہ یہ کس کے گناہ تھے جن کی سزا مجھے اور میرے مجاہدین کو ملی ہے۔"

اتنے میں دربان نے اطلاع دی کہ حماۃ سے قاصد آیا ہے۔ سلطان ایوبی نے اُسے فوراً اندر بلایا۔ گرد و غبار سے اَٹے ہوئے اور تھکن سے چُور قاصد نے سلطان ایوبی کو العادل کا پیغام دیا۔ پیغام کھول کر پڑھا تو سلطان ایوبی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس نے پیغام ایک سالار کے ہاتھ میں دے کر کہا ــــ "یہ پڑھ کر سب کو سناؤ۔"

جوں جوں سالار پیغام پڑھتا جا رہا تھا سب کی آنکھوں میں چمک آتی جا رہی تھی۔ سسکیوں کی طرح تین چار سرگوشیاں سنائی دیں ــــ "زندہ باد۔ زندہ باد۔"

"یہ گناہگاروں کا کارنامہ ہے۔" سلطان ایوبی نے کہا ــــ "تم میں سے جو قاہرہ میں تھے نہیں جانتے کہ العادل کے پاس کتنی فوج ہے۔ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ بالڈوِن کے پاس دس گنا زیادہ فوج تھی۔ اس کے سوار زرہ پوش ہیں۔ اُس کے پیادے لوہے کے خود پہنتے ہیں۔ کیا العادل کے مجاہدین نے ثابت نہیں کر دیا کہ ہم شکست کو فتح میں بدل سکتے ہیں؟ کیا تم مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ سر پکڑ کر بیٹھ جاؤں؟ اگلی جنگ کی تیاری کرو۔ مجھے فوج بھرتی دو۔ تمہیں قبلہ اوّل پکار رہا ہے۔ میں دشمن کے ساتھ کوئی سمجھوتہ اور کوئی معاہدہ نہیں کروں گا۔"

العادل کے پیغام نے جہاں سلطان ایوبی کو حوصلہ دیا وہاں تمام سالاروں وغیرہ کے بھی مجروح حوصلے تر و تازہ ہو گئے۔ اُن میں سے بعض کے دلوں میں سلطان ایوبی اور اُس کی فوج کے خلاف شکوک پیدا ہو گئے تھے۔ وہ صاف ہونے لگے۔ العادل نے اسی ایک معرکے پر اکتفا نہیں کی۔ اُس نے اپنے دستوں کو تین سے چالیس کی نفری کے جیشوں میں تقسیم کر دیا اور انہیں اُس علاقے میں لے گیا جہاں بالڈوِن کی فوج خیمہ زن ہو گئی تھی۔ العادل نے اپنے جیشوں کے کمانداروں کو شبخون مارنے اور غائب ہو جانے کی ہدایات دیں۔ مقصد یہ تھا کہ دشمن کو پریشان رکھا جائے تاکہ وہ پیش قدمی بھی نہ کر سکے اور آرام سے بیٹھ بھی نہ سکے۔

بالڈوِن پہلے ہی نقصان اٹھا چکا تھا۔ وہ اِس ارادے سے اتنی زیادہ فوج لے کر آیا تھا کہ دمشق تک کے علاقے پر قبضہ کرے گا۔ اب اُس کی یہ حالت ہو گئی کہ ہر رات خیمہ گاہ کے کسی نہ کسی حصّے پر تیروں کی بوچھاڑ ہوتی یا حملہ ہوتا تھا۔ فوج کے بیدار ہونے تک حملہ آور دُور نکل گئے ہوتے تھے۔ بالڈوِن نے فوج کو تمام تر علاقے میں دُور دُور پھیلا دیا۔ العادل کے چھاپہ ماروں کو پکڑنے کے لیے اُس نے بھی ٹولیاں تیار کیں جو رات کو گشت پر رہتی تھیں مگر ہر صبح بالڈوِن کو یہ خبر سننی پڑتی تھی کہ آج فلاں کیمپ پر حملہ ہوا ہے یا فلاں ٹولی ماری گئی ہے۔ وہ علاقہ پہاڑی تھا۔ اس سے العادل کے چھاپہ مار جیش خوب فائدہ اٹھا رہے تھے مگر یہ فائدہ العادل کو بہت مہنگا پڑ رہا تھا۔ چھاپہ مار اتنی دلیری سے شب خون مارتے تھے کہ دشمن کے کیمپ کے اندر چلے جاتے اور اُن میں سے چند ایک جانیں قربان کر دیتے تھے۔

اس طریقۂ جنگ اور اس قربانی سے العادل کوئی علاقہ فتح نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دشمن کو وہاں سے پیچھے بھی نہیں ہٹا سکتا تھا لیکن یہ فائدہ کچھ کم نہ تھا کہ صلیبیوں کی اتنی بڑی فوج پیشقدمی کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اگر بالڈوِن پیشقدمی کرتا تو آمنے سامنے جنگ میں العادل اتنی قلیل فوج سے اُس کے سامنے دو گھنٹے بھی نہ ٹھہر سکتا۔ اُس نے بالڈوِن کے کیمپ میں کام کرنے والے مقامی لوگوں میں اپنے جاسوس بھی چھوڑ رکھے تھے۔ وہ دشمن کی ذرا ذرا سی حرکت کی اطلاع العادل کو دے دیتے تھے۔ ایک بار ان جاسوسوں میں سے ایک نے صلیبیوں کے اُس خشک گھاس کے پہاڑ جیسے انبار کو آگ لگا دی تھی جو انہوں نے گھوڑوں کے لیے جمع کر رکھا تھا۔

العادل کو اطلاع مل چکی تھی کہ دمشق سے تھوڑی سی کمک آ رہی ہے۔ حلب سے کمک ملنے کی توقع نہیں تھی۔ الملک الصالح نے پیغام کا جواب دیا تھا کہ صلیبی (فرینکس جنہیں فرنگی کہا جاتا تھا) قلعہ حرن کو محاصرے میں لینا چاہتے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا ہی کیا تو اُن پر حلب کی فوج سے حملہ کیا جائے گا۔

☆

چند ایک یورپی مؤرخین نے صلیبی جنگوں کے اِس دَور کے متعلق لکھا ہے کہ رملہ کی شکست کے بعد اسلامی فوج کو ختم کر دیا گیا۔ اس کے جو دستے بچ گئے تھے انہوں نے لوٹ مار کو پیشہ بنا لیا۔ وہ صلیبیوں کے فوجی قافلوں کو لوٹ لیتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوٹ مار خود صلیبی کرتے تھے۔ زیادہ تر مؤرخ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی اس سلسلے کی کہانیوں میں مؤرخوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ صلیبی فوج مفتوحہ علاقوں میں مسلمان قافلوں کو لوٹ لیا کرتی تھی اور یہ لوٹ مار اس طرح کی جاتی تھی جیسے یہ کوئی فوجی ڈیوٹی ہو۔ جن مسلمان دستوں کے متعلق چند ایک مؤرخوں نے یہ لکھا ہے کہ وہ لوٹ مار کرنے لگے تھے وہ العادل کے چھاپہ مار جیش تھے جنہوں نے شاہ بالڈوِن کی اتنی بڑی فوج کو گوریلا آپریشن سے ایک ہی علاقے میں اُلجھا لیا تھا۔

پہلے کہا جا چکا ہے کہ شبخون (گوریلا آپریشن) العادل کو مہنگا پڑ رہا تھا لیکن اُس کے ٹروپس کا جذبہ ایسا تھا کہ کوئی سپاہی منہ نہیں پھیرتا تھا۔ اکثر جیش مسلسل وادیوں وغیرہ میں ہی گھومتے اور بھٹکتے رہتے تھے۔ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی اپنے اڈے پر واپس نہیں آتے تھے۔ اسد الاسدی کی غیر مطبوعہ تحریروں کے مطابق وہ

چیتوں کی طرح شکار کی تلاش میں رہتے تھے، اور جب شکار پر جھپٹتے تھے تو انہیں اپنی جانیں جانے کا کوئی غم نہیں ہوتا تھا۔ وہ دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی کوشش میں شہید اور شدید زخمی ہو جاتے تھے۔ اُن کی راتیں دشت و بیاباں میں گزرتیں اور وہ من پسند کھانوں سے اپنے آپ کو محروم رکھتے تھے۔

مگر قاہرہ میں یہ پروپیگنڈہ بہت تیزی سے بڑھتا جا رہا تھا کہ اپنی فوج بیکار اور عیاش ہو گئی ہے اور رملہ کی شکست اسی کی سزا ہے۔ قاہرہ کی انٹیلی جنس کو یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ پروپیگنڈہ کہاں سے اُٹھ رہا ہے۔ کیا یہ نئے سپاہیوں کی غیر محتاط باتوں کا نتیجہ ہے یا دشمن کے باقاعدہ ایجنٹ سرگرم ہیں؟ یہ بھی دیکھا گیا کہ لوگ فوج میں بھرتی ہوتے سے ہچکچاتے تھے۔ اس شکست سے پہلے مصریوں کا رویّہ یہ نہیں تھا۔ علی بن سفیان اور غیاث بلبیس نے اپنے مخبروں اور جاسوسوں کا جال بچھا دیا مگر اس کے سوا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ لوگ فوج کو بدنام کر رہے ہیں۔ سلطان ایوبی کے خلاف بھی باتیں سنی سنائی جانے لگی تھیں۔

وہ سیاہ ریش سفید پوش جو دو بیٹیوں کے ساتھ ایک گاؤں میں ٹھہرا تھا، وہیں کا ہو کے رہ گیا۔ گاؤں والوں نے اُسے ایک مکان دے دیا تھا۔ اُس نے کُتلی محفل میں بیٹھنے اور باتیں کرنے سے پرہیز شروع کر دیا تھا کہ اُسے مصریوں کے گناہ معاف کرانے کے لیے تین ماہ کا چلّہ کرنا ہے۔ وہ اب مکان سے باہر تھوڑی سی دیر کے لیے نکلتا، خاموش رہتا، حاضرین کو ہاتھ لہرا کر سلام کرتا اور اندر چلا جاتا تھا۔ اُس کے خاص مصاحبوں میں وہی سپاہی تھے جو اُس کے ساتھ آئے تھے اور دو وہ آدمی تھے جنہوں نے ٹیلوں کے علاقے میں اُس کے آگے سجدہ کیا تھا۔ ان سب نے اُس کی اتنی تشہیر کر دی تھی کہ دُور کے لوگ بھی اُس کی جھلک دیکھنے کو پہنچ جاتے تھے۔

☆

ایک شام علی بن سفیان کا ایک جاسوس اپنی خفیہ ڈیوٹی پر قاہرہ کے مضافات میں کسی بہروپ میں گھوم پھر رہا تھا۔ شام ہو گئی۔ وہ نماز پڑھنے کے لیے ایک مسجد میں چلا گیا۔ نماز کے بعد امام نے دعا مانگی۔ دعا ختم ہوئی تو ایک نمازی نے رملہ کی شکست کی بات شروع کر دی۔ اُس نے سلطان ایوبی کی فوج کے خلاف وہی باتیں کیں جو سیاہ ریش نے کی تھیں۔ اِس نمازی نے سیاہ ریش کا حوالہ اس طرح دیا کہ وہ غیب دان ہے اور جنات اُسے رزق پہنچاتے ہیں۔ اُس نے سفر کی پوری روئیداد سنائی اور بتایا کہ کس طرح غیب سے انہیں پانی اور کھجوریں ملی تھیں۔ تمام نمازی انہماک سے اُس کی باتیں سنتے رہے۔ اُس نے بات ختم کی تو نمازیوں نے اُس سے اس قسم کی باتیں پوچھنی شروع کر دیں ــ "وہ مرادیں پوری کرتا ہے؟.... لاعلاج مریضوں کو شفا دیتا ہے؟.... آنے والے وقت کا حال بتاتا ہے؟.... اولاد دیتا ہے؟"

سنانے والے نے انہیں بتایا کہ ابھی وہ سب کو یہی ایک بات بتاتا ہے کہ سلطان ایوبی اور اُس کی فوج میں فرعونوں والی خصلتیں پیدا ہو گئی تھیں اور شکست کی وجہ یہی ہے اور وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ نہ خود فوج میں بھرتی ہونا نہ کسی کو ہونے دینا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ گناہوں کی سزا کا ابھی وقت پورا نہیں ہوا اور یہ بھی کہ وہ تین ماہ کا چلّہ کر رہا ہے۔ اُس کے بعد وہ بتائے گا کہ معرکوں کے گناہ بخشے گئے ہیں یا نہیں۔

یہ آدمی مسجد سے نکل کر گاؤں سے باہر کو چل پڑا۔ علی بن سفیان کا جاسوس اُس کے پیچھے گیا اور اُس سے پوچھا کہ وہ اس عالم سے کس طرح مل سکتا ہے۔ اُس نے اپنا مدعا یوں بیان کیا ــــ "میں فوج میں ہوں۔ تمہاری باتیں سُن کر میرے دل میں یہ ڈر پیدا ہو گیا ہے کہ اپنی فوج کے گناہوں کی سزا مجھے بھی ملے گی۔ میں بھی دمشق اور حلب کے محاذوں پر گیا تھا۔ میں نے بھی وہی گناہ کیے ہیں جن کا ذکر تم کر رہے تھے۔ مجھے اس عالم بزرگ کے پاس لے چلو۔ اگر وہ کہے گا کہ فوج سے بھاگ جاؤ تو بھاگ جاؤں گا۔ وہ جو خدمت کہے گا کروں گا۔ میں خدا کے قہر سے ڈرتا ہوں۔"

اُس نے اتنی منت سماجت کی کہ اُس کے آنسو نکل آئے۔

"میرے ساتھ چلو۔" اُس آدمی نے کہا ــــ "لیکن کسی سے ذکر نہ کرنا کہ تم اُس کے پاس گئے تھے۔ وہ آج کل چلّے میں ہے۔ کسی کے ساتھ بات نہیں کرتا۔ وہ جو پوچھے صرف اُس کا جواب دینا۔ فالتو بات نہ کرنا۔"

"تم اسی گاؤں کے رہنے والے ہو؟" جاسوس نے پوچھا ــــ "تم نے بتایا تھا کہ تم رملہ کے محاذ سے آئے ہوئے سپاہی ہو۔"

"اسی لیے تو میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ بزرگ خدا کے مصاحبوں میں سے ہے۔" سپاہی نے کہا ــــ "میں نے میدانِ جنگ کا قہر دیکھا ہے اور میں نے سفر کا قہر بھی دیکھا ہے لیکن اس بزرگ نے ریگزار کو گلزار بنا دیا تھا۔ میں اب فوج میں واپس نہیں جا رہا۔"

گاؤں دُور نہیں تھا۔ وہ باتیں کرتے پہنچ گئے۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ سپاہی نے جاسوس کو اندھیرے میں کھڑا رہنے کو کہا اور اُس مکان میں چلا گیا جہاں سیاہ ریش سفید پوش رہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ سپاہی نے کہا کہ وہ پیچھے والے دروازے سے اندر چلا جائے۔ وہ خود اُس کے آگے آگے چل پڑا اور دونوں دروازے میں داخل ہو گئے۔ ڈیوڑھی سے گزرے، صحن سے گزرے اور ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ صحن میں روشنی تھی دونوں لڑکیاں جنہیں سیاہ ریش نے اپنی بیٹیاں بنایا تھا ایک اور کمرے میں تھیں۔ انہیں جب صحن میں قدموں کی آہٹ سنائی دی تو دونوں نے دریچے کا کواڑ ذرا سا کھول کر دیکھا۔ ایک لڑکی اتنی چونکی کہ اُس کے مُنہ سے "اوہ" نکل گئی۔

"کیا ہوا؟" دوسری لڑکی نے پوچھا ــــ "کون ہے یہ؟"

"شاید مجھے دھوکہ ہوا ہو۔" اُس نے جواب دیا ــــ "میں نے اس شخص کو کہیں پہلے بھی دیکھا ہے۔" ــــ اور وہ گہری سوچ میں کھو گئی۔

جاسوس نے کمرے میں جا کر سیاہ ریش کے آگے سجدہ کیا۔ اُس کے پاؤں پر ماتھا رگڑا۔ وہ فرش پر دری بچھا کر بیٹھا ہوا تھا۔ جاسوس نے گڑگڑا کر التجا کی کہ اُسے گناہوں کی بخشش دلائی جائے۔ اُس نے وہی باتیں کیں جو وہ سپاہی کے ساتھ کر چکا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سیاہ ریش نے اپنی تسبیح اُس کے سر پر پھیری اور مسکرا کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اِس سے میری تسکین نہیں ہو گی۔" جاسوس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا ــــ "اپنی زبان سے مجھے تسکین دیں۔ مجھے کوئی حکم دیں جو میں بجا لاؤں۔ مجھے حکم دیں کہ میرا جو ایک ہی بچہ ہے اُسے آپ کے قدموں میں ذبح

کر دوں۔ مجھے حکم دیں کہ سلطان ایوبی کو قتل کر دو تو میں آپ کا یہ حکم بھی بجا لاؤں گا۔ کچھ بولیں۔ کچھ کہیں پھر دیکھیں میں کیا کرتا ہوں۔"

ایک اور آدمی اندر آ گیا تھا اور وہ جاسوس کی باتیں غور سے سُن رہا تھا اور اُسے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے جاسوس سے کہا ــــ "تم اتنے بیزار اور بے تاب کیوں ہوئے جا رہے ہو؟ تم اب مُرشد کے سامنے ہیں آ گئے ہو۔"

"میرے گناہ اتنے گھناؤنے ہیں جو مجھے راتوں کو سونے بھی نہیں دیتے۔" جاسوس نے کہا ــــ "میں نے حماۃ کے قریب ایک گاؤں میں ایک مسلمان گھرانے کی لڑکی کو اغوا کرنے کے لیے لڑکی کے جوان بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ اگر میں فوج میں نہ ہوتا تو مجھے جلاد کے حوالے کر دیا جاتا لیکن مجھے کسی نے پوچھا تک نہیں۔"

سیاہ ریش نے آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ اُس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے پھر جاسوس کی طرف اشارہ کیا۔ ذرا دیر بعد وہ مسکرایا اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ جاسوس سے کہا ــــ "بہت مشکل سے تمہارے ساتھ بات کرنے کی اجازت لی ہے۔ غور سے سنو۔ ہم تمہارے گناہ بخشوا دیں گے۔ تم کل پھر یہاں آؤ۔ کسی کے ساتھ ذکر نہ کرنا ورنہ تمہارے خاندان کا انجام بہت خوفناک ہو گا۔ یہ آدمی (سپاہی) تمہیں گاؤں سے باہر ملے گا اور میرے پاس لے آئے گا۔ تمہارے ماتھے پر لکھا ہے کہ تمہارے گناہ بخشے جائیں گے بلکہ تمہیں اور تمہارے خاندان کو اتنا رزقِ حلال ملے گا جو تم نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ اب چلے جاؤ، کل آ جانا۔"

سیاہ ریش پھر مراقبے میں چلا گیا۔ سپاہی نے اور دوسرے آدمی نے جاسوس کو اٹھایا اور صحن میں لے جا کر اُسے سیاہ ریش کی ایسی معجزہ نما باتیں سنائیں جنہوں نے جاسوس کو مسحور کر لیا۔ دونوں لڑکیاں دریچے کے کواڑ کی اوٹ سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔ جو لڑکی اُسے پہلی بار دیکھ کر چونکی تھی اُس نے دوسری لڑکی سے کہا ــــ "اِسے میں نے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ یہ دھوکہ نہیں۔ وہی ہے۔ وہی ہے۔"

☆

"یہ وہی معاملہ معلوم ہوتا ہے جو ہم پہلے بھی پکڑ چکے ہیں۔" یہ جاسوس اپنے محکمے کے حاکم اعلیٰ علی بن سفیان کو بتا رہا تھا ــــ "وہی مراقبہ، چلّہ، جنّات اور لوگوں کے جذبات کو قبضے میں لے کر اُن پر اپنا جادو چلانا۔ اپنی فوج کا جو سپاہی مجھے اُس کے پاس لے گیا تھا۔ وہ صرف فوج کے خلاف باتیں کرتا تھا۔ وہ اس قسم کی باتیں مسجد میں نمازیوں کے ساتھ کر رہا تھا۔ اُس نے میرے ساتھ جو باتیں کیں اُن سے پتہ چلتا تھا کہ اُس کے اندر بھی کئی ساتھی ہیں اور وہ مسجدوں میں جا کر نمازیوں کو فوج کے خلاف اُکساتے ہیں۔ محاذ کی جھوٹی باتیں سناتے ہیں اور زور اِس پر دیتے ہیں کہ فوج میں بھرتی ہونا گناہ ہے۔"

"انہیں ایسی باتیں مسجدوں میں ہی کرنی چاہئیں۔" علی بن سفیان نے کہا ــــ "مسجد میں کہی ہوئی بات کو لوگ وحی کا درجہ دیتے ہیں۔ لوگ جذبات کے غلام ہیں۔ اُسی کو مُرشد مان لیتے ہیں جو اُن کے جذبات کو پہلے بھڑکا لے پھر الفاظ میں اُن کی تسکین کر دے۔۔۔۔ تم کل پھر وہاں جاؤ۔ مجھے وہ گاؤں اور مکان سمجھا دو۔ اِدھر اُدھر

دیکھ کر زیادہ سے زیادہ معلومات لانے کی کوشش کرنا۔ تمہاری لائی ہوئی اطلاع کے بعد ہم وہاں چھاپہ ماریں گے۔"

"مجھے ڈر ہے کہ چھاپے سے وہاں کے لوگ مشتعل ہو جائیں گے۔" جاسوس نے کہا۔ "سپاہی نے بتایا تھا کہ گاؤں کا بچہ بچہ اُس کا مرید ہو چکا ہے اور دُور دُور سے لوگ اُس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔"

"ہمیں لوگوں کے ساتھ نہیں چلنا۔" علی بن سفیان نے کہا۔ "لوگوں کے جذبات کا خیال صرف وہ حکمران رکھا کرتے ہیں جو اُن پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حکمران لوگوں کے جذبات سے کھیلا کرتے ہیں تاکہ رعایا خوش رہے اور اُن کے آگے سجدے کرے۔ ہمیں سلطنتِ اسلامیہ اور اپنی لوگوں کے وقار کا تحفظ کرنا ہے۔ ہم ان لوگوں کو حقیقت دکھائیں گے۔ ہم انہیں سلطان صلاح الدین ایوبی کا غلام اور مرید نہیں بنانا چاہتے۔ ہم انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام کے پاسبان تم بھی اتنے ہی ہو جتنا تمہارا سلطان ہے۔ ہم انہیں اسلام کا دشمن دکھائیں گے۔ ہم قوم پر جذبات پرستی کا نشہ طاری کر کے اُسے سونا نہیں چاہتے، قوم کو حقائق کے جھٹکے دے کر جگانا ہے.... تم جا کر وہ بھی دیکھو جو تمہیں ابھی نظر نہیں آیا۔"

جاسوس کے وہاں جانے کا وقت رات کا تھا۔ علی بن سفیان نے بھیس بدلا اور اُس گاؤں میں چلا گیا۔ اُس نے مکان بھی دیکھ لیا اور اُس نے لوگوں کی عقیدت مندی کی بے تابیاں بھی دیکھ لیں۔ لوگوں کی باتیں بھی سُنیں۔ فرج کے خلاف طوفان اٹھایا جا رہا تھا۔ علی بن سفیان نے مکان کے پچھواڑے کو دُور سے دیکھا۔ وہاں چھوٹا سا ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ وہاں درخت تھے اور دائیں بائیں دو مکانوں کے پچھواڑے تھے۔ اُس طرف کوئی انسان نہیں تھا۔ ہجوم مکان کے سامنے تھا۔ دروازہ کھلا اور ایک سفید ریش آدمی پرانے سے چغے میں ملبوس دروازے میں سے نکلا۔ علی بن سفیان اوٹ میں ہو گیا۔ اُس نے کھلے ہوئے دروازے میں ایک خوبصورت اور جوان لڑکی کو کھڑے دیکھا۔ لڑکی نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔

سفید ریش آدمی ہاتھ میں لاٹھی لیے جُبکا گاؤں سے نکل گیا۔ علی بن سفیان اُسے دیکھتا رہا۔ دُور جا کر وہ رک گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک طرف سے ایک گھوڑ سوار آیا۔ سفید ریش آدمی گھوڑے پر سوار ہو گیا اور قاہرہ کی طرف چلا گیا۔ جو آدمی گھوڑا لایا تھا وہ گاؤں کی طرف چلا گیا۔ علی بن سفیان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور سفید ریش سوار کے پیچھے گیا مگر فاصلہ رکھا۔ سفید ریش نے کئی بار پیچھے دیکھا۔ علی بن سفیان اُس کے پیچھے جاتا رہا۔ آگے جا کر سفید ریش نے قاہرہ کے راستے کی بجائے گھوڑا دوسرے راستے پر ڈال دیا۔ رفتار معمولی تھی۔ علی بن سفیان نے بھی گھوڑا اُسی راستے پر ڈال دیا۔

قاہرہ شہر نظر آ رہا تھا۔ دُور نہیں تھا۔ اِدھر اُدھر ایک ایک دو دو جھونپڑے یا خیمے نصب تھے۔ کہیں خانہ بدوشوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ سفید ریش سوار نے کئی راستے بدلے اور وہ پیچھے دیکھتا رہا۔ علی بن سفیان اُس کے پیچھے رہا۔ سفید ریش کی بے چینی صاف ظاہر ہونے لگی تھی۔ آخر اُس نے قاہرہ کا رُخ کر لیا اور گھوڑے کی رفتار ذرا تیز کر لی۔ علی بن سفیان نے بھی باگوں کو جھٹکا دیا، ہلکی سی ایڑ لگائی اور گھوڑے کی چال بدل کر تیز ہو گئی۔ فاصلہ پندرہ بیس قدم رہ گیا۔ وہ اب شہر میں تقریباً داخل ہو چکے تھے۔ سفید ریش سوار نے گھوڑا روک لیا اور علی

بن سفیان کے راستے میں ہو گیا۔ علی بن سفیان نے بھی گھوڑا اُس کے قریب جا کر روک لیا۔

"تم کوئی رہزن معلوم ہوتے ہو۔" سفید ریش سوار نے کہا اور خنجر نکال لیا۔ "میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

علی بن سفیان نے دیکھا کہ اُس کی سفید داڑھی سے اُس کی عمر ستر برس سے اُوپر تھی مگر چہرہ، آنکھیں اور دانت بتاتے تھے کہ چالیس سے بہت کم ہے۔ علی بن سفیان بھی بہروپ میں تھا۔ اُس نے اپنے کمر بند سے سوا گز لمبی تلوار نکال رکھی تھی جو اُس کے چُغے میں چھپی ہوئی تھی۔ اُس نے بھی چغے میں چھپی ہوئی تلوار نکال لی۔

"داڑھی اتار دو۔" اُس نے سفید ریش کے چہرے کو دیکھ کر کہا۔ "اور میرے آگے آگے چل پڑو۔"

سفید ریش کی آنکھیں ٹھہر گئیں۔ علی بن سفیان نے تلوار کی نوک اس کی کنپٹی پر رکھ کر داڑھی میں اُلجھائی اور جھٹکا دیا۔ وہاں سے داڑھی چہرے سے الگ ہو گئی۔ آدھا چہرہ ننگا ہو گیا۔ علی بن سفیان نے اپنی داڑھی اتار دی اور بولا۔ "ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ چلو چلیں۔"

وہ شہری انتظامیہ کا کوئی اعلیٰ حاکم تو نہیں تھا لیکن چھوٹا اور غیر اہم بھی نہیں تھا۔ معرکہ سہنے والا تھا۔ اس کے متعلق علی بن سفیان تک یہ اطلاعیں پہنچی تھیں کہ معزول کی ہوئی مصری خلافت کا زمیں دوز کارندہ ہے۔ اس خلافت کو جس کی گدی قاہرہ میں تھی، سلطان ایوبی نے ساڑھے آٹھ سال پہلے ختم کر دیا تھا۔ خلیفہ العاضد تھا جس نے حشیشین، صلیبیوں اور سوڈانیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر رکھا تھا۔ سلطان ایوبی نے نورالدین زنگی مرحوم کے ساتھ بات کر کے اس خلافت کو معزول کیا اور ارمانِ مصر کو خلافتِ بغداد کے تحت کر دیا تھا۔ معزول شدہ خلافت عباسیہ کے پیروکار ابھی تک زمیں دوز کارروائیوں میں مصروف تھے۔ رملہ کی شکست اُن کے لیے زریں موقع تھا چنانچہ سلطان ایوبی اور اُس کی فوج کو بکلر، عیاش، لٹیری اور شکست کا ذمہ دار ثابت کرنے کی سم میں بڑی خفیہ تشہیر سے سرگرم ہو گئے تھے۔

علی بن سفیان نے اس آدمی کو حراست میں لے لیا اور اپنے اُس قید خانے میں جا بند کیا جہاں وہ مخبروں سے ابتدائی تفتیش کیا کرتا تھا۔

☆

علی بن سفیان کا جاسوس رات کو سیاہ ریش بزرگ کے بتائے ہوئے وقت پر گاؤں کے باہر جا کھڑا ہوا۔ گزشتہ رات والا سپاہی اُسے لینے آ گیا۔ سپاہی نے اُسے کوئی نئی ہدایات دیں اور ساتھ لے گیا۔ وہ پچھلے دروازے سے اندر گئے مگر جاسوس کو گزشتہ رات والے کمرے کی بجائے ایک اور کمرے میں لے گئے۔ اُس کمرے میں سیاہ ریش بزرگ نظر نہ آیا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ دروازہ بند ہوا تو اُس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ سپاہی بھی باہر نکل گیا تھا۔ اُس نے دروازے کو ہاتھ لگایا تو اُسے پتہ چلا کہ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ فرار اس کمرے کی نہ کوئی کھڑکی تھی نہ روشندان۔ وہ سمجھ گیا کہ اُسے پہچان لیا گیا ہے اور اُسے پکڑ لیا گیا ہے۔ فرار ممکن نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا کرے۔

خاصی دیر بعد دروازہ کھلا۔ ان لڑکیوں میں سے ایک اندر آئی جنہیں سیاہ ریش اپنی بیٹیاں بتاتا تھا۔ وہ

اب مستور نہیں تھی لیکن یورپی لڑکیوں کی طرح عریاں بھی نہیں تھی۔ اس کا لباس عرب کی مسلمان لڑکیوں جیسا تھا۔ نقش و نگار عرب اور یورپ کے ملے جلے تھے۔ وہ اندر آئی تو باہر سے کسی نے دروازہ بند کر کے زنجیر چڑھا دی۔ کمرے میں قندیل جل رہی تھی۔ جاسوس نے لڑکی کو دیکھا تو اُس کی آنکھیں جیسے حیرت سے ساکن ہو گئی ہوں۔ لڑکی مسکرا رہی تھی۔

"پہچاننے کی کوشش کر رہے ہو؟" — لڑکی نے کہا — "اتنی جلدی بھول گئے؟ تم میرے شہر سے بچ کر نکل آئے تھے، مگر اپنے شہر میں آ کر میرے قیدی بن گئے۔ اب نہیں نکل سکو گے۔"

جاسوس نے لمبی آہ بھری جس میں سکون بھی تھا اضطراب بھی۔ اُسے تین سال پہلے کے وہ دن یاد آ گئے جب اُسے جاسوسی کے لیے عکرہ بھیجا گیا تھا۔ عکرہ صلیبیوں کے قبضے میں تھا۔ وہاں اُن کا بڑا پادری رہتا تھا جسے صلیبِ اعظم کا محافظ کہتے تھے۔ صلیبی بادشاہ جو اپنی فوجیں عرب علاقوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے لے کر آتے عکرہ ضرور جاتے اور صلیبِ اعظم کے محافظ کو سلام کرتے تھے۔ اس لیے جنگی لحاظ سے یہ اہم جگہ تھی۔ علی بن سفیان نے وہاں اپنے جاسوس بھیج رکھے تھے۔ انہوں نے عیسائیوں کے بہروپ میں وہاں ایک خفیہ اڈہ بھی قائم کر رکھا تھا۔ اِن میں سے تین پکڑے گئے اور دو شہید ہو گئے تو وہاں کے زمیں دوز کمانڈر نے مزید جاسوس مانگے تھے۔ ان میں اسے بھی بھیجا گیا تھا جو اب مصر میں ایک کمرے میں بند تھا۔

اُس کا رنگ اچھا، قدوقامت اور زیادہ اچھا اور چہرہ دل کش تھا۔ دماغی لحاظ سے وہ تیز اور ہوشیار تھا۔ وہ گھوڑے کی سواری کا اتنا ماہر تھا کہ فوجی نمائشوں اور میلوں میں حیران کر دینے والے کرتب دکھایا کرتا تھا۔ اداکاری میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ اُس نے سیاہ ریش کے سامنے اپنے آنسو نکال لیے تھے۔ وہ عیسائی نام سے عکرہ میں داخل ہوا تھا اور اُس نے وہاں کوئی اپنی دردناک کہانی سنائی تھی اور بتایا تھا کہ وہ حلب کی مسلمان فوج میں نئے سپاہیوں کو گھوڑ سواری اور رسالے کی لڑائی کی ٹریننگ دیا کرتا تھا لیکن مسلمانوں نے اُس کی نوجوان بہن کو اغوا کر کے اُسے فوج سے نکال دیا۔

اُس کی اداکاری سے متاثر ہو کر اُسے سواری کی ٹریننگ دینے کے لیے رکھ لیا گیا لیکن اس کے شاگرد فوجی نہیں تھے بلکہ جوان لڑکیاں تھیں اور بڑے بڑے فوجی افسروں کے لڑکے۔ اُسے پتہ چلا کہ اِن لڑکیوں کو مسلمان علاقوں میں جاسوسی کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ پھر مرد بھی اس کے حوالے کیے جانے لگے۔ یہ سب صلیبی جاسوس تھے۔ وہ اِن میں گھل مل گیا تھا اور اُن سے اُسے بڑی قیمتی معلومات مل جاتی تھیں۔

یہ لڑکی جو اب قاہرہ کے مضافات کے ایک گاؤں میں اُسے کہہ رہی تھی کہ اب نہیں نکل سکو گے، عکرہ میں اُس کی شاگرد تھی۔ وہ جاسوسی کا تجربہ رکھتی تھی گھوڑ سواری نہیں جانتی تھی۔ علی بن سفیان کا یہ جاسوس اُسے اچھا لگنے لگا تھا۔ پھر استادی شاگردی بڑے گہرے لگاؤ کی صورت اختیار کر گئی۔ لڑکی نے یہاں تک ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اس آدمی کی خاطر جاسوسی جیسا ذلیل پیشہ ترک کر دے گی اور اس کی بیوی بن کر باعزت زندگی گزارنے لگے گی۔ اس مسلمان جاسوس نے محبت کا جواب محبت سے دیا تھا لیکن اپنے فرض کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔ لڑکی

نے اپنے کام میں دلچسپی لینی چھوڑ دی تھی۔ وہ اس آدمی کی ہو کے رہ گئی تھی۔

ایک روز عکرہ میں دو مسلمان جاسوس پکڑے گئے۔ ان میں سے ایک نے اپنے گروہ کے ان تمام آدمیوں کی نشاندہی کر دی جنہیں وہ جانتا تھا۔ ان میں یہ جاسوس بھی تھا۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ اسی لڑکی نے اس سے پوچھا — "تم جاسوس تو نہیں ہو سکتے۔ تم مسلمان تو نہیں؟ مجھے پتہ چلا ہے کہ یہاں کا جاسوسی کا مکمل تمام سے متعلق تفتیش کر رہا ہے اور تم پر نظر رکھی جا رہی ہے۔"

وہ ہنس پڑا اور الزام کی تردید کی مگر بے چین ہو گیا۔ رات کو وہ اپنے زمیں دوز کمانڈر سے ملا۔ کمانڈر نے اسے بتایا کہ گروہ کے بہت سے آدمیوں کی نشاندہی ہو گئی ہے اور بہتر ہے کہ وہ یہاں سے نکل جائے۔ وہ کمانڈر کے گھر سے نکلا تو اُسے پتہ چل گیا کہ دو آدمی اُس کے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ یہ تعاقب تھا۔ وہ چلتا گیا اور اصطبل میں گیا۔ ایک گھوڑے پر زین کسی تو دونوں آدمی آ گئے۔ اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ وہ پھرتیلا اور ہوشیار تھا۔ کود کر گھوڑے پر سوار ہوا اور ایڑ لگا دی۔ ایک آدمی اُس کے گھوڑے تلے کچلا گیا — وہ عکرہ سے نکل آیا۔

☆

"میں نے تمہیں پہچان لیا ہے" — اُس نے لڑکی سے کہا۔ وہ ایک دوسرے کو تین سال بعد دیکھ رہے تھے۔ اُس نے کہا — "مجھے حیران نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ تم آخر جاسوس ہو۔"

"تین سال پہلے میں نے تمہاری محبت کے دھوکے میں آ کر جاسوسی چھوڑ دینے کا عہد کیا تھا" — لڑکی نے کہا — "تم اگر مجھے بتا دیتے کہ تم مسلمان ہو اور جاسوس ہو تو بھی تمہیں دھوکہ نہ دیتی، شاید تمہارے ساتھ آ جاتی۔ تمہارے بھاگ آنے کے بعد جب مجھے پتہ چلا تھا کہ تم مسلمان جاسوس تھے تو مجھے دُکھ نہیں ہوا تھا۔ تمہارے کھو جانے کا بہت غم تھا۔"

"کیا اب تمہارے دل میں میری محبت نہیں رہی؟" — جاسوس نے پوچھا — "تم اب میرے ملک میں ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔ یہاں تمہیں دھوکہ نہیں دوں گا۔"

"محبت اب بھی ہے" — لڑکی نے کہا — "مگر اس پر فرض غالب آ گیا ہے۔ یہ تمہارا جرم ہے۔ میں نے تو تمہاری محبت کی خاطر جاسوسی چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا تھا مگر تم نے میرے ارادوں کو کچل ڈالا اور جاسوسی کی غلاظت میں مجھے ڈبو آئے۔ تین سال گزر گئے ہیں۔ اتنی لمبی مدت میں میں اپنے آپ کو بُری طرح ناپاک کر چکی ہوں۔ اسلام کے خلاف نفرت میری روح میں اُتر گئی ہے۔ اب نہیں۔ اب تم میرے قیدی ہو۔ میں اپنے گروہ کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ میں جس آدمی کے ساتھ آئی ہوں اُسے میں نے ہی بتایا تھا کہ تم جاسوس ہو۔ میں نے اُسے عکرہ کی ساری بات سنا دی تھی۔ اگر میں تمہیں صحن میں سے گزرتے اتفاق سے نہ دیکھ لیتی تو ہم سب گرفتار ہو چکے ہوتے۔ تمہیں میں نے پکڑوایا ہے۔"

"یہ آدمی جو غیب دان اور مرشد بنا ہوا ہے مسلمان ہے یا صلیبی؟" — جاسوس نے پوچھا۔

"اب پوچھ کر کیا کرو گے؟" — لڑکی نے پوچھا۔

"جاسوسی ایک عادت بن گئی ہے" — جاسوس نے کہا — "مرنے سے پہلے جاننا چاہتا ہوں۔ اب یہ راز باہر تو نہیں لے جا سکوں گا۔"

"یہ مسلمان ہے" — لڑکی نے کہا — "مسلمانوں کی کمزوریوں سے واقف ہے۔ استادوں کا استاد ہے۔"

کمرے کا دروازہ کھلا اور سیاہ ریش ایک آدمی کے ساتھ اندر آیا۔ لڑکی سے بولا — "اگر تمہاری بات پوری ہو گئی ہے تو باہر نکل جاؤ" — لڑکی جاسوس کو گہری نظروں سے دیکھتی باہر نکل گئی۔ سیاہ ریش نے جاسوس سے پوچھا۔ "مجھے صرف یہ بتا دو کہ میرا راز کس کس کو معلوم ہے۔ کیا تم نے علی بن سفیان کو بتا دیا ہے کہ میں مشکوک آدمی ہوں؟"

"نہیں" — جاسوس نے جواب دیا — "میں جاسوس مزدور ہوں۔ جاسوسی کے خیال سے یہاں نہیں آیا تھا۔"

سیاہ ریش کے ہاتھ میں چمڑے کا چابک (ہنٹر) تھا۔ اُس نے پوری طاقت سے جاسوس کو مارا اور کہا — "میں سچی بات سننا چاہتا ہوں۔"

دروازہ زور سے کھلا۔ وہی لڑکی اندر آئی۔ اُس نے سیاہ ریش کے دونوں بازو پکڑ کر التجا کی — "اسے مارو مت سب کچھ بتا دے گا۔"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا" جاسوس نے کہا۔

سیاہ ریش نے چابک گھمایا تو لڑکی دوڑ کر جاسوس کے آگے ہو گئی۔ چلا کر بولی — "مارو نہیں۔ اس کے جسم کی چوٹ میرے دل کا زخم بن جائے گی۔"

"تم اسے بچانا چاہتی ہو؟" — دوسرے آدمی نے گرج کر پوچھا۔

"نہیں" — لڑکی نے روتے ہوئے کہا — "یہ کچھ نہ بتائے تو تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر تن سے جدا کر دو۔ اذیت دے کر نہ مارو۔"

لڑکی کو گھسیٹ کر باہر لے گئے پھر جاسوس پر تشدد شروع ہو گیا۔ اُسے رات بھر سونے نہ دیا گیا۔ اس سے بہت کچھ پوچھا جا رہا تھا۔ اُسے بہت کچھ بتایا جا رہا تھا مگر وہ بُت بنا چوٹ پر چوٹ کھا رہا تھا۔ سحر کا وقت تھا۔ لڑکی پھر اس کمرے میں آ گئی۔ اُس وقت جاسوس نیم غشی کی حالت میں تھا۔ وہ فرش پر پڑا تھا۔ اب اُسے تلوار کی نوک جگہ جگہ چبھوئی جا رہی تھی۔ لڑکی اُس کے اوپر لیٹ گئی اور چیخنے لگی — "یہ میں برداشت نہیں کر سکتی۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ یہ میری پہلی اور آخری محبت ہے۔ اس کی اذیت میری اذیت ہے۔ یہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے، اپنا فرض ادا کر رہی ہوں۔ ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ اسے جان سے مار دو، اذیت نہ دو۔"

جاسوس نے نیم بیہوشی کی حالت میں اپنے اوپر پڑی لڑکی کو بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا اور مری ہوئی آواز میں بولا — "تم چلی جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنے فرض سے بھٹک جاؤں۔ یہ اذیتیں میرے فرض کا حصہ ہیں۔ تم اپنے مذہب پر قربان ہو جاؤ، مجھے اپنے مذہب پر قربان ہو جانے دو۔"

لڑکی پاگل ہوئی جا رہی تھی اُسے ایک بار پھر گھسیٹ کر باہر لے گئے۔ سیاہ ریش نے حکم کے لہجے میں کہا —

"اِس بدبخت لڑکی کو کسی کمرے میں بند کر دو۔"

☆

دن آدھا گزر چکا تھا۔ علی بن سفیان اس جاسوس کے انتظار میں بیزار ہوا جا رہا تھا۔ ایک روز پہلے اس نے جس آدمی کو سفید داڑھی کے بہروپ میں پکڑا تھا اُسے بھی گزشتہ رات قید خانے میں ایسی ہی اذیتیں دے کر اُس سے کہلوا لیا گیا تھا کہ یہ سیاہ ریش کون ہے اور اس کی اصلیت اور اس کا مشن کیا ہے۔ دن کے پچھلے پہر علی بن سفیان نے اس شک کی بنا پر کہ اس کا جاسوس پکڑا نہ گیا ہو فوج کا ایک چھاپہ مار جتھہ تیار کیا۔ اس مکان کے متعلق پتہ چل ہی چکا تھا کہ تخریب کار جاسوسوں کا اڈہ بن گیا ہے۔

چھاپہ مار اس قدر تیزی سے آئے کہ گاؤں میں کسی کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ وہ گھوڑوں سے اُتر کر بندروں کی طرح مکان کی دیواریں پھلانگ گئے۔ دروازے توڑ دیئے گئے۔ اندر جتنے آدمی تھے انہیں پکڑ لیا گیا۔ علی بن سفیان کے جاسوس کی اب یہ حالت تھی کہ بے ہوش پڑا تھا اور اس پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ ایک کمرے میں اُسے چاہنے والی لڑکی فرش پر پڑی تھی۔ ایک خنجر اُس کے دل میں اُترا ہوا تھا۔ وہ اتنا ہی کہہ سکی — "میں نے خودکشی کی ہے" — اور وہ مر گئی۔

سیاہ ریش کو اس ہجوم کے سامنے کھڑا کیا گیا جو گاؤں کے اندر اور باہر جمع تھا اور اُسے کہا گیا کہ وہ لوگوں کو بتائے کہ اس کی اصلیت کیا ہے اور وہ کس مقصد کے تحت فوج اور سلطان کو بدنام کر رہا تھا۔ اُس نے بتا دیا۔ ایک لڑکی مر چکی تھی۔ دوسری کو لوگوں کے سامنے کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ لڑکی مسلمان نہیں صلیبی ہے۔ یہ بھی سب کو بتایا گیا کہ ٹیلوں کے علاقے میں آگ کے قریب جو پانی اور کھجوریں پڑی تھیں وہ اس کے گروہ کے آدمیوں نے رکھی تھیں۔ یہ گروہ اُس سے دُور دُور سفر کرتا تھا۔

علی بن سفیان نے اپنے تہ خانے میں اس آدمی اور اس کے گروہ سے جو باتیں اگلوائیں اُن سے پتہ چلا کہ اُس نے محاذ سے بھاگے ہوئے نئے فوجیوں کو اپنے اثر میں لے لیا تھا۔ اس کے ساتھ اپنے آدمی بھی تھے۔ یہ تمام لوگ مسجدوں میں اور اُن جگہوں پر جہاں لوگ اکٹھے ہوتے تھے مصر کی فوج کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ قوم اور فوج کے درمیان شکوک اور نفرت کی دیوار کھڑی کی جائے۔ اس سے صلیبی بہت فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ اس مہم میں مصر کی انتظامیہ کے چند ایک حاکم بھی شامل تھے اور معزول شدہ عباسی خلافت کے خفیہ پیروکار بھی۔ مختصر یہ کہ دشمن تو اس مہم میں شریک تھا ہی، خود وہ مسلمان بھی اس میں شامل ہو گئے تھے جن کا کوئی نہ کوئی مفاد وابستہ تھا۔

"جب کبھی فوج اور قوم میں نفرت پیدا ہو گئی سمجھ لو سلطنتِ اسلامیہ کا زوال شروع ہو گیا" — سلطان ایوبی نے کہا۔ اُس نے حکم دیا — "تمام مسجدوں کے اماموں کو رملہ کی شکست کے اصل اسباب بتانے کا انتظام کرو اور امام ساری قوم کو بتائیں۔ اگر کسی کو ذمہ داریاں اور الزامات عائد کرنے سے تسکین ہوتی ہے تو ساری ذمہ داری مجھ پر ڈالو۔ حضرت عیسیٰ نے سُولی پر جان دے کر قوم کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا تھا۔ میں فلسطین کے میدانِ جنگ

میں جان دے کر اپنی قوم کے ہر اُس فرد کے گناہوں کا کفارہ ادا کروں گا جو تخت و تاج کے نشے میں میری فوج اور مقبوضہ فلسطین کے راستے میں حائل ہو رہا ہے اور میرے خون کے قطروں سے آواز آئے گی کہ شکست کی ذمہ دار فوج نہیں تھی اور میرے کسی فوجی نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔"

☆

تصادم رُوح بدرُوح کا

حمص پُرسکون قصبہ تھا۔ یہ حلب کے شمال میں آج کے شام اور لبنان کی سرحد کے قریب واقع تھا۔ پُرسکون اس لیے تھا کہ ابھی جنگ کی لپیٹ میں نہیں آیا تھا۔ اس کے مضافات سے کبھی کبھی صلیبی فوج گزرا کرتی تھی۔ اس کے قریب سے ایک چھوٹا سا دریا گزرتا تھا اس لیے حمص فوجوں کی عام گزرگاہ نہیں بن سکتا تھا۔ اس قصبے میں مسلمانوں کی آبادی اتنی زیادہ تھی کہ اسے مسلمانوں کی بستی کہا جاتا تھا۔ چند ایک گھرانے عیسائیوں کے بھی تھے اور چند ایک یہودیوں کے بھی۔ تجارت عیسائیوں اور یہودیوں کے قبضے میں تھی۔ یہ لوگ دُور کے علاقوں میں کاروبار کے سلسلے میں جاتے رہتے تھے اس لیے وہ باہر کی دنیا کی جو خبریں لاتے تھے انہیں سچ سمجھا جاتا تھا۔ وہ صلیبی اور اسلامی فوجوں کی جنگ کی خبریں لایا کرتے تھے۔ ان خبروں میں مسلمانوں کی شکست کا ذکر زیادہ ہوتا تھا۔ صلیبی فوج کے متعلق وہ ڈراؤنی باتیں سنایا کرتے تھے۔

اُن کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ حمص کے مسلمانوں پر صلیبی فوج کی دہشت طاری رہے اور کم از کم اس بستی کا کوئی مسلمان اسلامی فوج میں نہ جائے لیکن اِس کا اثر اُلٹا ہو رہا تھا۔ مسلمانوں نے ڈرنے کی بجائے جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ انہیں ان تیاریوں سے کوئی حکماً نہیں روک سکتا تھا۔ یہاں صلیبیوں کی حکمرانی نہیں تھی۔ حمص کے مسلمان گھوڑ سواری، نیزہ بازی، تیغ زنی اور تیر اندازی کی مشق کرتے رہتے تھے۔ یہ تربیت لڑکیوں کو بھی دی جاتی تھی۔ ان کا قائد بڑی مسجد کا خطیب تھا جس کا علم اور عمل جہاد پر مرکوز تھا۔ اُس نے مسلمانوں کو تیار کیا تھا کہ قبلۂ اوّل کو آزاد کرانا ہے، اور صلیبیوں کو عرب کی سرزمین سے بے دخل کرنا ہے۔

"..... اور یہ جنگ کیوں لڑی جا رہی ہے؟" خطیب اپنے خطبوں میں اس سوال کا جواب ان الفاظ میں دہراتا رہتا تھا۔ "صلیبی عرب پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہی قائم کرنے کی کوشش میں ہیں اور ہم یہاں اللہ کی بادشاہی قائم کرنے کے لیے جان و مال کی قربانیاں دے رہے ہیں۔ انہوں نے عرب کو میدانِ جنگ صرف اس لیے بنایا ہے کہ خدائے ذوالجلال کا عظیم پیغام عرب کو عطا ہوا ہے اور اس پیغام نے ہم عربوں پر یہ فرض عائد کر دیا ہے کہ ہم یہ پیغام جو ہمارے رسولِ اکرم صلعم کو غارِ حرا میں عطا ہوا تھا تمام تر بنی نوع انسان تک پہنچائیں۔ طارق بن زیاد نے بحیرۂ روم کے مصر والے ساحل پر کھڑے ہو کر خدائے عزّوجل سے کہا تھا: اگر تیری ذاتِ باری مجھے ہمت و استقلال عطا فرمائے تو میں تیرا نام سمندر پار لے جاؤں۔" اور اس کے

سینے سے جذبۂ ایمان کا شعلہ جو اٹھا تو اُس نے گھوڑا سمندر میں ڈال دیا۔ اُس کی فوج کشتیوں میں یورپ کے ساحل پر اُتری۔ زیاد کے بیٹے طارق نے حکم دیا ــ کشتیوں کو آگ لگا دو، ہم واپس جانے کے لیے نہیں آئے۔۔۔

"مگر آج صلیبی اس عزم کے ساتھ اللہ کی اس سرزمین پر آئے ہیں کہ وہ واپس نہیں جائیں گے۔ انہوں نے اس سرزمین کو تہہ تیغ کرنے کا فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ خدا کے اس عظیم پیغام کو جو ساری دنیا میں پھیلانے کے لیے رسولِ اکرم صلعم کو عطا ہوا تھا یہیں ختم کر دیا جائے۔ یاد رکھو مسلمانو! اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو پتھروں کو موم کر دیتا ہے۔ ہمارے مذہب کے بنیادی اصول انسانوں کی روح میں اُتر جاتے ہیں کیونکہ یہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ حقوق العباد ایک ایسا اصول ہے جو صرف اسلام نے انسان کو دیا ہے۔ اسلام ایک نظریہ ہے صرف عقیدہ نہیں۔ صلیب کے علمبردار جانتے ہیں کہ اسلام کو فروغ کا موقع ملا تو کرۂ ارض پر پرچم رسالتؐ کے مقدس سائے تلے آجائے گا اور صلیب کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اسی لیے صلیبی اپنی تمام تر جنگی قوت لے کر یہاں آگئے ہیں۔ وہ علم و فضل کے اس سرچشمے کو بند کرنے آئے ہیں۔۔۔۔

"یہودیوں کے ساتھ اُن کا یہ سودا ہوا ہے کہ وہ بیت المقدس کو فتح کر کے اُن کے حوالے کر دیں گے تاکہ یہودی مسجدِ اقصیٰ کو جو ہمارا قبلۂ اوّل ہے ہیکلِ سلیمانی بنا لیں۔ یہ یہودیوں کا ایک پرانا خواب ہے جسے وہ عملی شکل میں لانے کو بے تاب ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے اپنی بیٹیاں اور اپنی دولت صلیبیوں کے حوالے کر دی ہے۔ اِن دونوں چیزوں نے ہماری صفوں میں غدار پیدا کر دیے ہیں۔ میں تم سب تک صلاح الدین ایوبی کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔ اسے اپنے دلوں پر نقش کر لو۔ رسالتؐ کے پاسبان صلاح الدین ایوبی نے اپنی فوج کو اور قوم کو یہ بتا رکھا ہے کہ یہ دو فوجوں کی نہیں دو مذہبوں کی جنگ ہے۔ یہ قبلۂ اوّل اور ہیکلِ سلیمانی کی جنگ ہے۔ اگر ہم نے آج بالس کو ہمیشہ کے لیے ختم نہ کیا تو ایک روز باطل ہمارے مذہب کو ختم کر دے گا۔ ہماری رو میں دیکھیں گی اور تاریخ دیکھے گی کہ فلسطین پر یہودی قابض ہیں اور مسجدِ اقصیٰ ہیکلِ سلیمانی میں تبدیل ہو رہی ہے۔۔۔۔

"حمص کے مسلمانو! تم صلاح الدین ایوبی کی فوج کے سپاہی نہیں ہو مگر اللہ کے سپاہی ہو۔ تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے۔ قرآن کا حکم ہے کہ اپنے وطن اور اپنے مذہب کے دفاع کے لیے گھوڑے اور اسلحہ تیار رکھو اور جہاد کی تیاری میں مصروف رہو۔۔۔۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارے مذہب کا دشمن صرف میدانِ جنگ میں تمہارے خلاف نہیں لڑتا۔ اُس کا ایک محاذ اور بھی ہے۔ وہ افواہوں کے ذریعے تم پر اپنی فوج کی دہشت اور اسلامی فوج کے خلاف وسوسے پیدا کرتا ہے۔ سرکردہ افراد کو حسین لڑکیوں اور سونے کی چمک دمک سے اپنا گرویدہ بناتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں انسان کی بہت بڑی کمزوری ہیں۔ ان میں جب شراب شامل ہو جاتی ہے تو مسلمان اپنا ایمان اپنے ایمان کے دشمن کے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ ایسا ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ صلیبی ہمیں خانہ جنگی میں اُلجھا کر ہماری جنگی قوت کو کمزور کر چکے ہیں۔ یہ گناہ اُن چند ایک اُمرا کا تھا جو صلیبیوں کے بڑے ہی دلکش جال میں آگئے تھے مگر اُن کے گناہوں کی سزا قوم اور فوج کو اور سلطنتِ اسلامیہ کو ملی۔۔۔۔

"خانہ جنگی کرانے والے قوم اور فوج کو جذبات میں اُلجھا کر بھڑکاتے اور مرواتے ہیں اور خود اپنے محلات میں اُن حرموں میں بدمست رہتے ہیں جنہیں صلیبیوں اور یہودیوں نے اپنی لڑکیوں سے رونق دی ہے۔ یاد رکھو، یہ ساری چٹانیں سونا بن جائیں اور تمہارے خزانوں میں رکھ دی جائیں تو بھی یہ جہاد کا صلہ اور انعام نہیں بن سکتیں۔ جہاد کا انعام روحِ حق کو ملا کرتا ہے۔ روحِ حق جواہرات سے خوش نہیں ہوا کرتی۔ جہاد کا انعام خدا کے پاس ہے۔ تم اللہ کی راہ میں جان دے دو گے تو بھی زندہ رہو گے۔ یہ جسم کی ہی لعنت ہے۔ جس نے جسمانی لذت کو شعار بنایا اُس نے اپنے بھائی کا گلا کاٹا اور مرتد کہلایا۔ قرآن تمہیں روحانی لذت سے سرشار کرتا ہے۔"

اور اس طرح اس خطیب نے حمص کے مسلمانوں کو روحانی لذت سے سرشار کر رکھا تھا۔ جنگی تربیت اُسی کی زیرِ نگرانی اور اُسی کی ہدایات کے تحت ہوتی تھی۔ وہ خود تیغ اور خنجر زنی کا ماہر تھا۔ حمص میں اس تربیت سے رونق رہتی تھی۔ قصبے میں تین مسجدیں تھیں جہاں جہاد کی باتیں ہوتی تھیں مگر وہاں جو صلیبی اور یہودی رہتے تھے، وہ مسلمانوں کے ہمدرد بن کر حوصلہ شکن خبریں سناتے رہتے تھے۔ مسلمان اپنے خطیب اور اماموں سے ان خبروں کے متعلق پوچھتے اور بے قرار ہوتے رہتے تھے۔ خطیب نے حمص کے ایک جوان سال آدمی تبریز کو اس مقصد کے لیے دمشق بھیج رکھا تھا کہ وہاں سے صحیح صورتِ حال معلوم کر کے آئے۔

☆

تبریز صحیح صورتِ حال معلوم کر کے حمص کو واپس جا رہا تھا۔ اُسے دمشق تک جانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ راستے میں ہی اُس کا کام ہو گیا تھا۔ اُس نے حماۃ سے بہت دُور صلیبی فوج دیکھی تھی جو ایک جگہ پڑاؤ کیے ہوئے تھی۔ اُس نے دُور سے جھنڈوں سے پہچان لیا تھا کہ یہ صلیبی فوج ہے۔ پھر اُسے دو شتر سوار ملے تھے جو مسلمان تھے۔ انہوں نے بھی اُسے بتایا تھا کہ یہ صلیبیوں کی فوج ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ یہ فوج مسلمانوں کے ہاتھوں بہت زیادہ نقصان اٹھا کر آئی ہے۔ تبریز نے انہیں بتایا کہ وہ حمص سے یہ معلوم کرنے آیا ہے کہ صلیبی فوج کہاں تک پہنچی ہے اور عرب کے کتنے علاقے فتح کر چکی ہے۔

"وہ پہاڑیاں تمہیں نظر آ رہی ہیں" شتر سواروں نے اُسے بتایا تھا ــ "یہی راستہ تمہیں ان پہاڑیوں کے اندر لے جائے گا۔ اپنی فوج وہیں ہے۔ دمشق بہت دُور ہے۔ تم اپنی فوج کے کسی بھی آدمی سے پوچھ لینا، تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ رملہ میں لڑائی ہوئی تھی جس میں مسلمان نقصان اٹھا کر اِدھر اُدھر ہو گئے تھے، پھر صلیبیوں سے حماۃ کے قلعے کے قریب لڑائی ہوئی تھی جس میں صلیبی نقصان اُٹھا کر بھاگ گئے۔۔۔۔ تم آگے چلے جاؤ لیکن کسی صلیبی سپاہی کے قریب نہ جانا۔ اُسے جونہی پتہ چلا تم مسلمان ہو وہ تمہیں قتل کر دے گا۔"

سورج غروب ہونے کو تھا جب وہ حماۃ کی پہاڑیوں میں سے گزر رہا تھا۔ ایک فراخ وادی تھی۔ آگے سے چند ایک سوار آ رہے تھے۔ تبریز راستے سے ہٹا نہیں۔ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا آیا اور اُسے غصے سے

کہا کہ وہ راستے سے دُور ہٹ جائے۔ "سالارِ اعلیٰ آرہے ہیں"۔ تبریز ذرا سا الگ ہٹ گیا۔ سوار اُسے اور پرے ہٹا رہا تھا۔ سالارِ اعلیٰ اور اُس کے ساتھ کے سوار تیزی سے آرہے تھے۔ سالارِ اعلیٰ، سلطان ایوبی کا بھائی العادل تھا۔ اُس نے دیکھا کہ اُس کا محافظ ایک مسافر کے ساتھ بہت غصّے سے بول رہا ہے اور مسافر شاید راستے سے ہٹ نہیں رہا۔ العادل قریب آکر رُک گیا۔ تبریز کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ وہ کون ہے اور محافظ کے ساتھ کیوں جھگڑ رہا ہے۔

تبریز نے جواب دیا کہ وہ حمص سے یہ معلوم کرنے آیا ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی فوج کس حال میں ہے اور صلیبی فوج کو کتنی کچھ کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ حمص کے مسلمان جنگی تیاریوں میں مصروف رہتے ہیں اور وہ سلطان ایوبی کی فوج کا انتظار کر رہے ہیں ۔۔۔ "ہماری بہنیں بھی جنگ کے لیے تیار ہیں اور ہمارے بچے اور بوڑھے بھی"۔

علی بن سفیان کا نائب حسن بن عبداللہ جو انٹیلی جنس کا ذمہ دار تھا العادل کے ساتھ تھا۔ وہ تبریز کو بڑی غور سے دیکھ رہا تھا۔ تبریز جاسوس ہو سکتا تھا۔ اُس کی سادگی بتا رہی تھی کہ وہ جاسوس نہیں لیکن شک لازمی تھا۔ جاسوس ظاہری طور پر اس سے زیادہ گنوار اور سادہ لگتے ہیں۔

"تمہارے خطیب کا نام کیا ہے؟" حسن بن عبداللہ نے اُس سے پوچھا۔

تبریز نے نام بتایا۔ اس وقت کی جو غیر مطبوعہ تحریریں موجود ہیں ان میں یہ نام صاف نہیں اس لیے اُسے ہم خطیب کہیں گے۔ حسن بن عبداللہ نے العادل سے کہا کہ وہ اپنا آدمی ہے اور اس آدمی (تبریز) کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا کام جانفشانی سے کر رہا ہے۔ تبریز کے خلاف جو شک پیدا ہو گیا تھا وہ رفع ہو گیا۔ العادل کے حکم کے مطابق اُسے مہمان کی حیثیت سے خیمہ گاہ میں بھیج دیا گیا جہاں اُس کی خاطر و مدارت کی گئی۔

رات حسن بن عبداللہ نے اُسے اپنے خیمے میں بلایا اور خطیب کے نام یہ پیغام دیا ۔۔۔ "حالات و شواہد ہیں لیکن اتنے نہیں جتنے آپ کو وہاں صلیبی بنا رہے ہیں۔ لوگوں سے کہو کہ سچ اُسے سمجھیں جو اُن کی آنکھوں کے سامنے ہو اور جو انہیں مسجد میں بتایا جائے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں اور خبروں کو سچ نہ سمجھیں۔ آپ لوگ بڑے خطرناک علاقے میں ہیں۔ اپنی بستی کے صلیبیوں اور یہودیوں پر نظر رکھیں اور یہ بھی خیال رکھیں کہ وہ آپ کی سرگرمیوں پر نظر نہ ڈال سکیں جنہیں آخر دم تک چھپائے رکھنا ہے"۔

حسن بن عبداللہ نے تبریز کو ایسا پیغام دیا جو حمص کے مسلمانوں کے لیے حوصلہ افزا تھا لیکن اُسے یہ نہ بتایا کہ وہ کون سی سرگرمیاں ہیں جنہیں آخر دم تک چھپائے رکھنا ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ حمص کے مسلمانوں کو سلطان ایوبی کے حکم کے تحت جنگی تربیت دی جا رہی تھی۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ جب کبھی ضرورت پڑے وہ صلیبی فوج پر عقب سے شبخون ماریں۔ ظاہری طور پر اُن کے وفادار رہیں۔ اس مقصد کے لیے حمص میں تین چار تجربہ کار چھاپہ مار بھیج دیے گئے تھے جو وہاں اپنے مطلب کی ٹریننگ دے رہے تھے۔ خطیب اُن کا کمانڈر تھا۔ اُن کے ساتھ ابھی باقاعدہ رابطہ نہیں رکھا گیا تھا کیونکہ ابھی اُن لوگوں کی ضرورت نہیں تھی۔

دوسری صبح تبریز حمص کو روانہ ہو گیا۔

☆

وہ زمانہ قافلوں کی صورت میں چلنے کا تھا۔ لوگ اکیلے اکیلے بھی سفر کرتے تھے۔ ایسے اکیلے مسافروں کو جہاں چند آدمی سفر میں نظر آتے تھے وہ اُن سے جا ملتے اور اس طرح قافلے بنتے اور بڑے ہوتے جاتے تھے۔ تبریز آیا اکیلا تھا۔ واپس جا رہا تھا کہ اُسے مختصر سا ایک قافلہ مل گیا جو حمص کی سمت جا رہا تھا۔ اس میں حمص کے یہودی تاجر بھی تھے۔ دو عیسائی کجاوے اونٹوں پر سوار تھے اور کچھ لوگ پیدل جا رہے تھے۔ تبریز اس قافلے میں شامل ہو گیا۔ قافلہ چلتا گیا۔ راستہ لمبا تھا۔ دو راتیں قیام کرنا پڑا۔ تیسرا دن سفر کا آخری دن تھا۔ آدھی رات سے پہلے قافلے کو حمص پہنچ جانا تھا۔ آگے ایک دریا تھا جو بہت بڑا نہیں تھا۔ اس کی گہرائی زیادہ سے زیادہ کمر تک رہتی تھی۔ لوگ اس میں آسانی سے گزر جایا کرتے تھے۔

سفر کے آخری روز کا سورج سر پر آیا تو افق سے سیاہ گھٹا اٹھتی نظر آئی۔ قافلہ اور تیز چلنے لگا تاکہ بارش سے پہلے منزل تک پہنچ جائے یا چٹانی علاقے میں پہنچ کر چھپنے کی جگہ ڈھونڈ لی جائے اور اگر ممکن ہو تو طغیانی آنے سے پہلے ہی دریا پار کر لیا جائے۔ یہ اُن لوگوں کی حماقت تھی۔ گھٹا کی رفتار قافلے کی نسبت زیادہ تھی اور گھٹا جانے کہاں سے برستی آرہی تھی۔ وہ تمام علاقہ چٹانی اور پہاڑی تھا۔ قافلہ دریا کے قریب پہنچا تو گھٹا دنیا کو تاریک کر چکی تھی اور مینہ ایسا موسلا دھار برسنے لگا تھا کہ آنکھیں کھول کر چلنا ممکن نہ رہا۔ ایک بوڑھے عیسائی نے کہا کہ دریا چڑھ رہا ہے، ابھی گزر سکتے ہیں۔ فوراً پار ہو جاؤ۔

اس بوڑھے کے ساتھ والے اونٹ پر ایک جوان اور خوب صورت عیسائی لڑکی سوار تھی۔ قافلہ دریا کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ اس کا پانی مٹیالا ہو گیا تھا اور اس کی روانی میں طغیانی والا جوش پیدا ہو گیا تھا۔ گہرائی میں کوئی اضافہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ بارش بہت تیز تھی۔ گھٹا نے گہری شام کا منظر بنا رکھا تھا۔ سورج غروب ہونے کو ہی تھا۔ ایک آدمی نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ چند قدم آگے جا کر اُس نے چلا کر کہا ۔۔۔ "آجاؤ... پیدل چلنے والے بھی آجاؤ۔ پانی گہرا نہیں"۔

یہ کسی نے بھی نہ دیکھا کہ شدید اور خطرناک طغیانی کا ریلا آرہا ہے۔ اوپر کی طرف بہت مینہ برسا تھا اور وہ پہاڑی علاقہ تھا جس کی طغیانی بہت ہی تیز ہوا کرتی ہے۔ اونٹ اور گھوڑے شاید اس خطرے کو محسوس کر رہے تھے۔ یہی جانور بڑے آرام اور اطمینان سے دریا میں سے گزر جایا کرتے تھے مگر بارش میں وہ دریا میں بپھر رہے تھے، حالانکہ پانی گہرا نہیں تھا۔ اچانک دریا بپھر گیا۔ اونچی اونچی لہریں کسی کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر آگئیں۔ دریا کے کنارے ڈوب گئے۔ پانی گہرا ہو گیا۔ پیدل چلنے والے ڈوبنے لگے تو وہ تیرنے لگے۔ اونٹوں نے واویلا بپا کر دیا۔ قافلہ دریا میں بکھر گیا۔ دوسرا کنارہ دُور تو نہیں تھا لیکن طغیانی جو بڑھتی جا رہی تھی آگے جانے ہی نہیں دے رہی تھی پھر قافلے والوں کو ایک دوسرے کا ہوش نہ رہا۔

عیسائی لڑکی کی چیخ سنائی دی۔ تبریز کہیں قریب تھا۔ اُس نے چیخ سن لی اور یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ

وہ جس پر عیسائی لڑکی سوار تھی طغیانی کا مقابلہ نہ کر سکا اور اُس کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ طغیانی نے اُسے گرا دبایا۔ اُس کی پیٹھ پر بیٹھی لڑکی دریا میں جا پڑی۔ طغیانی کا یہ عالم تھا کہ کبھی لہریں اُوپر کو اٹھتی اور گرتی تھیں اور کبھی بھنور بن جاتی تھیں۔ شور اتنا زیادہ تھا کہ کسی کو کسی کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اگر تبریز قریب نہ ہوتا تو لڑکی کو چیخ کوئی بھی نہ سن سکتا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا اور گھوڑا سیدھا تو نہیں جا رہا تھا لیکن طغیانی کا مقابلہ کر رہا تھا۔ تبریز نے لڑکی کو پانی میں گرتے دیکھا تو اُس نے گھوڑے کو دریا کے رُخ پر ڈال دیا لیکن گھوڑا اتنی تیزی سے تیر نہیں سکتا تھا۔

تبریز گھوڑے سے کود گیا اور بہت تیزی سے تیرتا لڑکی کے پیچھے گیا۔ ایک لہر نے لڑکی کو اُوپر اٹھایا تو تبریز نے دیکھ لیا۔ طغیانی کا زور بھی تھا اور تبریز کے جوان بازوؤں کی قوت بھی تھی کہ اُس نے تھوڑی ہی دیر میں لڑکی کو جا پکڑا۔ وہ ابھی ڈوبی نہیں تھی لیکن وہ تیر بھی نہیں رہی تھی۔ تبریز کے لیے اُسے سنبھالنا بہت مشکل ہو گیا۔ اسی کوشش میں پانی انہیں بہت آگے لے گیا۔ تبریز نے اُسے اپنے اوپر ڈالا اور کنارے کی طرف تیرنے لگا۔ لڑکی دوبارہ اُس کی پیٹھ سے ڈھلک گئی۔ وہ ہوش میں نہیں تھی۔ اگر تبریز کے جسم میں طاقت اور دل میں بے خوفی نہ ہوتی تو وہ لڑکی کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی فکر کرتا۔ طغیانی کا زور اور اُس کا شور حوصلے پست کر رہا تھا۔

جس جگہ سے قافلہ دریا میں اُترا تھا وہاں سے کم و بیش دو میل دُور تبریز لڑکی کو سنبھالے کنارے سے جا لگا۔ وہاں چٹانیں تھیں۔ بارش ابھی تھمی نہیں تھی۔ تبریز نے لڑکی کو ایک چپٹی چٹان پر لٹایا۔ وہ زندہ تھی، ہوش میں نہیں تھی۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ بے ہوش کس طرح ہوش میں لایا جاتا ہے۔ وہ لڑکی کو دیکھتا رہا۔ لڑکی بے ہوشی میں از خود ہی پیٹ کے بل ہو گئی۔ پیٹ پر زور پڑا تو منہ سے دریا کا پانی نکلنے لگا۔ تبریز نے اُس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر دبایا تو بہت سا پانی منہ کے راستے باہر نکل آیا۔ اُس نے اور زور سے دبایا۔ پہلوؤں سے بھی پیٹ کو دبایا۔ اس سے لڑکی کا پیٹ پانی سے خالی ہو گیا۔

گھٹا چھٹنے لگی۔ بارش کا زور کم ہو گیا اور کچھ روشنی بھی ہو گئی۔ تبریز نے لڑکی کو سیدھا کیا۔ لڑکی نے ذرا سی آنکھ کھولی اور بند کر لی۔ تبریز کا جسم شل ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنا گھوڑا دریا میں چھوڑ دیا تھا۔ وہ دریا سے نکل گیا ہو گا۔ تبریز کو معلوم نہیں تھا کہ گھوڑے کا انجام کیا ہوا۔ تبریز کی تھکن کم ہو گئی تھی۔ سورج غروب ہونے کو تھا۔ اُسے خیال آیا کہ رات آنے والی ہے اور پناہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ اُسے اُمید تھی کہ یہ چٹانی علاقہ ہے، اس میں کہیں نہ کہیں گُفا یا غار مل جائے گی۔ لمبی مسافت کے مسافر مٹی کے ٹیلوں اور ریتلی چٹانوں میں غاریں بنائے رکھتے تھے جو دوسرے مسافروں کے بھی کام آتی تھیں۔

☆

اُس نے لڑکی کو پیٹھ پر ڈالا اور چٹانوں کے درمیان چلنے لگا۔ پناہ ملنے کا اُسے یقین نہیں تھا، اُمید تھی۔ وہ دل میں خدا سے مدد مانگتا جا رہا تھا۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے وہ ایک کشادہ سی جگہ جا پہنچا جہاں ایک چٹان کے ساتھ اُونٹ تین چار اونٹ کھڑے نظر آئے۔ یہ پرسی مسافر تھے۔ [illegible] اُن پر زینیں وغیرہ نہیں تھیں۔ اونٹوں تک گیا تو اُسے آوازیں سنائی دیں۔ اُدھر دیکھا تو چٹان کے ساتھ ایک فراخ اور اونچا سائبان نظر آیا۔ اس میں تیرہ چودہ سال عمر کے دو لڑکے کھڑے تھے۔ وہ دونوں بارش میں دوڑتے آئے تھے۔

"تم دریا سے نکل کر آ رہے ہو؟" ایک لڑکے نے پوچھا۔ "وہاں آ جاؤ۔ بہت اچھی جگہ ہے۔"

وہ جگہ واقعی بہت اچھی تھی۔ چٹان بھربھری تھی۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ مسافروں نے یا قریب کہیں بسنے والے گڈریوں نے اسے کاٹ کاٹ کر کمرہ بنا دیا ہے۔ یہ ایک کشادہ گُفا تھی۔ اندر سے بالکل خشک تھی۔ لڑکوں نے وہاں آگ بھی جلا رکھی تھی۔ تبریز نے لڑکی کو فرش پر ڈال دیا۔ وہ ابھی تک ہوش میں نہیں آئی تھی۔ ایک طرف خشک گھاس اور درختوں کی خشک ٹہنیوں کا ڈھیر پڑا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" تبریز نے لڑکوں سے پوچھا۔

"ہمارا گھر دریا کے پار ہے۔" ایک لڑکے نے جواب دیا۔ "ہم کبھی کبھی اونٹوں کو اِدھر لے آتے ہیں۔ گھاس تو اُدھر بھی بہت ہے لیکن ہم یہاں کھیلنے کے لیے آتے ہیں اور اونٹوں کو بھی چرنے پھرنے کے لیے ساتھ لے آتے ہیں۔ ایک جگہ سے دریا چوڑا ہے۔ وہاں پانی ہمارے گھٹنوں تک ہوتا ہے۔ آج بھی ہم آ گئے اور بارش شروع ہو گئی۔ یہیں آگ جلا کر کھیلتے رہے۔"

"گھر کس طرح جاؤ گے؟" تبریز نے پوچھا۔ "دریا چڑھا ہوا ہے۔"

"اس دریا کا زور زیادہ دیر نہیں رہتا۔" ایک لڑکے نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "ہم جہاں سے آتے ہیں وہاں طغیانی میں خطرہ نہیں ہوتا۔ پانی پھیل جاتا ہے۔"

بارش تھم گئی تھی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ لڑکے اپنے اونٹوں کو لے کر چلے گئے۔ تبریز نے اُن سے مدد نہ مانگی۔ یہ بھی نہ سوچا کہ لڑکی کو اُٹھا کر اُن کے گاؤں چلا جائے۔ لڑکوں کے جانے کے بعد اُس نے آگ پر خشک ٹہنیاں پھینکیں۔ شعلہ اُٹھا تو اُس نے اپنا کُرتہ اُتارا جو گلے سے ٹخنوں تک سِلا تھا۔ اُسے آگ پر خشک کرنے لگا۔ وہ دل میں شکر ادا کر رہا تھا۔ خدا نے اُسے ایسی طوفانی بارش میں ان لڑکوں کو آگ جلانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ اس دوران لڑکی نے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کے چہرے پر خون کا تاثر نظر آیا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر تبریز کو دیکھا تو اُس کا منہ دہشت سے کھُل گیا۔ تبریز نے اپنا چغہ نما کُرتہ اُتار رکھا تھا اور طغیانی کے منہ سے اور گدلے پانی نے اُس کے بالوں اور چہرے کو خوفناک بنا رکھا تھا۔

"ڈرو نہیں۔" تبریز نے اُسے کہا۔ "مجھے پہچانتی نہیں ہو؟ میں تمہارا ہمسفر تھا۔"

"مگر تم مسلمان ہو۔" لڑکی اُٹھ بیٹھی اور بولی۔ "مجھے تم پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ مجھے جانے دو۔"

"جاؤ۔" تبریز نے کہا۔ "چلی جاؤ۔"

وہ اٹھی۔ اُس سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ گُفا کے باہر ایک قدم رکھا تو باہر تاریکی اور [illegible]

آیا۔ اندھا آگ کی روشنی تھی۔ اُس نے گھوم کر تبریز کو دیکھا۔ جو ٹہنیوں کی آگ کی روشنی میں پُراسرار سا انسان لگ آرہا تھا۔ وہ لڑکی کو دیکھتا رہا۔ لڑکی پاؤں پر کھڑی نہ رہ سکی۔ ایک دو قدم آگے آکر گر پڑنے کے انداز سے بیٹھ گئی اور بے بسی سے تبریز کو دیکھنے لگی۔

"تمہاری نسبت مجھے وہ گھوڑا زیادہ عزیز تھا جسے میں نے دریا میں چھوڑا اور تمہیں ڈوبنے سے بچایا۔" تبریز نے کہا۔

"میری قیمت بیس گھوڑوں سے زیادہ ہے۔" لڑکی نے نقاہت زدہ آواز میں کہا۔ "تم نے مجھ جیسی لڑکی کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔ مجھے ذلیل و خوار کرکے پھینک ڈالو گے۔ تمہیں کون روک سکتا ہے؟"

"مجھے خدا روک سکتا ہے۔" تبریز نے کہا۔ "اور خدا نے مجھے روک رکھا ہے۔ یہ ایک معجزہ ہے کہ میں نے تمہیں اس طغیانی سے بچایا ہے جس میں اونٹ اوندھا ہو گیا تھا۔ پھر یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے کہ میں سر پر یہ چھت اور جلتی ہوئی آگ مل گئی۔ میں نے خدا سے مدد مانگی تھی۔ خدا صرف اُن کی مدد کرتا ہے جن کی نیت صاف ہوتی ہے۔ یہ آگ دو لڑکے جلا گئے ہیں۔ وہ فرشتے تھے۔ میں اپنے مذہب کی روشنی میں بات کر رہا ہوں۔ تم اس لیے ڈرتی ہو کہ تمہارا مذہب باطل ہے اور تم اس لیے ڈرتی ہو کہ تمہاری نگاہ اپنے جسم پر ہے جو بہت دل کش ہے اور تمہاری نظر میں اپنا چہرہ ہے جو بہت حسین ہے۔ میری نگاہ میری اپنی روح پر ہے جو تمہارے جسم سے زیادہ دل کش اور تمہارے چہرے سے زیادہ حسین ہے۔ میں جانتا ہوں تھوڑی دیر بعد تم مجھے اپنا جسم پیش کرکے کہو گی کہ مجھے منزل پر پہنچا دو۔ کان کھول کر سُن لو۔ میں اپنی روح کو ناپاک نہیں ہونے دوں گا۔ میرے دل میں یہ خرافات ڈالنے کی کوشش نہ کرو کہ میں نے تم جیسی لڑکی کبھی نہیں دیکھی ہوگی؟"

تبریز کے بولنے کے انداز میں کوئی ایسا اثر تھا جس نے لڑکی کے ہونٹ سی دیئے اور وہ حیرت اور خون سے بھری ہوئی آنکھوں سے تبریز کو دیکھ رہی تھی۔ تبریز کی باتوں میں جو خلوص اور عزم تھا، وہ صاف محسوس ہو رہا تھا۔

"آگ کے قریب سرک آؤ۔" تبریز نے کہا۔ وہ کُرتہ آگ پر خشک کر رہا تھا۔ لڑکی یوں سرک کر آگ کے قریب ہو گئی جیسے اُس میں حکم عدولی کی جرأت نہیں تھی۔ تبریز نے کُرتے کا ایک سرا اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے پکڑو اور آگ کے اوپر رکھو۔" اُس نے کُرتے کو دوسری طرف سے پکڑے رکھا اور دونوں کُرتے کو آگ پر ہلانے جلانے لگے۔ لڑکی کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ "کُرتہ خشک ہو جائے تو تم پہن لینا، پھر تمہارے کپڑے خشک کر لیں گے۔"

"نہیں۔" لڑکی نے گھبرا کر کہا۔ "میں اپنے کپڑے نہیں اتاروں گی۔"

"تم اپنی کھال بھی اتار کر آگ پر رکھ دو گی۔" تبریز نے کہا۔ "میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرو لڑکی! میں تم پر ثابت کروں گا کہ وحشی مسلمان ہوتے ہیں۔! عیسائی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کتنی پاکدامن ہو۔ تم میری پناہ میں ہو۔ میں تمہیں کوئی سخت بات نہیں کہہ سکتا۔ تم عورت ہو۔ میرا مذہب حکم دیتا ہے کہ مجبور عورت پر

ہاتھ نہ اٹھاؤ۔"

"تم نے مجھے کس طرح طغیانی سے نکالا تھا؟" لڑکی نے پوچھا۔ "کیا باقی لوگ پار ہو گئے تھے؟"

تبریز نے اُسے تفصیل سے بتا دیا اور یہ بھی بتایا کہ اُسے باقی لوگوں کے متعلق بالکل معلوم نہیں۔ لڑکی کا ڈر دور نہ ہوا۔ کچھ کم ہو گیا تھا اور اُس کی جسمانی حالت بھی اچھی ہوتی جا رہی تھی۔ تبریز کے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ وہ اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ حمص جا رہی ہے۔ وہ دونوں اُس علاقے سے نقلِ مکانی کرکے آرہے تھے جو مسلمانوں کی حکمرانی میں تھا۔ حمص میں اُن کے رشتہ دار رہتے تھے۔ لڑکی اپنے باپ کے لیے پریشان تھی۔

☆

قافلہ طغیانی میں سے نکل گیا تھا۔ کوئی کہیں جا کنارے لگا کوئی کہیں جا لگا۔ وہ ایک دوسرے کو پکارتے اکٹھے ہونے لگے۔ لڑکی اور تبریز ان میں نہیں تھے۔ وہ اونٹ بھی لاپتہ تھا جس پر لڑکی سوار تھی اور تبریز کا گھوڑا کنارے لگ گیا تھا۔ وہ دُور کھڑا تھا۔ قافلے کا ایک آدمی اُسے پکڑ لایا اور سب نے یقین سے کہہ دیا کہ حمص کا اتنا خوبصورت جوان جو راستے میں قافلے سے لاپتہ گھوڑے سے گر کر ڈوب گیا ہے۔ تبریز کا تو کسی کو دکھ نہیں تھا لڑکی کے غم میں اس کا بوڑھا باپ، دو عیسائی اور ایک یہودی نڈھال ہوئے جا رہے تھے۔ وہ آگے جانے کی بجائے دریا کے کنارے دُور تک جانے کی سوچ رہے تھے۔ قافلے کے کچھ اور لوگ کہتے تھے کہ بے کار ہے، وہ ڈوب گئی ہوگی۔ وہ چاروں سوار ہوئے اور دریا کے ساتھ چل پڑے۔ اُس وقت تبریز لڑکی کو طغیانی سے نکال چکا تھا اور اُسے چپٹی چٹان پر لٹا کر اُس کا پیٹ پانی سے خالی کر رہا تھا۔ وہاں دریا کا موڑ تھا۔ چٹانیں بھی تھیں اس لیے لڑکی کی تلاش میں آنے والے تبریز اور لڑکی کو دیکھ نہ سکے۔ وہ جب اس جگہ آئے اُس وقت تبریز لڑکی کو پیٹھ پر اٹھائے چٹانوں کے اندر چلا گیا تھا۔ تلاش کرنے والے آگے نکل گئے۔ وہ پھر واپس نہیں آئے۔ سورج غروب ہو گیا تو حمص کے راستے پر ہو لیے۔

"اتنی قیمتی لڑکی ضائع کرنے پر انہوں نے ہمیں سزائے موت نہ دی تو ہم سمجھیں گے کہ وہ بہت ہی رحمدل ہو گئے ہیں۔" بوڑھے نے کہا۔ "کیا جواب دو گے وہ کس طرح ڈوبی؟"

"کہہ دیں گے طغیانی میں اُس نے من مانی کی۔" یہودی نے کہا۔ "کہتی تھی کہ الگ اونٹ پر دریا پار کروں گی۔ اُس نے ضد کی اور طغیانی کا زور اُسے ہم سے دُور لے گیا.... وہ دریا سے نکل آتی تو ہمیں مل جاتی۔ مر گئی ہے۔"

"جو جی میں آئے کہو۔" ایک عیسائی نے کہا۔ "ہماری یہ کوتاہی بخش بھی دی جائے تو کیا تم سب کو افسوس نہیں کہ اتنی کارآمد لڑکی ضائع ہو گئی ہے؟ دوسری لڑکی لاتے ایک مہینے سے زیادہ عرصہ لگے گا۔"

"میں نے کئی بار مشورہ دیا تھا کہ اس کام کے لیے دو لڑکیوں کی ضرورت ہے۔" بوڑھے نے کہا۔ "حمص کے مسلمان جوش سے پھٹے جا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ وہ جنگی تربیت حاصل کر رہے

ہیں وہ کوئی جذباتی یا وقتی جوش نہیں۔ میں نے اُن کی تربیت بہت غور سے دیکھی ہے۔ میرا تجربہ کہتا ہے کہ یہ شبخون اور چھاپہ مارنے کی باقاعدہ تربیت ہے۔ میں نے اُن کے چاروں استاد دیکھے ہیں۔ وہ ماہر سے بھیجے گئے ہیں یا دمشق سے اور وہ ماہر چھاپہ مار معلوم ہوتے ہیں۔"

"اگر یہ لوگ ہماری حکمرانی میں ہوتے تو ہم دیکھتے کہ یہ کس طرح جنگی تربیت لیتے ہیں"۔۔۔ ایک عیسائی نے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو یہاں یہ اپنی تربیت مکمل کرلیں گے؟"۔۔۔ یہودی نے کہا۔۔۔ "ہم انہیں آپس میں مروا دیں گے۔"

"اسی مقصد کے لیے میں اس لڑکی کو دمشق سے لا رہا تھا۔" بوڑھے نے کہا۔۔۔ "حمص میں فساد پیدا کرنے کا کام مجھے سونپا گیا تھا۔ میں نے اس لڑکی کا نام لیا تھا۔ انہوں نے مجھے ہی حکم دیا کہ لڑکی کے باپ بن جاؤ اور حمص لے جاؤ۔ کوئی پوچھے تو بتاؤ کہ نقل مکانی کر رہا ہوں۔"

رات کے اندھیرے میں وہ چلتے جا رہے تھے اور اپنی اُس خفیہ مہم کے متعلق باتیں کرتے جا رہے تھے جس کے لیے انہیں حمص جانا تھا۔ بوڑھا صلیبیوں کا تجربہ کار جاسوس تھا اور نفسیاتی تخریب کاری کا ماہر۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔۔۔ "مسلمان تو ہر جگہ جنگی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ دمشق میں نورالدین زنگی کی بیوہ لڑکیوں کو باقاعدہ جنگی تربیت دے رہی ہے۔ بستی بستی یہ بوش دیکھنے میں آیا ہے مگر حمص اور اس کے گرد و نواح کے علاقے کو ایسی اہمیت حاصل ہے کہ یہاں مسلمانوں کے چھاپہ ماروں کو اڈہ نہیں ملنا چاہیے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ صلاح الدین ایوبی کا ایک خفیہ منصوبہ ہے۔ اسے کامیاب نہیں ہونا چاہیے۔"

"حمص سرحد پر ہے۔" یہودی نے کہا۔۔۔ "اگر مسلمانوں نے یہاں اڈہ بنا لیا تو ہمارے لیے خطرناک ہوگا۔ ہمارا تو یہ چاہیے کہ یہاں کے مسلمانوں کو صلاح الدین ایوبی کے خلاف کر دیا جائے اور اُن کے دلوں پر قبضہ کر لیا جائے۔"

"یہ ممکن نظر نہیں آتا۔" بوڑھے نے کہا۔۔۔ "مجھے بتایا گیا ہے کہ ہمارے آدمیوں نے بہت افواہیں پھیلائی ہیں مگر مسلمان اِن پر کان نہیں دھرتے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اُن کے خطیب کا اُن پر بہت اثر ہے اور یہ بھی پتہ چلا ہے کہ جنگی تربیت اُسی کی ہدایات کے مطابق ہو رہی ہے۔ مجھے حمص نہیں جانا چاہیے تھا کیونکہ ہم لڑکی گم کر بیٹھے ہیں۔ میں اب اس لیے وہاں تک جانا چاہتا ہوں کہ خطیب کو دیکھوں کہ وہ کون ہے اور کیا وہ عالم ہے یا کوئی خوبی کا مالک۔ یہ بھی دیکھنا ہے کہ اسے اپنے ہاتھ میں لیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مجھے اور تم سب کو حمص کے عیسائی اور یہودی گھرانوں میں سے ایک یا دو لڑکیوں کا انتخاب کرنا ہے جو اس مہم میں ہماری مدد کر سکیں۔ تم جانتے ہو لڑکیوں کو کیا کرنا ہے۔"

"میں نے تمہیں یہ دمشق میں بھی بتایا تھا کہ یہاں کے مسلمان ایمان کے پکے ہیں۔" ایک عیسائی نے کہا۔۔۔ "ابھی تک ہم کسی ایک کو بھی نہیں خرید سکے۔"

"میں ساری عمر اس دریا پر لعنت بھیجتا رہوں گا جس نے میرا باپ مجھ سے جدا کر دیا ہے۔"

☆

"میرا نام دیرا ہے۔" لڑکی نے تبریز کے پوچھنے پر بتایا۔۔۔ "ہم غریب لوگ ہیں۔ مسلمانوں نے دمشق میں ہمارا جینا محال کر دیا تھا۔ خدا غریب کی بیٹی کو حسن نہ دے۔ بڑے بڑے امیر مجھے خریدنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک نے تو مجھے اغوا کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔ میرا باپ مجھے قاضی کے پاس لے گیا۔ اُس نے ہماری فریاد سن لی اور میری حفاظت کا انتظام کر دیا مگر وہاں حکومت مسلمانوں کی تھی۔ ہم لٹتے رہے۔ میرے باپ نے یہی بہتر سمجھا کہ دمشق سے نکل ہی جائیں جس میں ہمارے رشتے دار ہیں۔ اب ہم اُن کے پاس جا رہے تھے۔ معلوم نہیں میرا باپ زندہ ہوگا یا نہیں۔۔۔ کیا تم ایک مظلوم اور مجبور لڑکی پر رحم نہیں کرو گے؟"

رات گزرتی جا رہی تھی۔ بوڑھا عیسائی جسے دیرا اپنا باپ کہتی تھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت دور نکل گیا تھا۔

"میرا جامہ خشک ہو گیا ہے۔" تبریز نے کُرتہ اُس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔۔۔ "میں باہر نکل جاتا ہوں۔ اٹھو، اپنے کپڑے اتارو اور یہ پہن لو۔ تمہیں سر سے پاؤں تک ڈھانپ لے گا۔ پھر اپنے کپڑے خشک کر کے پہن لینا۔"

"میں تمہارے ہاتھ میں مجبور ہوں۔" دیرا رندھی ہوئی آواز میں بولی۔۔۔ "میرے ساتھ اُس بدذات کا سا سلوک نہ کرو جو شکار کو مارنے سے پہلے اُس کے ساتھ کھیلتا ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں یہ بھیگے ہوئے کپڑے اتار دو۔" تبریز نے غصے سے کہا اور باہر کو چل پڑا۔

دیرا نے اُسے باہر جاتے اور ایک طرف ہوتے دیکھا۔ وہ اوٹ میں ہو گیا جہاں سے دیرا کو نظر نہیں آتا تھا۔ دیرا نے ذرا آگے ہو کر دیکھا۔ وہ گُف کی طرف پیٹھ کیے کھڑا تھا۔ آگ اتنی زیادہ تھی کہ روشنی تبریز کی پیٹھ پر پڑ رہی تھی۔ دیرا نے اپنے فراک کے اندر ہاتھ ڈالا۔ اُس نے اندر کمر کے گرد کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔ اُس نے کپڑے میں خنجر اڑسا ہوا تھا۔ دیرا نے خنجر نکال لیا اور دبے پاؤں آگے بڑھی۔ تبریز بے خبر کھڑا تھا۔ دیرا اُس سے ایک قدم دور رہ گئی تو اُس نے خنجر دائیں طرف کر کے پہلو میں گھونپنے کو وار کیا۔ تبریز بجلی کی تیزی سے گھوما اور لڑکی کے دائیں ہاتھ کی کلائی اتنی زور سے مروڑی کہ لڑکی کی گھومنی اور اُس کے ہاتھ سے خنجر گر پڑا۔

تبریز کے بچنے کا باعث یہ تھا کہ وہ جہاں کھڑا تھا وہاں سے چند ہی قدم آگے ایک اور چٹان تھی۔ آگ تبریز کے پیچھے تھی۔ تبریز کو سامنے والی چٹان پر اپنا سایہ نظر آیا۔ اس نے پیچھے نہ دیکھا کیونکہ سائے کا بایاں بازو دائیں کو پھیلا تو اُسے خنجر کا سایہ صاف نظر آ گیا۔ دیرا پہلو میں وار کر کے پیٹ چاک کرنا چاہتی تھی۔ سائے کی حرکت دیکھ کر تبریز پیچھے کو گھوما اور لڑکی کی کلائی پکڑ لی۔ خنجر گرا تو اُس نے دیرا کی کلائی چھوڑ کر خنجر اٹھا لیا۔ اُس نے نوک لڑکی کی طرف کی تو وہ اُس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔

"جو کہو گے مانوں گی۔ مجھے قتل نہ کرنا۔"

"میں اس کے سوا تمہیں کچھ نہیں کہوں گا کہ یہ کپڑے اتار دو اور میرا کرتہ پہن لو"۔ تبریز نے حکم کے لہجے میں کہا۔ "تم نے دیکھ لیا ہے کہ تم مجھے زخمی نہیں کر سکتیں۔ میری آنکھیں آگے ہیں کھوپڑی کے پیچھے نہیں یہ میری زرہ کی آنکھیں ہیں جن سے میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا.... کیا میں اپنے سامنے تمہارے کپڑے نہیں اتروا سکتا؟ میں تمہیں کپڑوں کے بغیر نہیں دیکھنا چاہتا۔"

وہ ایک دفعہ پھر وہیں جا کھڑا ہوا۔ دیرا گنبد کے ایک کونے میں چلی گئی۔ اس نے بڑی تیزی سے اپنا اپنا فراک اتارا، پھر زیر جامہ بھی اتار دیا اور تبریز کا کرتہ پہن لیا جس میں وہ گردن سے پاؤں تک مستور ہو گئی۔

اس نے تبریز کو آواز دے کر کہا۔ "آجاؤ"

تبریز اندر گیا۔ دیرا کا فراک اٹھا کر ایک طرف سے اُسی کے ہاتھ میں دیا اور آگ پر خشک کرنے لگا۔ دیرا اُسے کنکھیوں سے دیکھتی رہی۔ تبریز نے کوئی بات نہ کی۔ دیرا کو اُس کی خاموشی پریشان کر رہی تھی۔ اُس کا دل مان نہیں رہا تھا کہ یہ جوان آدمی اُسے بخش دے گا۔ اب تو خنجر بھی اس جوان کے پاس تھا.... وہ خاموشی سے کپڑے خشک کرتے رہے۔ جب خشک ہو گئے تو تبریز لڑکی کو یہ کہہ کر باہر نکل گیا کہ یہ پہن لو۔ لڑکی نے ایک بار پھر ڈرتے ڈرتے کپڑے بدلے اور تبریز کو اندر بلا لیا۔

"یہ خنجر اپنے پاس رکھو"۔ تبریز نے خنجر اُس کی طرف پھینک کر کہا۔ "اور سو جاؤ۔ صبح روانہ ہونگے۔"

"تم مجھے دھوکہ دے رہے ہو"۔ دیرا نے کہا۔ "یا تم بے حس اور مُردہ انسان ہو۔"

"یہ مجھے تمہاری فوج کے سامنے ثابت کرنا ہے کہ میں بے حس اور مُردہ نہیں۔ میرے دل میں تمہارے خلاف کوئی دشمنی نہیں۔ میں تمہارے اُن بادشاہوں کا دشمن ہوں جو میرے وطن پر قبضہ کرنے آئے ہیں، اور جو ہمارے قبلۂ اوّل پر قابض ہو چکے ہیں۔"

"تمہیں غلط باتیں بتا کر بھڑکایا جا رہا ہے"۔ دیرا نے کہا۔ "تم کچھ نہ جاننے والے دیہاتی ہو۔ جسے تم قبلۂ اوّل کہتے ہو، وہ دراصل یہودیوں کا معبد ہے۔ وہ ہیکلِ سلیمانی ہے۔ صلاح الدّین ایوبی اپنی سلطنت کو بہت دُور تک پھیلانا چاہتا ہے۔ تم جیسے سیدھے سادے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کے لیے وہ کہہ رہا ہے کہ وہ قبلۂ اوّل ہے اور وہ مسجد ہے۔"

"ہم اپنے خطیب کے سوا کسی کی بات نہیں سنا کرتے"۔ تبریز نے کہا۔ "تم سو جاؤ۔ میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔"

"مجھے نیند نہیں آئے گی"۔ دیرا نے کہا۔ "میں تم سے ڈرتی ہوں۔ باتیں کرتے رہو.... تمہارا خطیب حمص کا رہنے والا ہے یا کہیں باہر سے آیا ہے؟"

"حمص کا رہنے والا ہے"۔ تبریز نے جواب دیا اور اپنا کرتہ پہن کر لیٹ گیا۔

دیرا کو جاسوسی اور کردار کشی کی ٹریننگ ملی ہوئی تھی۔ دمشق میں اُسے اسی مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا اور اب اسی مقصد کے لیے اُسے حمص لے جایا جا رہا تھا۔ اس نے حمص کے خطیب اور وہاں کے مسلمانوں

کے متعلق تبریز سے معلومات لینے کے لیے بہت باتیں کیں لیکن تبریز نے کوئی دلچسپی نہ لی اور بے رخی کا اظہار کرتا رہا۔ دیرا کا جسم ٹوٹا ہوا تھا۔ وہ اس کوشش میں تھی کہ اُسے نیند نہ آئے مگر اُس کی آنکھ لگ گئی۔

☆

دیرا کی آنکھ کھلی تو وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ باہر صبح کا دھندلکا تھا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا تبریز سجدے میں پڑا تھا۔ وہ سجدے سے اُٹھا پھر سجدہ کیا اور کھڑا ہو گیا۔ وہ صبح کی نماز پڑھ رہا تھا۔ دیرا نے اپنے لباس کا جائزہ لیا۔ اُسے رات نیند نے نہ سونے کے ارادے کے باوجود دبوچ لیا تھا۔ آنکھ کھلی تو وہ تبریز سے ڈر گئی لیکن وہ جس حالت میں سوئی تھی اُسی حالت میں جاگی اور اُس نے تبریز کو خدا کے حضور سجدے میں پڑے دیکھا۔ اُسے وہ خواب سمجھنے لگی۔ مسلمانوں کے متعلق اُس کی رائے یہ تھی کہ وحشی قوم ہے لیکن تبریز جیسا تنومند جوان اس کی طرف توجہ ہی نہیں دے رہا تھا۔ جس لڑکی نے نازو انداز سے سرکردہ مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانس لیا تھا، اُس کے لیے تبریز خواب کی دنیا کا ہی آدمی ہو سکتا تھا۔

دیرا پاک دامن نہیں تھی۔ بچپن سے اُسے ابلیسیت کی تربیت دی گئی تھی۔ اس کے حسن اور جسم کی کشش کو جادو اثر بنانے کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ جوان ہونے تک بدی اس کی فطرت میں شامل ہو چکی تھی مگر انسانی فطرت کا یہ خاصہ ہے کہ برسوں کی مسلسل عرق ریزی کے بغیر اس کی اصلیت بدل نہیں سکتی، اس پر بہروپ چڑھایا جا سکتا ہے۔ دیرا کو طغیانی نے جو پٹخنیاں دی تھیں اور جس طرح موت کے منہ میں پھینکا تھا، اس سے اس کے جذبات اس پر غالب آ گئے۔ وہ طغیانی سے تو زندہ و سلامت نکل آئی تھی مگر اس کی دہشت سے ابھی تک نہیں نکلی تھی۔ اُس کے ساتھ اُس پر تبریز کی دہشت طاری ہو گئی تھی۔ اس مسلمان جوان سے اسے اور کوئی ڈر نہیں تھا۔ خوف یہ تھا کہ یہ کوئی خانہ بدوش یا بدو ہوا تو اُسے کسی کے ہاتھ بیچ ڈالے گا۔ وہ بِک جانے کے بعد کی اذیت ناک زندگی سے ڈر رہی تھی۔

رات گزر گئی۔ تبریز نے اُس کے اتنے دلکش جسم کی طرف توجہ ہی نہ دی۔ وہ بے ہوشی کی نیند سو گئی تو بھی تبریز اُس سے دُور رہا۔ صبح طلوع ہوئی تو اُس کی تھکن ختم ہو چکی تھی اور تبریز کا خوف بھی۔ رات تک وہ اُسے گنوار، بے حس اور مُردہ سمجھتی رہی تھی۔ اب وہ اُسے غور سے دیکھنے لگی۔ تبریز کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ دیرا کو یوں محسوس ہونے لگا جیسے یہ شخص براہِ راست خدا سے ہمکلام ہو۔ اُسے تبریز کے یہ الفاظ یاد آنے لگے کہ خدا صرف اُن کی مدد کرتا ہے جن کی نیت اور روح پاک ہوتی ہے۔ تب اُسے خیال آیا کہ اس کی اپنی نیت پاک نہیں۔ وہ تبریز کی قوم کے لیے ایک حسین دھوکہ بنی ہوئی ہے۔ اُس لڑکی نے رات کو یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنا آپ تبریز کے حوالے کر کے اُسے کہے گی کہ اس کے عوض حمص پہنچا دو۔

اور روح؟۔۔۔ دیرا کو زندگی میں پہلی بار احساس ہوا کہ اس کا جسم روح سے محروم ہے اور اگر روح ہے بھی تو وہ کردار کی غلاظت میں دب گئی ہے لیکن روح مرا نہیں کرتی۔ دیرا پر جو گزری تھی اس سے اُس کی روح بیدار ہو گئی تھی جو اُسے شرمسار کر رہی تھی۔ اُسے تبریز کی شکل و صورت بدلی ہوئی نظر آنے لگی۔ اُس کی نگاہ میں